

# ایمان احمد رضا خان

## نعتیہ شاعری

تالیف  
ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی



فریدنگہ سٹال احمدی ۳۸ اے او بانڈ لہور



اللہم  
رحمہ لعلیٰ  
ایمان احمد رضا خاں  
کی

تعمیرِ شاعری  
صبرِ بڑا  
(ایک تحقیقی مطالعہ)

تالیف

ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی

ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

ناشر

فریدنگ پبلشرز  
طال (رجسٹرڈ)  
۳۸۔ اردو بازار لاہور

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

- نام کتاب : امام احمد رضا خانؒ کا نعتیہ شاعری (تحقیقی مطالعہ)  
تصنیف : ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی (ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی)  
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور  
تعداد : گیارہ سو  
الطبع الاول : شعبان ۱۴۲۱ھ / نومبر ۲۰۰۰ء  
قیمت : 96/- روپے

ناشرین

فرید بکس طال (ڈسٹری) ۳۸، اردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر faridbooks@hotmail.com



## شرفِ انتساب

اپنے آقا و مولیٰ جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے نام

جنہوں نے مجھے اپنی رحمت کاملہ سے اس کام کا شعور اور اپنے درپاک کی

خاک بوسی کا شرف بخشا۔

جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا  
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے  
(منہر بہ ایونی)

سگ بارگاہ

سراج احمد قادری بستوی





## حلیم مسلم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور

Syed Abul Hasanat Haqqi

Convener : Board of Studies in Urdu, Kanpur University

Jt. Secretary : All India Universities Urdu Teachers Association

Convener : Northern India's Universities Urdu Teachers

PRINCIPAL

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سراج احمد صاحب سلمہ نے اپنے تحقیقی مقالے ”مولانا احمد رضا صاحب بریلوی کی لغت شامی پر ایوارڈ 1994ء کو پی. ایچ. ڈی کی ڈگری حاصل کر لی۔ اس طرح انھیں دارین کی سعادت حاصل گئی۔ لغت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کام کرنا جاری نگرہ اور ذہنی رخصتوں کو پر پرواز عطا کرتا ہے۔ سراج سلمہ نے یہ کام واقعی عبادت کی طرح انجام دیا ہے۔ انھوں نے لغت گوئی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ نہیں لیا بلکہ انھوں نے تحقیق کے برصطانیہ کو لپہ لپہ کیا۔ اس کی جزا انھیں ستر مدینہ اور خالق کونین سے ملے گی کیوں کہ خالق کونین ہی نے حضور پر درود و سلام بھیجنے کا ہمیں حکم دیا ہے۔ سراج سلمہ سے جب پہلی ملاقات ہوئی اور انھوں نے تحقیقی مقالہ لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے حسب عادت خوش دلی سے ساتھ ان کا ہاتھ سنی اور بہت اخلاقی سے چند کتاب سے ان کا استقبال کیا۔ مگر اندیشہ یہ بھی تھا کہ میری نظمی کی بیرونی چھوٹی ڈیرٹا میں کا پروردہ شاید اس راہ کی دشواریوں کی تاب نہ لاسکے۔ مگر سراج سلمہ نے ان اندیشوں کی ایسی نفی کی کہ میرے بیان بہتر کر سکتا۔

سراج سلمہ نے جو محنت کی سوئی مگر میری بیوی مسعودہ برد اللہ مضعود نے سراج سے جو مدد و شفقت روا رکھی شاید اس نے بھی ان کے حوصلوں کو بڑھا دیا۔ اس نے توشیح آخرت اس طرح تیار کیا ہے کہ نور در راہ لغت کی دل جوئی میں خوب مشغول رہا۔ دارین کے لفظ کو شاید معلوم تھا اس کا وقت آخر زیادہ دور نہیں ہے۔ اس طرح وہ سراج سلمہ کی دستاویز میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اسے قبر میں اس خبر سے شاد کام لے دیا ہوگا۔

ال فکر و نظر اس مقالے کو اللہ درجہ اعتبار عطا فرمائے۔ میرے  
 بھی لغت نیا کرم پر چند تحقیقی مقالے دیکھے ہیں۔ سراج صاحب سلمہ کی کوشش کو میرے خود سے نظر اس مقالے  
 دیکھتا ہوں کہ جو شخص ان کے بیان ہے وہ دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ انھوں نے اس مقالے کی تہذیب  
 و تدوین میں جس وقت نظر سے کام لیا ہے وہ اس زمانے میں شاذ ہی نظر آتا ہے۔ یہ مقالہ  
 دراصل دو مقالوں کا ایک نقل ہے۔ تاریخ لغت گوئی کا حصہ اپنے آپ میں ایک بحر پر مقالہ  
 ہے۔ دوسرا حصہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلی کی لغتہ شامری کے لئے مختص ہے۔ اس حصہ میں  
 سراج سلمہ کی شرفیہ کی صلاحیتوں پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

حرف اعتراف کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ موصوف نے اپنے کرم سے یا یا ہے  
 مجھے اس مقالے کا نگرار مقرر فرمایا تھا، مگر ساری کاوشیں خردان کی ہیں۔ بستی (خیل آباد) اور  
 کانپور کو انھوں نے گھر آگن بنا دیا تھا۔ غلام شہ کوٹن اور غلام رسول یعنی حضرت دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ  
 کے پوتے یعنی ابوالحسن صاحب علی علف کے حصہ میں تو یہ سعادت ہے کہ وہ کاوشیں ہی آئی کیا اس کے بعد ہی  
 ضرورت ہے کہ ہم خدا کی دین کا احوال پوچھنے کوہ طوراً طبعی؟ اللہ تعالیٰ سراج سلمہ کو ان کے  
 اس تحقیقی کارنامے پر شہرت دوام اور سعادت دارین عطا فرمائے ان کے والد محمد عبد القیوم صاحب  
 اور مولانا محمد حسن قمر بستی کو اور دوسرے محبت کرنے والوں کو بھی میرے مبارکباد پیش کرتا ہوں  
 بقول رشید احمد صدیقی ایک اقرار صالح اور باقی رہ گیا ہے کہ میری بیوی کے بعد سیدہ نوران بیگم  
 اور ان کی اہلیہ زہرا سلمہ نے بھی اس رہنورد شوق کی پزیرائی میں کئی ہنر کی۔ اللہ تعالیٰ ایسے  
 مقالے کو ہم سب کیلئے سبب نجات بنا دے آمین

خاکِ  
 سید ابوالحسن صاحب



## اپنی بات

حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر تحقیقی کام کا موضوع مجھ کو ”علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ“ سے ملا تھا۔ اس کی داستان راستان بایں طور ہے۔ جب میں نے ”اودھ یونیورسٹی فیض آباد“ سے ۱۹۸۹ء میں ایم۔ اے کیا تو میرے دل میں یہ شوق و جذبہ پیدا ہوا کہ اب میں اس کے بعد تحقیقی کام کروں۔ اس وقت میری فکری پرواز ایک ایسی شخصیت کی تلاش و جستجو میں تھی کہ جو میرے تحقیقی کام کا مشیر کار اور رہنما بن سکے۔ ایک طویل کدو کاوش کے بعد میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور مجھے ایک ایسی مخلص و کرم فرما شخصیت مل گئی جس کو ارباب علم و دانش ڈاکٹر غلام۔حی انجم کے نام سے جانتے ہیں۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب! ”علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ“ شعبہ دینیات میں لیکچرر تھے۔ میں نے اپنے عم محترم علامہ قمر الحسن قمر بستوی کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب سے بذریعہ مراسلت رابطہ قائم کیا۔ ڈاکٹر صاحب میرے چچا کے جگری دوست ہیں اس لیے کہ ”علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ“ ہی کے اسکالر میرے چچا بھی رہ چکے ہیں۔ اس خط میں نے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ آگے کا ارادہ میرا پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کا ہے انہوں نے میری پذیرائی کرتے ہوئے ”علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ“ سے پی ایچ ڈی کا فارم بھروادیا۔ اور اس وقت انہوں نے میرے لیے تحقیق کا جو موضوع منتخب فرمایا تھا اس کا عنوان تھا ”علمائے روہیل کھنڈ کا اردو ادب میں حصہ“

شعور کی آنکھ کھولنے کے بعد ہی سے میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کا چرچا اپنے گھر میں سنا کرتا تھا اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی۔ میرے دادا الحاج محمد اسحاق نور اللہ مرقدہ

دینیات کی بہت اچھی معلومات رکھتے تھے ”بہار شریعت“ ”تذکرۃ الاولیاء“ ”تاریخ اسلام“ کا وہ خالی اوقات میں اکثر مطالعہ کیا کرتے تھے اور اس اطراف و جوانب میں مولوی صاحب! کے لقب سے مشہور تھے۔

ڈاکٹر غلام۔حی انجم صاحب! سے میں نے عرض کیا کہ میں حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ہی ذات پر کسی بھی گوشے سے تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے میری خواہش کا احترام کرتے ہوئے مجھے مشورہ دیا کہ آپ ”علمائے روہیل کھنڈ کا اردو ادب میں حصہ“ کا موضوع لے لیجئے اور اس طرح آپ کافی کچھ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے حوالے سے لکھ سکتے ہیں۔ میں نے ان کی بات بہ سرو چشم تسلیم کر لی اور فارم وغیرہ بھرنے کی کارروائی پوری ہونے کے بعد واپس گھر آ گیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد مجھے انٹرویو کے لیے بلایا گیا۔ انٹرویو کے درمیان مجھ سے کہا گیا کہ آپ ”مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری“ پر کام کریں اس لیے کہ آج کل عالمی سطح پر بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ”مولانا“ کی شخصیت پر تحقیقی کام ہو رہے ہیں، خاص کر پاکستان میں۔ میں نے بہ طیب خاطر اس بات کو قبول کر لیا۔ مگر ابھی گفتگو کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ میرے سامنے کچھ ایسی باتیں رکھی گئیں جس سے میرا شیش محل چکنا چور ہو گیا۔ اور میں نے اپنے سارے منصوبوں کو ترک کر دیا۔ جس کا ذکر کافی طویل ہے جو کبھی کسی اور موقع پر پوری داستان قلم بند کروں گا۔

علی گڑھ سے مایوس و محروم لوٹنے کے بعد حرمانیسی مجھے مکمل طور سے اپنی آغوش میں کس لینا چاہتی تھی کہ اسی درمیان میں ڈاکٹر انجم صاحب! کا دہلی سے خط آیا کہ آپ کے پی۔ ایچ۔ ڈی کا کیا ہوا؟ میں نے پوری داستان قلم بند کر کے ارسال کر دیا اور مستقبل کے خیالات تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ لگتا ہے کہ اب میں تحقیق کا کام نہیں کر سکوں گا۔ اس خط کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے مجھے جو خط لکھا اس نے میری زندگی میں روشنی کا ایک نیا

باب کھول دیا۔ جواں مردی اور ہمت کا سہارا لے کر میں نے آگے، قدم بڑھایا تو رحمت پرودگار نے بھی خوش آمدید کہا اور پھر ایک صاحب کی وساطت سے میں اپنے کرم گستر استاذ محترم جناب پروفیسر سید ابوالحسنات حقی صدر شعبہ اردو و پرنسپل حلیم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مقصد عرض کیا۔ انہوں نے کرم فرماتے ہوئے میرے مقالے کی نگرانی کی ذمہ داری قبول کر لی۔ جس وقت میں اپنا یہ مقالہ قلم بند کر رہا تھا اس وقت مجھے بہت سارے دشوار کن مراحل سے گزرنا پڑا کبھی اپنوں نے بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا اور کبھی غیروں نے روکا وٹیں کھڑی کیں۔ مگر میں اپنے اللہ اور اس کے رسول کا جتنا بھی شکر یہ ادا کروں کم ہے۔ اس لیے کہ اس نے مجھے ایک ایسی ذات اور ایک ایسے خاندان کی رہنمائی عطا کی تھی جس کی رگوں میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون گردش کر رہا ہے اس نے مجھے بھی کسی مسئلے میں الجھے ہوئے یا فکر مند دیکھا تو فوراً اس کا وکلپ ڈھونڈ نکالا۔ میرے نگران محترم کتنے اچھے ہیں میں اس کو قلم بند نہیں کر سکتا غالباً ان کی طبیعت کی شرافت کی ہی بنا پر لوگ ان کو محبت سے ”اچھے بھائی“ کہتے ہیں یہ لفظ اپنے آپ میں عظیم سے عظیم تر ہے۔

میں نے اپنے اس مقالے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جزو اول کا نام ”نعتیہ روایت کا عروج و ارتقاء“ ایک تاریخی و تجزیاتی مطالعہ۔ اور دوسرے حصے کا نام۔ اپنی ہی جگہ پر ہے یعنی ”مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری“ ایک تحقیقی مطالعہ۔

میں نے اپنے اس مقالے میں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ کسی طرح کی کوئی تشنگی نہ رہ جائے جس سے کہ بعد میں نعت کے موضوع پر کام کرنے والوں کو پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اسی وجہ سے عربی، فارسی اور اردو کی نعتیہ شاعری پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ نعتیہ روایت کے فروغ و ارتقاء کو عالمی زبانوں کے تناظر میں پیش کرتے ہوئے جرمنی،

فرانسیسی، انگریزی، چینی، حبشی، ترکی، ہوسا، اندلسی، بنگالی، سندھی، بلوچی کشمیری، پشتو، گوجری، پراہوی، بہاری، گجراتی، مارواڑی، میواتی، سرائیکی، ہند کی وغیرہ زبانوں میں نعت کے ذخیرے کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس کے باوجود میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میرا یہ تحقیقی مقالہ نعت کے حوالے سے اول و آخر کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لیے کہ تحقیق و تفحص کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ روز بروز نئے نئے تجربات سامنے آرہے ہیں پھر بھی حلقہ دانشوراں سے پذیرائی کی امید ہے۔

حصہ دوم (جو آپ کے پیش نظر ہے) میں نے حضرت رضا بریلوی کی شخصیت کو آشکار کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ مگر مقالے کی طوالت اور مقصد اصلی کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند جزوی کوششوں پر خامہ فرسائی سے چشم پوشی کی ہے۔ اس لیے کہ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اتنی وسیع ہے کہ ان سے متعلق تمام گوشے مستقل طور سے تحقیق و تدقیق کی دعوت دیتے ہیں۔ اور میں نے ایسے تمام گوشوں کی نقاب کشائی کر دی ہے۔ جس پر تحقیقی کام کئے جاسکتے ہیں۔

اب میں اپنے ان تمام احباب اور کرم فرمالوگوں کی سپاس گزاری ناگزیر تصور کرتا ہوں جنہوں نے کسی بھی طرح سے میرا تعاون کیا۔

ان میں سب سے پہلے اپنے استاذ گرامی پروفیسر سید ابوالحسنات حقی صدر شعبہ اردو و پرنسپل حلیم مسلم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ جنہوں نے میرے اس مقالے کی نگرانی فرمائی اور اپنا قیمتی وقت دے کر حرف بحرف پڑھ کر تصحیح و توضیح فرمائی نیز میری اس کاوش کو اہل علم کے مطالعے کے لائق بنایا۔

ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سندھ۔

ڈاکٹر غلام محیٰ انجم ریڈر شعبہ تقابل ادیان ہمدرد یونیورسٹی دہلی عم محترم حضرت علامہ

قمر الحسن قمر بستوی النور سوسائٹی ہیوسٹن امریکہ۔ سید ابوالبرکات نظمی، سید وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، علامہ اقبال احمد فاروقی مہتمم مرکزی مجلس رضا لاہور ڈاکٹر مختار الدین آرزو سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ لاہور۔ ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی استاذ حکیم اجمل خاں طبیہ کالج قروں باغ دہلی، پروفیسر غلام سمائی، ”پروفیسر“ ڈاکٹر ذاکر حسین ایونگ کالج دہلی، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری، پروفیسر سید وحید اشرف سابق صدر شعبہ عربی فارسی مدراس یونیورسٹی۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برقی، وغیرہم کی جناب میں ارمغان تشکر پیش کرتا ہوں کہ ان حضرات نے میری ہر مشکل مرحلے پر رہنمائی فرمائی۔

آخر میں، میں اپنے جد گرامی الحاج مولوی محمد اسحاق نور اللہ مرقدہ اور والدین کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے میری بہتر تعلیم و تربیت فرمائی خاص کر جد گرامی مرحوم اور عم محترم حضرت علامہ قمر الحسن قمر بستوی کا بے پناہ شکر گزار ہوں کہ اگر ان لوگوں کی سرپرستی مجھے حاصل نہ ہوتی تو میں اتنا بڑا کام کبھی بھی نہیں کر سکتا تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین یوحمتک یا ارحم الرحمین

سراج احمد قادری بستوی

۱۲ ربیع الاول شریف ۱۴۱۸ھ

۱۸ جولائی ۱۹۹۷ء



# آئینہ کتاب

انتساب  
عائیه  
اپنی بات

## پہلا باب

	الف
۱۵۔ اسم گرامی	۱۔ شجرہ نسب
۱۶۔ عہد طفلی	۲۔ خاندانی حالات
۱۷۔ شادی	۳۔ سعید اللہ خاں صاحب
۱۸۔ حج و زیارت	۴۔ سعادت یار خاں صاحب
۱۹۔ مولانا حسن رضا خاں	۵۔ مولانا محمد اعظم خاں صاحب
۲۰۔ تصانیف	۶۔ مولانا حافظ کاظم علی خاں
۲۱۔ مولانا محمد رضا خاں صاحب	۷۔ مولانا رضا علی خاں
۲۲۔ حجاب بیگم	۸۔ رئیس الا تقیاء مولانا نقی علی خاں
۲۳۔ احمدی بیگم	۹۔ حسینی خانم والدہ ماجدہ مولانا احمد رضا بریلوی
۲۴۔ محمدی بیگم	۱۰۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی
۲۵۔ مولانا حامد رضا بریلوی	۱۱۔ ولادت کی بشارت
۲۶۔ تصانیف	۱۲۔ پیش گوئیاں
۲۷۔ مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی	

- ۲۴۔ مولانا عبدالسلام صاحب جبپوری  
 ۲۵۔ مولانا سید احمد اشرف جیلانی  
 ۲۶۔ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی  
 ۲۷۔ تصانیف  
 ۲۸۔ پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری  
 ۲۹۔ تصانیف  
 ۵۰۔ نعت گوئی کی ابتدا اور اس سے  
 خصوصی شغف

## د

- ۵۱۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی علمی ادبی اور  
 سیاسی خدمات  
 ۵۲۔ علم تفسیر  
 ۵۳۔ کنز الایمان فی ترجمہ القرآن  
 ۵۴۔ علم حدیث  
 ۵۵۔ علم فقہ  
 ۵۶۔ علم سائنس  
 ۵۷۔ علم ریاضی  
 ۵۸۔ علم نجوم و ہیبات و توقیت  
 ۵۹۔ ادبی خدمات  
 ۶۰۔ سیاسی خدمات

- ۲۸۔ فتویٰ نویسی  
 ۲۹۔ شاعری  
 ۳۰۔ وفات  
 ۳۱۔ تصنیفات  
 ۳۲۔ مصطفائی بیگم  
 ۳۳۔ کنیز حسن  
 ۳۴۔ کنیز حسین  
 ۳۵۔ کنیز حسنین  
 ۳۶۔ مرتضائی بیگم

## ب

- ۳۷۔ اساتذہ کرام اور کسب علم کا مکمل نقشہ  
 ۳۸۔ اساتذہ  
 ۳۹۔ رسم بسم اللہ خوانی

## ج

- ۴۰۔ مخصوص احباب نعت گوئی کی ابتداء  
 اور اس سے خصوصی شغف  
 ۴۱۔ مولانا وصی احمد محدث سورتی  
 ۴۲۔ مولانا عبدالقادر بدایونی  
 ۴۳۔ تصنیفات

بولیوں میں نعت گوئی

۷۵۔ حضرت رضا بریلوی کے قصائد و

رباعیات

۷۶۔ حضرت رضا بریلوی کے قصائد اور

ان کی تشابہ

### چوتھا باب

۷۷۔ حضرت رضا بریلوی کے طرزوں

کی اتباع

۷۸۔ حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ

رجعات

۷۹۔ حضرت رضا بریلوی کی نعتوں کا

انگریزی زبان میں ترجمہ

۸۰۔ بحیثیت نعت گو حضرت رضالاہریری

کا مقام

### پانچواں باب

کتابیات



### دوسرا باب

۶۱۔ نعت گوئی کا فن

۶۲۔ احتیاط

۶۳۔ ہیئت

۶۴۔ ضماز کا استعمال

۶۵۔ خیال آوری

### تیسرا باب

۶۶۔ فن نعت گوئی فاضل بریلوی کے

خصوصی حوالے سے

۶۷۔ مولانا احمد رضا بریلوی کے عہد میں

نعت گوئی کا معیار اور عام روش

۶۸۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی عزلی نعتیہ شاعری

۶۹۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی فارسی نعتیہ شاعری

۷۰۔ نعت اور منقبت کے درمیان حد فاضل

۷۱۔ صنائع بدائع اور علم عروض سے

ماہرانہ واقفیت

۷۲۔ علم عروض

۷۳۔ زبان سے واقفیت

۷۴۔ علاقائی بولیوں سے واقفیت مقامی



# پہلا باب

(الف)

خاندانِ انی حالات

والدین، بہن، بھجائی اور اولاد (ذکور و اناث)

کا

تفصیلی ذکر

# شجرہ نسب

سعید اللہ خاں (شجاعت جنگ پساور)

سعادت یار خاں (وزیر مالیات محمد شاہ)

محمد معظم خاں      محمد اعظم خاں      محمد مکرم خاں

چار صا حبراویاں      حافظ اکرم علی خاں

تین صا حبراویاں      ام العمار ضا علیا      حکیم تقی علی خاں      جعفر علی خاں

رئیس لقیار مولانا نقی علی خاں والد مولانا احمد رضا  
بسیروی      تین صا حبراویاں

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی علی خاں صاحب داد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب

حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ	استاذ زین حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب	محمد رضا خان صاحب	تین صاحبزادیاں
--	---	-------------------	----------------

(۱) حجاب بیگم (۲) احمدی بیگم (۳) محمدی بیگم  
زوجہ وارث علی خاں زوجہ شامیران خاں زوجہ کفایت اللہ خاں

تجربہ الاسلام حامد رضا خان	مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان صاحب	پانچ صاحبزادیاں
----------------------------	-----------------------------------	-----------------

(۱) مصطفائی بیگم (۲) کنیز حسن (۳) کنیز حسین (۴) کنیز حسین (۵) مرتضائی بیگم

# خانہ فی حال

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا خاندان عظمت و تقدس  
**سعید اللہ خاں صاحب** میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ جناب  
 سعید اللہ اشجاعت جنگ بہادر، مسلماً ملک افغانستان کے مشہور شہر قندھار کے موقر قبیلہ  
 بڑیچ کے پٹھان تھے۔

لفظ بڑیچ کا لفظی تجزیہ مولانا رحمان علی نے تذکرہ علماء ہند میں اس طرح کیا ہے۔  
 تجزیہ لفظ بڑیچ :- بائے موحده تازی (ب) رائے نقیلہ ہندیہ (ڑ) دو لوزں مفتوح  
 یا ئے تختانیہ ساکن (ی) جمیم فارسی (ج) موقوف۔ ایک گروہ افغان کلاب سے  
 روہیلہ بھی کہتے ہیں۔

فاضل بریلوی کے مورث اعلیٰ سعید اللہ خاں صاحب شاہ محمد کے ہمراہ  
 ہندوستان آئے اور پھر یہیں بودوباش اختیار کر لی۔ فہم و فراست میں القسوس  
 فنو اسستہ المؤمنین کی تصور تھے۔ انتظامی ملاحیت اور سیاسی سوجھ بوجھ  
 سے متاثر ہو کر مغل شہنشاہ نے شیش ہزاری کا منصب عطا کیا اور لاہور کے شیش محل  
 کو آپ کی جاگیر قرار دیا۔

جناب سعادت یار خاں صاحب جناب سعید اللہ خاں صاحب  
**سعادت یار خاں صاحب** کے سعادت مند فرزند تھے امانت و دیانت آپ کے اندر  
 کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس کی وجہ سے حکومت وقت نے آپ کو وزیر مالیات کا

مہ ماہنامہ قاری دہلی، ۱۴۱۱ھ مطابق ستمبر ۱۹۹۰ء

عہدہ عطا کیا تھا اور ضلع بدایوں کے کسی مواضع آپ کو جاگیر میں دیئے تھے۔ چنانچہ حکومت کی جانب سے ایک مہم سر کرنے کے لئے آپ کو رو سیلکھنڈ بھیجا گیا جہاں آپ نے اپنی سیاہی سوچ بوجھ اور جوان مردی کا خوب خوب مظاہرہ کیا۔ فتح و کامرانی نے آپ کے قدم چومے فتحیابی کے بعد شاہی فرمان پہنچا کہ آپ کو اس علاقے کا صوبیدار مقرر کیا جاتا ہے۔ مگر حیثیت صد حیف جس وقت آپ کو شاہی فرمان ملا اس وقت آپ دنیا و آخرت کے درمیان آخری منزل طے کر رہے تھے **إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ** ۵

**مولانا محمد اعظم خاں** | مغلیہ حکومت کی وزارت علیا کے عہدے پر فائز تھے آپ مستقلاً دہلی سے بریلی تشریف لائے اور محلہ معماران میں اقامت اختیار کی۔ کچھ دنوں تک آپ نے حکومت کے فرائض انجام دیئے۔ مگر طبیعت میں فقر و غنا تھا اس لئے روپیہ و دنیاوی امور سے بیزار ہو کر گوشہ تنہائی اختیار کر لیا تاکہ دنیا ہو جانے کے بعد عبادت و ریاضت آپ کا محبوب مشغلہ ہو گیا حتیٰ کہ اسکی حال میں محلہ معماران میں انتقال کیا آپ کا مزار آج بھی مرجع خلایق ہے۔

**مولانا حافظ کاظم علی خاں** | شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے اس زمانے کا یہ عہدہ آج کل کے ڈی ایچ کے منصب کے برابر تھا دو سو سو روپے

کی بٹالین خدمت میں رہا کرتی تھی۔ آپ کو آٹھ گاؤں معافی جاگیر میں ملے تھے۔

**مولانا رضا علی خاں صاحب** | ۱۲۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے صاحب کرامت و کرامت بزرگ تھے آپ نے مولوی غلام علی خاں

شہر ٹونک (راجستھان) سے جملہ علوم متداولہ حاصل کئے بائیس سال کی عمر میں سند اعانت سے مشرف ہوئے حکومت وجہانبانی سے اس خاندان کا رشتہ آپ کی کے دم قدم سے منقطع ہوا اور یہ خاندان مستقلاً علم، فقر اور رویشی سے مشرف ہو گیا

۱۔ سوانح اعلیٰ حضرت۔ مولانا بدرالدین احمد بدرالہفت گلشن رحمت دہن باد صہبک

آپ کے علم و فضل کی شہرت ہندوستان میں ووردراز مقامات تک پھیلی آپ علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی خصوصاً تصوف میں اچھی دسترس رکھتے تھے سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں یہ آرزو چل کر رہ جاتی کہ وہ سلام میں پہل کریں۔ کبھی اپنے نفس کے لئے غضبناک نہیں ہوئے حد تو یہ ہے کہ ایک بے دین نے آپ پر تلوار سے حملہ کیا تو اس کو بھی معاف فرما دیا۔ اسی طرح ایک کنیز کے ہاتھوں آپ کا آٹھ سالہ لڑکا محمد عبداللہ خاں مارا گیا تو آپ نے اس کو آزاد فرما دیا۔ اتباع سنت میں اپنی نظیر آپ تھے ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء میں انتقال فرمایا ۲۲ جمادی الاول کو سپرد خاک کیا گیا۔

مولانا احمد رضا خاں نے اپنے جد امجد کی ولادت، ختم درس اور وصال کی تاریخیں مندرجہ ذیل عربی اشعار میں کہی ہیں۔

قال اضاءنا القمر

۱۲۲۲ھ

قال اثار الدرر

۱۲۲۷ھ

قال محجل اعراب

۱۲۸۲ھ

قلت فكيف نهتدي

قلت ختام درسم

قلت فعام فقله

راحیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ڈاکٹر محمد سعید احمد، مطبوعہ ممبئی ص ۸۵

## رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب کیم ربیع ۱۳۲۶ھ محلہ ذخیرہ بریلی میں پیدا ہوئے والد ماجد سے تعلیم و ترتیب پائی۔ فراغت کے بعد مدرس و تصنیف میں مشغول ہو گئے۔ بریلی میں فتنہ امکان نظیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سدباب میں سعی بلیغ کی۔

حضرت تاج الفحول کی معیت میں ۱۳۴۳ھ میں مارہرہ حاضر ہو کر حضرت شاہ آل رسول قدس سرہ کے مرید ہوئے اسی مجلس میں خلافت سے نوازیے گئے ۱۳۹۵ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت سید احمد زینی و علان وغیرہ علماء کرام نے سند حدیث سے نوازا۔ ۱۳۹۷ھ ذیقعدہ بروز پچیسویں بوقت ظہر اکیاون برس کی عمر میں تقاریب سے ہمکنار ہوئے۔ فرزند اکبر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بہت سے تاریخی مادے استخراج کئے انہیں میں سے ایک خاتم اجلۃ الفقہاء ہے۔

فاضل بریلوی کے والد گرامی رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب ایک کثیر التصانیف عالم گذرے ہیں جن کی مشہور تصانیف

حسب ذیل ہیں۔

- (۱) الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح - ۴۳۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب سورۃ الم نشرح کی تفسیر، مسائل وینیہ اور سیرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔
- (۲) وسیلۃ النجاة :- نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ۔

۱- تذکرہ علماء اہلسنت۔ محمود احمد قادری۔ خانقاہ قادریہ اسلام آباد مظفر پور ص ۵۱/۵۲

(۳) سرور القلوب فی ذکر المحبوب

(۴) جواہر البیان فی اسرار الارکان - ارکان اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے فضائل اور اسرار پر بے مثل کتاب - کئی سال پہلے مکتبہ حامدیہ لاہور نے شائع کی تھی۔ امام احمد رضا نے اس کے ڈھائی صفحات کی شرح ایک ملبوط کتاب "زواہر الجنان من جواہر البیان" لکھی تھی جس کا تاریخی نام "سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری" ہے۔

(۵) اصول الرشاد لفتح مبانی الفساد۔

(۶) ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ

(۷) اذاتۃ الانام لما نغی عمل المولد والقیام

(۸) فضل العلم والعمار

(۹) ازالۃ الاوہام

(۱۰) تزکیۃ الایقان

(۱۱) الکواکب الزہرا فی فضائل العلم و آداب العمار: علم کے فضائل اور آداب علم کے موضوع پر اس رسالہ کی احادیث کی تخریج امام احمد رضا بریلوی نے فرمائی جس کا نام "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" ہے۔

(۱۲) الروایۃ الرویۃ فی اخلاق النبویۃ: نبی اکرم صلی اللہ کے اخلاق کریمہ کا بیان

(۱۳) النقاۃ النقیویۃ فی الخصال النبویۃ: خصائص مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱۴) لمعۃ النبراس فی آداب الاکل واللباس: کھانے پینے اور لباس کے آداب

(۱۵) التکلیف فی تحقیق مسائل التزین: زیب و زینت کے مسائل

(۱۶) احسن الوعار فی آداب الدعار

(۱۷) خیر المناظرات فی المحاسن والمراقبۃ: محاسن نفس اور مراقبہ کے مسائل

(۱۸) ہدایۃ المشتاق الی سیر النفس والاقان: سیر نفس اور سیر کائنات کی تفصیلات و مسائل



(۱۹) ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب و طلب ثواب اور اس کے آداب

(۲۰) اجمل الفکر فی مباحث الذکر : ذکر کے مسائل

(۲۱) عین المشاہدہ بحسن المجاہدہ : مجاہدہ نفس کے مسائل

(۲۲) تشوق الاواہ الی طریق محبۃ اللہ : محبت الہی کے طریقے اور اس کے تقاضے۔

(۲۳) نہایۃ السعادتہ فی تحقیق الہمتہ والارادۃ : ہمت اور ارادہ کے معنی کی تحقیق

(۲۴) اتوی الذریعۃ الی تحقیق الطریقۃ والشرعیۃ : شریعت و طریقت کا باہمی ربط و تعلق

(۲۵) ترویج الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح

## سے مدنی خاں والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی والدہ ماجدہ مدنی خاں بنت لؤاب اسفند یار بیگ ایک پاک سیرت و پاک طینت خاتون تھیں۔ شروع ہی سے احکام شرعیہ کی متبع و پابند رہیں کبھی کوئی کام خلاف شرع نہیں کیا۔ ان کے فہم و ذکا اور دانش و حرد کے بارے میں مولانا حسنین رضا خاں ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں سن بریلوی رقمطراز ہیں۔

”وہ مغلیہ خاندان کی بڑی غنیور، انتہائی ہوشمند اور صائب الرائے خاتون تھیں۔ انہوں نے بڑی عمر پائی۔ اعلیٰ حضرت کے عہد طفلی کے اکثر حالات مجھے انہیں سے معلوم ہوئے۔ مولانا نقی علی خاں اپنے خاندان اور اجاب میں سلطان عقل مشہور تھے اعلیٰ حضرت کی والدہ وزیر عقل

علا سرور القلوب فی ذکر المحبوب۔ مفتی نقی علی خاں رضا کیڈمی بمبئی (ذکر مصنف)

اور آئے چل کر فاضل مصنف اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

” اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضا خاں صاحب بڑے صاحبزادے) کو گھر کے ایک والان میں پڑھانے بیٹھے وہ پچھلا سبق سن کر آگے سبق دیتے تھے پچھلا سبق جو سنا تو وہ یاد نہ تھا اس پر ان کو سزا دی۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ محترمہ دوسرے والان کے کسی گوشے میں تشریف فرما تھیں۔ انہیں کسی طرح اس کی خبر ہو گئی۔ وہ حضرت حجۃ الاسلام کو بہت چاہتی تھیں غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دوہتر مارا اور فرمایا تم میرے حامد کو مارتے ہو۔ اعلیٰ حضرت فورا جھک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ اماں اور ماریے۔ جب تک کہ آپ کا غصہ فرو نہ ہو۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے ایک دوہتر اور مارا۔ اعلیٰ حضرت سر جھکائے کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں۔“

اس وقت تو جو غصہ میں ہونا تھا ہو گیا مگر اس واقعہ کا ذکر جب کرتیں تو آب دیدہ ہو کر فرمائیں دوہتر مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے کہ ایسے مطیع و فرمانبردار بیٹے کو جس نے خود کو پٹنے کے لئے پست کر دیا دوہتر مارا، افسوس! ۱۱

مولانا احمد رضا خاں فاضل ریلوی اپنے والدین کے بڑے ہی مطیع و فرمانبردار تھے۔ ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیتے تھے۔ اور ان کے والدین بھی ان کا خصوصی خیال کرتے تھے۔ مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں۔

” والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا۔ اپنے حصہ جائیداد کے خود مالک تھے مگر سب اختیار والدہ ماجدہ

۱۔ سیرت اعلیٰ حضرت، مولانا حسین رضا خاں صاحب، مکتبہ مشرق بریلی ص ۵۲

۹۲/۹۱

کے سپرد تھا وہ پوری مالکہ و متصرفہ تھیں جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لئے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے۔

اور آگے چل کر فاضل مصنف اسی صفحہ پر لکھتے ہیں :

میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادر اصغر اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب جلف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ <sup>۱۳۳۳ھ</sup> میں حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئیں تو حضور (مولانا احمد رضا خاں صاحب) بھی انسی تک ان کو پہنچانے تشریف لے گئے کہ وہاں سے بمبئی میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے جو سیدھا بمبئی جائے گا اور وہیں بدینا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج و زیارت کے سفر کا بالکل نہ تھا کہ حج فرض ادا ہو چکا تھا زیارت سے مشرت ہو چکے تھے۔ صرف ان کی مشایعت مقصود تھی۔ اسی درمیان میں اعلیٰ حضرت کو اپنی ایک لغتیہ غزل یاد آگئی جس کا مطلع ہے

گذرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر  
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

جس کا ایک شعر یہ ہے

وائے محرومی قسمت کہ میں پھراب کے برس  
رہ گیا ہمرہ زوار مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں یوں نظم فرمایا ہے

عہ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین قادری بک ڈپو بریلی ص ۴۲

پھر اٹھا ولولہ یا و منمیلان عرب  
پھر کھینچا دامن دل سوئے بیابان عرب

اسی وقت حج و زیارت تہ بکہ خاص زیارت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصد فرمایا لیکن والدہ ماجدہ کی بغیر اجازت سفر مناسب نہ جانا اس لئے ان کی گاڑی بھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ جب مل گئی مسلمان ہوئے، ورنہ جھانسی سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آتے تھے۔ اجازت مل جانے کے بعد سامان سفر مکمل فرمایا اور روانہ ہوئے۔ حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کے پہنچنے تک وہ جہاز روانہ نہ ہوا تھا۔ سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ مبارک سفر بخیر و خوبی انجام پایا۔ اسی سفر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا یہ شعر ہے

کسیہ کا نا آنگ نہ ریا طیب ہی کہہا

پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بہن بھائیوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا حسین رضا خاں صاحب رقمطراز ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ میں بھائی تھے اور ابتدائاً ان کی تین بہنیں تھیں سب سے چھوٹی بہن (محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں) کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے اور ان دو بہنوں سے چھوٹے تھے۔ مگر رب العزت نے ان کو عزت و وقار میں سب سے بڑا کر دیا تھا وہ اپنے بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ کرتے ان کی عزت ہر چھوٹا بڑا یکساں کرتا تھا۔

۱۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین۔ قادری بک ڈپو بریلی ص ۲۳/۲۴

۲۔ سیرت اعلیٰ حضرت مولانا حسین رضا خاں صاحب۔ مکتبہ مشرق بریلی ص ۴۵

# حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی

مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کی ولادت باسعادت . ۱۲ شوال المکرم ۱۲۵۶ھ  
۱۲ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ء سبت بروز شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی شریف کے  
محلہ جبولی میں ہوئی .

فاضل بریلوی نے اپنا سن ولادت قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے نکالا  
ہے اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ  
حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کی پیدائش کے وقت آفتاب منزل عشر میں تھا جو اہل نجوم کے  
مزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے . ولنعلم من قال ۷

دنیا ہزار حشر جہاں ہیں عفور میں  
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل عشر کی ہے

ولادت کی بشارت | جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت  
اعلیٰ حضرت قبلہ بطن مادر میں تھے آپ کے والد ماجد

صاحب نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا جس کی وجہ سے کچھ پریشانی سنی لاحق ہوئی رات  
بھر اس خواب کی فکر میں رہے اور صبح اٹھے تو بھی اس کی تشویش باقی تھی . صبح حضرت سرایا  
فیض و برکت علامہ مولانا رضا علی خاں صاحب اور اپنے والد ماجد علیہما الرحمہ سے خواب بیان  
فرمایا تو حضرت ممدوح نے فرمایا بہت مبارک خواب ہے . بشارت ہو کہ پروردگار عالم  
تمہارے نطفہ سے ایک فرزند عطا فرمائے گا جو علم کے دریا بہائے گا جس کا شہرہ مشرق

ملا نقیہ اسلام مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں . اسلامک پبلیکیشن سنٹر پیٹہ ۲۵



# عہد طفلی

فاضل بریلوی کے عہد طفلی کی تصویر کشی کرتے ہوئے مولانا محمود احمد قادری رقمطراز ہیں :

” اعلیٰ حضرت کا بچپن بہت ناز و نعم میں گزرا، فطری طور پر ذہین تھے اور حافظہ بلا کا قوی تھا۔ جد امجد مولانا رضا علی خاں صاحب (متوفی ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء) نے عقیقہ کے دن خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ فرشتہ گیتی پر قدم رکھتے ہی یہ بچہ اپنے وقت کا فاضل و عارف ہوگا، اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں :

” امام احمد رضا بریلوی کا بچپن عام بچوں سے حیرت انگیز حد تک مختلف تھا۔ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید پڑھ لیا۔ چھ سال کی عمر میں بڑے مجمع کے سامنے ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف کے موضوع پر پہلی طویل تقریر کی اور تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں مروجہ علوم سے فارغ ہوئے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ایک مرتبہ فرمایا، میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی۔ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ نما ہوئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی اس بزرگ ہستی کو بھر کبھی نہ دیکھا۔“

اور ڈاکٹر حسن رضا خاں نے بھی اپنے تحقیقی مقالے ”نقیبہ اسلام“ میں فاضل بریلوی کے عہد طفلی کا اسی طرح ایک واقعہ نقل کیا ہے۔

”حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا عہد طفلی بھی طہارت نفس، اتباع سنت، پاکیزہ اخلاق اور حسن سیرت کے اوصاف سے مزین تھا۔ تقریباً ساڑھے تین سال کی عمر ہی ایک نیچا کرتا پہنے ہوئے اپنے گھر سے باہر نکلے تھے کہ ایک گاڑی پر کچھ طوائفیں بیٹھی ہوئی کسی رئیس کی تقریب میں گانے بجانے جا رہی تھیں۔ ان کا سامنا ہوتے ہی فوراً اپنے کرتے کا دامن

۱۔ نقیبہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشن سنٹر، لاہور۔ ۱۳۱

۲۔ اندھیرے سے اجالے تک۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری۔ مرکزی مجلس رضالامور، لاہور۔ ۸۹

اسٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیا۔ عوا نغیس بننے لگی۔ ان میں سے ایک بولی واہ صاحبزادے آنکھوں کو  
 پھپھایا اور ستر کو کھول دیا۔ بڑبڑایا ایسا نغیس جوا۔ عہد طفلی میں دیا کہ بڑے بڑے ماہرین نفسیات  
 کے لئے سروھننے کا موقع ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے اور جب  
 دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔

یہ جواب سن کر وہ سکتہ میں رہ گئیں کہ یہ کوئی ساڑھے تین سال کا بچہ ہے یا ساڑھے سال کا  
 ماہر نفسیات بول رہا ہے؟

غرضیکہ فاضل بریلوی کا عہد طفلی شیخ سعدی کے اس شعر کا آئینہ دار تھا ہے

بالائے سرش ز ہوش مندی

می تافت ستارہ بلند می

ورنہ پھر تین چار سال کی عمر میں اس طرح احکام شرعیہ کی پاسداری کرنا اور نفسیات  
 کے اتنے بڑے اور اہم مسئلہ کا دو ٹوٹک جواب دے دینا عقل و درایت سے بہت بعید  
 معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس طرح کے واقعات کا ظہور و صدور اسی وقت اس بات کی نشاندہی  
 کر رہا تھا کہ یہ شخصیت انفق علم پر ابھر کر مشرق و مغرب پر چھا جائے گی۔ اور آپ کے جد امجد نے جس  
 کی شہادت دی ہے (یعنی جو علم کے دریا بہائے گا

جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا) اس کی تصدیق و تائید کرے گی۔



**شادی** | فاضل بریلوی کا عقد مسنون شیخ فضل حسین صاحب کی صاحبزادی ارشاد بیگم سے ۱۲۹۱ھ میں سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر پر میں ہوا۔ شیخ فضل حسین صاحب ریاست رام پور میں گورنمنٹ کی طرف سے ڈاکخانہ میں ملازم تھے۔

مجدد اسلام کے مولف لکھتے ہیں کہ :

”یہ شادی مسلمانوں کے لئے شرع پر عمل کا ایک بہترین نمونہ تھی۔ اپنا گھر تو اپنا گھر آپ نے لڑکی والوں کے یہاں بھی خبر سمجھو ادی کہ کوئی بات شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو چنانچہ ان حضرات نے بھی غلط رسم و رواج سے اتنا اجتناب کیا کہ لوگ ان کی دین داری اور پاس شرع کے قائل ہو گئے اور بڑی تعریف کی۔“

**بیعت و ارادت** | فاضل بریلوی نے بیعت و ارادت کا شرف حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی سے جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ میں اپنے والد ماجد مفتی نقی علی خاں اور تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی کی بیعت میں ماننا برکاتہ مارہرہ ضلع ایٹہ پہنچ کر حاصل کیا۔

آپ کی بیعت و ارادت کے بارے میں مشہور ہے کہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ کو آپ دوپہر کے وقت روتے روتے سو گئے۔ خواب میں حضرت جد امجد علیہ الرحمہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے حضور کو ایک صند و پتی عطا فرمائی اور کہا کہ وہ شخص عنقریب آنے والا ہے جو تمہارے درود کی دوا کرے گا۔

اسی کے دوسرے دن حضرت علامہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدایوں سے تشریف لائے اور آپ کو اپنے ہمراہ مارہ شریف لے گئے اور حضور سید شاہ آل رسول

ملکیات اعلیٰ حضرت - علامہ ظفر الدین بہاری - قادری بک ڈپو بریلی ص ۱۳۵

مجدد اسلام - نسیم بیگم - نوری بک ڈپو کانپور ص ۳۲/۳۳

احمدی نور اللہ مرقدہ کی خدمت گرامی میں پیش کیا۔ جنہوں نے ان حضرات کو دیکھتے ہی فرمایا  
 ”آئیے! ہم تو کئی روز سے انتظار کر رہے ہیں“

پھر آپ کو مرید کیا اور اسی وقت تمام سلسلوں کی اجازت بھی عطا کر دی۔ یعنی دولت  
 خلافت بھی بخش دی اور جو عدلیات و ترکات سلف سے چلے آ رہے تھے وہ بھی عنایت  
 فرمائے اور ایک صندوق جو وظیفہ کی صندوقچی کہی جاتی تھی اور ساتھ ہی ان وظائف کی اجازت  
 بھی مرحمت فرمائی۔ اس سے دیگر حاضرین و مریدین کو رشک ہوا۔ عرض کی حضور! اس بچے پر یہ کرم  
 کیوں ہوا؟

ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم احمد رضا کو کیا جانو۔

یہ فرما کر رونے لگے اور ارشاد فرمایا: قیامت کے دن رب تبارک و تعالیٰ اگر ارشاد فرمائے گا  
 کہ آل رسول! تو دنیا سے کیا لایا۔ تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا۔  
 اور فرمایا کہ یہ چشم و چراغ خاندان میں اوروں کو تیار ہونا پڑتا ہے یہ بالکل تیار آئے تھے  
 انہیں مہر و نسبت کی ضرورت تھی“

فاضل بریلوی دوبار حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے  
 پہلی بار ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء میں اور دوسری بار ۱۳۳۳ھ ۱۹۰۵ء

## حج و زیارت

میں (۱) المنیۃ البیضاء (۲) الحج المکمل السنۃ (۳) فتاویٰ الحرمین (۴)  
 مساجد الحرمین (۵) الدولۃ الملکیہ (۶) کفیل الفقہ الفناہم وغیرہ  
 کتب انہیں دونوں سفروں کا شاہکار عربی تصانیف ہیں ان میں سے بعض کتابوں پر علماء اہل  
 نے اپنی تصدیقات و تقریحات تحریر کیں۔

نسین اختر مصباحی، اپنے ایک مقالہ میں رقمطراز ہیں:  
 ”سرزمین حجاز میں آپ کی بے پناہ مقبولیت کے بارے میں شیخ کریم اللہ مہاجر مدنی (تلمیذ

ما مجدد اسلام، نسیم بسوی، نوری بابا، ڈیوکانپور ص ۳۷/۳۸

شیخ ال دلائل محمد عبدالحق مہاجر مکی (م ۱۳۳۳ھ) اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔  
 مدینہ طیبہ میں کئی سال سے میرا قیام ہے۔ ہندوستان سے ہزاروں اصحاب علم آتے  
 ہیں۔ ان میں علماء صلحاء القیاد بھی ہوتے ہیں۔ شہر کے گلی کوچوں میں ان کی آمدورفت رہتی ہے  
 مگر ان کی طرف یہاں کے لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی۔ لیکن بڑے بڑے علماء آپ کے پاس جوق درجوق  
 آتے اور تعظیم و تکریم میں لگے رہتے ہیں یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے  
 عربی سے ترجمہ الاجازت المتینہ مرتبہ مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی،  
 مشہور مورخ مولانا رحمن علی ممبر کونسل ریاست یوواں اسی سلسلہ میں رقمطراز

ہیں۔  
 روز نماز مغرب بمقام ابراہیم علیہ السلام خواندہ بعد نماز امام شافعیہ حسین بن صالح بھلی  
 اللیل بلا تارف سابق دست صاحب (مولانا احمد رضا بریلوی) گرفتہ فرمودہ راجی لاجب  
 دنور ادش، من حد الجبین پس صحاح ستہ واجازت سلسلہ قادری و مستحق خاص فرمودہ  
 کرنام تو ضیاء الدین احمد است در سند مذکور تا امام بخاری علیہ الرحمہ یازدہ و سائل اندر ص ۱۶  
 تذکرہ علماء ہند مطبوعہ لوک شور کھنؤ ۱۹۶۲ء  
 اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ جناب ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:  
 "علمائے حجاز سے بعض فقہی مسائل میں آپ (فاضل بریلوی) کا مذاکرہ ہوا چند رسائل لکھے اور  
 علماء ہند کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ بعض سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ فقہی متون اور اختلافی  
 مسائل پر آپ کے دفور علم، وسعت معلومات، سرعت تحریر اور زکاوت و ذہانت دیکھ کر سب  
 لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔ عربی سے ترجمہ ص ۳۹۳۸ زہبتہ الخواطر جلد ہشتم دائرۃ المعارف  
 حیدرآباد ۱۹۶۰ء"۔

۱۰ ماہنامہ حجاز لندن مارچ ۱۹۸۸ء ص ۲۴/۲۵

# مولانا حسن رضا خاں صاحب

حضرت مجدد ملت مولانا احمد رضا بریلوی کے چھوٹے بھائی۔ نام نامی حسن رضا مریح الاول  
۱۲۶۶ھ سال پیدائش، قدوة العلماء مولانا رضا علی کو ان کی ولادت کی خبر دی گئی انہوں نے فسر بایا  
”یہ پیامبر امت ہوگا“

تعلیم والد اور برادر اکبر سے پائی۔ شعر گوئی میں خاص ملکہ تھی۔ فصیح الملک و فصیح و ہلوی سے عشقیہ  
شاعری میں مشورہ سخن کرتے تھے۔ لغت گوئی سے خصوصی شغف تھا قواعد شعری کا پورا التزام کرتے تھے  
لغتیہ کلام کا مجموعہ ”ذوق لغت“ کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے نام تاریخی ہے۔ ۲۲ رمضان  
۱۳۲۶ھ سال وفات ہے۔

ایک مقام پر حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی استاذ من حضرت حسن بریلوی  
کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:  
”میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مراد آبادی کا کلام سنتا ہوں۔

اس لئے کہ ان کا کلام میزان شریعت میں تلا ہوا ہوتا ہے، اگرچہ حضرت کافی کے یہاں لفظ عربی  
کا استعمال بھی موجود ہے۔ اگر وہ اپنی اس غلطی پر آگاہ ہو جاتے تو یقیناً اس لفظ کو بدل دیتے،  
اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حسن بریلوی اپنے زمانے میں ایک بلند پایہ اور صاحب  
کمال شاعر تھے۔ اولاً ان کی شاعری کا محور و مرکز صنف نازک غزل رہی مگر جب اس کی بنی شائی  
کا احساس ہوا تو اپنے برادر اکبر حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کے نفیس ورم کی اتباع کرتے ہوئے لغت

ملتذکرہ علماء اہلسنت۔ مولانا محمود احمد قادری ص ۷۹/۷۸

۲۔ معارف رضا ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۶۵

گوئی گو اپنی فکر کا محور و مرکز بنایا اور حضرت رضا بریلوی سے استفادہ کیا چنانچہ ایک نعتیہ قطع میں فرماتے ہیں

بھلا ہے حسن کا جنابِ رضا سے

بھلا ہو الہی جنابِ رضا کا

حسن بریلوی کی نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی لکھتے ہیں :

حسن کی نعتیں پڑھنے کے بعد معاً یہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا نعت میں غزل کی مخصوص زبان یا پیرایہ اظہار اختیار کیا جاسکتا ہے۔ میں نے کتنے صاحب الرائے افراد کو کہتے سنا ہے کہ غزل کی زبان میں نعت لکھنا گستاخی و بے ادبی سے عبارت ہے مگر میں ایسا نہیں سمجھتا نعت جزو شاعری بننے کے بعد سرمایہ ادب ہے۔ لہذا ادب کو ادبی تنقید کی روشنی میں دیکھنا ہوگا۔ نعت اصنافِ نظم میں سے ہے جس کا تعلق تو تمہید رسول سے ہے غزل اقلامِ شعر میں سے ہے جیسے مثنوی، قصیدہ، مستزاد، مسطر و غیرہ بالفاظ دیگر نعت مضمون ہے اور غزل فارم، ہر فارم دوسرے فارم سے مختلف ہے۔

غزل کی اشاریت مضمون، لب و لہجہ، قصیدہ و مثنوی سے مختلف ہے نعت کیلئے کوئی مخصوص فارم نہیں۔ توصیف رسول شعر کی کسی قسم میں کی جاسکتی ہے۔ ہم ایسے کلام کو نعتیہ غزل، نعتیہ مثنوی، اور نعتیہ قصیدہ کہتے ہیں۔ نعتیہ مثنوی، قصیدہ میں مثنوی و قصیدہ کا ماحول ملے گا تبدیلی صرف مضمون کی ہوگی یعنی اس کا تعلق بشر سے نہیں افضل البشر سے ہوگا۔ نعت کی موجودگی میں غزل غزل رہے گی مثنوی اور قصیدہ میرے خیال میں تو خود اپنی جگہ یہ اعلیٰ فنکاری ہے کہ غزل کی بنیادی خصوصیات اور تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نعت لکھی جائے لہذا اس طرح کی باتیں کہ یہ لفظ غزل کا ہے نعت میں کیوں استعمال ہوا مثلاً دوازہ تنقید بلکہ نا سنجی کی باتیں ہیں یہ ملے

ما چند شعرا کے بریلی۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی ص ۱۵۱/۱۵۲

اور رئیس المتغزین مولانا حسرت موہانی نے حضرت حسن بریلوی کی شاعری پر یوں اظہار خیال

کیا ہے:

شاگردان مرزا داغ میں حسن مرحوم بریلوی کا پارہ شاعری بہت بلند تھا وہ بجائے خود استاذ مستند تھے۔ انہوں نے اپنے انداز سخن کو استفادے کے رنگ کلام سے مشابہ بنانے میں اس قدر کامیابی حاصل کی ہے کہ اکثر قطعوں میں داغ و حسن کی شاعری میں فرق کرنا مشکل ہے۔  
رجوالہ از اردو کے معنی علی گڑھ جون ۱۹۱۲ء ص ۱۷

استاذ من حضرت حسن بریلوی کی تاریخ وصال میں قدرے اختلاف ہے تذکرہ علماء اہلسنت کے مرتبہ نے کلمت تاریخ وصال ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ کی ۲۲ تاریخ تحریر کی ہے۔ مگر فاضل بریلوی کے مرید و خلیفہ مفتی برہان الحق حضرت حسن بریلوی کی تاریخ وصال کے بارے میں اپنی کتاب "اکرام امام احمد رضا" میں رقمطراز ہیں:

دو قاری بشیر الدین صاحب برابر عیال رہے ۲ شوال ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء کو صبح نماز فجر کے وقت ان کا انتقال ہو گیا دوسرے دن یعنی ۳ شوال ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء کو بریلی میں اعلیٰ حضرت کے بھائی مولانا حسن رضا خاں کا وصال ہوا ادھر سے چچا کے انتقال کا تاریخاً ادھر سے مولانا حسن رضا خاں کے انتقال کا تاریخاً آیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط ۲  
اس سے ثابت ہوا کہ حضرت حسن بریلوی کا انتقال رمضان المبارک میں نہیں بلکہ ۳ شوال کو ہوا۔

**تصانیف** (۱) ذوق لغت (۲) شہر فصاحت (۳) دین حسن (۴) انتخاب شہادت (۵) مصمص حسن برادر فتن (۶) ساغر کیفیت (۷) دکارستان لطافت

ملا سیرت اعلیٰ حضرت، مولانا حسین رضا خاں، قادری بلڈ پور بریلی ص ۱۵  
۲ اکرام امام احمد رضا، مفتی محمد برہان الحق، مجلس العلماء مظفر پور ص ۳۶ ذوق لغت، مولانا حسن رضا بریلوی اشرفی کتاب گھر  
صفحہ ۱۷۰ آیا، لکھنؤ۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے لغتیہ دیوان ذوق لغت یہ بھی تاریخ وصال ۳ شوال ۱۳۲۶ھ ہی تحریر ہے۔ نمونہ کلاماً قیام میں لکھ چکا ہے۔ (سراج احمد لہوتوی)

## مولانا محمد رضا خان صاحب

مولانا محمد رضا خان صاحب رئیس الائمہ تیار سنہ ۱۹۳۵ء مفتی نقی علی خاں صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے اور امام احمد رضا کے برادر اصغر تھے۔ امام احمد رضا سے شریعت و فہم مسائل کی عالم الفرائض میں مہارت رکھتے تھے اور دراستہ کے متعلق سوالات کے جوابات تحریر فرماتے تھے آپ کی صاحبزادی حضرت مفتی انجم ہند مولانا مطلق رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سے منسوب تھیں۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے وصال کے بعد امام احمد رضا کی جاگیر کو سارا انتظام آپ کے سپرد ہو گیا تھا۔ خاندان کی ساری جاگیر کا انتظام والفقہ امام آپ ہی کرتے تھے۔ امام احمد رضا کو آپ سے بڑی محبت تھی ایک مرتبہ آپ نے اپنی بیوی کے لئے سونے کے کڑے بنوا دیئے۔ کسی چٹلموز نے امام احمد رضا سے شکایتاً ذکر کیا آپ نے فرمایا :

اگر ننھے میاں (مولانا محمد رضا خان) نے یہ کڑے اپنے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا مال عطا فرمایا اور اگر میرے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ ننھے میاں نے میرے مال کو اپنا مال سمجھا۔  
یہ سن کر چٹلموز خور خاموش ہو گیا۔

مولانا محمد رضا خاں کا عرفیت ننھے میاں تھا اور امام احمد رضا کا عرفیت امین میاں تھا۔ مولانا محمد رضا خاں سفر حج میں بھی امام احمد رضا کے ساتھ رہے۔ مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کے انتقال کے بعد تقریباً ۱۹۳۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔

۱۔ مکتوب پر وغیرہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد بنام مقالہ نگار، ورقہ ۱۸، رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

# حجابِ سلیم

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی سب سے بڑی بہن تھیں جو سر اپا اکم باسکی تھیں۔  
حجابِ سلیم کا عقد مسنون وارث علی خاں سے ہوا تھا۔ حجابِ سلیم بڑی ہی نیک اور عقیقہ خاتون تھیں  
پچن ہی سے صلوٰۃ و صوم کی پابند تھیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا پچن انہوں نے شعور و فکر کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔  
بلکہ فاضل بریلوی کی ولادت کے وقت فاضل بریلوی کے بارے میں بزرگوں نے جو نشاندریاں  
کی تھیں ان کی روایت انہوں نے اپنی اولادوں سے کی جیسا کہ ماقبل میں آپ کے صاحبزادے  
علی محمد خاں صاحب کی بیان کردہ ایک روایت گزر چکی ہے۔ ایک طویل عمر کے بعد دنیائے فانی  
سے دنیا سبائی کی طرف کوچ کیا۔

# احمدی سلیم

فاضل بریلوی کی دوسری بہن کا نام احمدی سلیم تھا۔ ان کا نکاح شاہ ایران خاں کے  
سہرا ہوا تھا یہ بھی بڑی ہی نیک طبیعت خاتون تھیں اپنی والدہ اور بڑی بہن حجابِ سلیم کے  
بڑی ہی مطیع و فرمانبردار تھیں۔ والدہ اور بڑی بہن کے کردار کو اپنی زندگی کی تابانی کے لئے  
اسوہ حسنہ کے طور پر اختیار کیا۔ چونکہ گھر کا ماحول مکمل طور پر اسلامی تھا اس لئے پچن ہی سے  
اسلامی اصول و نظریات روزہ، نماز، زکوٰۃ اور دو وظائف وغیرہ کی پابند رہیں ایک لمبی عمر  
کے بعد انتقال کیا۔



# محمدی سکیم

فاضل بریلوی کی تیسری بہن کا نام محمدی سکیم تھا۔ چونکہ بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں اسلئے ان کی پرورش بڑے ہی لاڈ اور پیار میں ہوئی۔ دونوں بڑی بہنیں جناب سکیم اور احمدی سکیم ان سے بہت محبت کرتی تھیں۔ محمدی سکیم مزاج کی بہت شکفتہ اور ملنسار تھیں۔ شروع ہی سے والدہ اور دونوں بہنوں کے نقش قدم کو اختیار کیا۔ ان کی شادی جناب کفایت اللہ خاں سے ہوئی۔ مگر ابھی کوئی اولاد نہ ہونے پائی کھتی کہ عین عالم شباب میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

## مولانا حامد رضا خاں صاحب مدظلہ بریلوی

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کے بڑے مہاجر اورے تھے۔ ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو شہر بریلی میں متولد ہوئے۔ والد گرامی مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے آپ کا نام "محمد" رکھا اور عرفی نام حامد رضا رکھا پورے نام کی توضیح محمد اقبال احمد قادری نے اپنے ایک مضمون میں اس طرح کی ہے۔

”شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۲ھ میں ربیع الاول شریف کے مبارک مہینے میں اس دار فانی میں شریف لائے آپ ہندوستان کے مشہور، عظیم روحانی و علمی خاندان میں بریلی شریف میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام محمد رکھا اور عرف میں استعمال کرنے کے لئے حامد رضا تجویز فرمایا۔ اگر علم اعدا کی روشنی میں آپ کے نام کا تحبزیہ

کیا جائے تو لفظ "محمد" کے بانوے (۹۲) عدد بنتے ہیں جو آپ کی ولادت پر ولادت کرتے ہیں۔ چونکہ آپ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے، اور اگر لفظ حامد رضا کا علم اعداد سے تجزیہ کیا جائے تو عدد تیرہ سو باسٹھ بنتے ہیں جو آپ کے وصال پر ولادت کرتے ہیں چونکہ آپ کا وصال ۱۳۳۲ھ میں ہوا،

جملہ علوم مرتبہ و متداولہ کی تعلیم تکمیل والد ماجد مولانا احمد رضا فاضل بریلوی سے کی عربی زبان و ادب پر اچھی گرفت تھی۔ آپ کی عربی زبان پر دسترس و مہارت کے بارے میں مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی لکھتے ہیں:

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۳۲۲ھ ۱۹۲۲ء میں حجاز مقدس کے وزیر دفاع حضرت سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ ان مظالم کا ذکر کر رہے تھے جو اہل حرمین و مقابر مطہرہ پر کے جا رہے تھے اور حضرت امام حجۃ الاسلام قدس سرہ ان کے ساتھ برستگی کے ساتھ عربی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ چنانچہ خود حضرت سید حسین دباغ نے فرمایا کہ میں نے اکناف و اطراف ہند کا دورہ کیا مگر ایسی تیز اور نفیس سلیس عربی بولنے والا دوسرا نظر نہ آیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے گفتگو میں ہوئیں۔ بڑی سرت کا اظہار فرمایا اور یہی فرمایا کہ طول و عرض ہند میں ان جیسا عربی بولنے والا کوئی نہ ملا۔"

برہا برس تک دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں درس حدیث و تفسیر دیا۔ آپ کا درس بریضاوی، شرح عقائد نسفی، شرح چغمانی بہت مشہور تھا اتنی واضح اور مفسر تقریر کرتے تھے کہ طلبہ کے ذہن میں بڑی آسانی کے ساتھ اتر جاتی تھی۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب نے کچھ تاریخی اور مثالی کارنامے بھی انجام دیئے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو سب سے پہلے آپ ہی نے

علا ماہنامہ سنی دنیا بریلی، جنوری ۱۹۹۹ء ص ۲۱

۲۱ مدارف رضا ۱۹۹۹ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۶۹/۲۷۰

اس کا رد فرمایا۔ اور اس کے جھوٹے ہونے پر بے شمار براہین و دلائل پیش کئے۔ جس کا ذکر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس طرح کیا ہے:

”مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کے خیر خواہ اور انگریزان کے خیر خواہ۔ بقول علامہ اقبال

”قادیانی تحریک کے بیرون ممالک میں پہلے مراکز دوکنگ (انگلستان) اور عاشق آباد (پاکستان) میں قائم ہوئے۔“ بہر کیف مرزا کے خلاف سب سے پہلے امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے قلم اٹھایا۔ ۱۹۹۷ء میں کانپور سے موصولہ ایک استفتار کے جواب میں ناریاں

کے خلاف یہ رسالہ تصنیف فرمایا، اللہ اعلم الربانی علی اہل القادیانی، ما

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں عربی فارسی اور اردو شعر گوئی پر بڑی قدرت رکھتے تھے اور بلا تکلف مذکورہ زبانوں میں سخن طرازی کرتے تھے۔ جس کو ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ حوجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کو شعر گوئی اپنے والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے ترکہ میں ملی تھی۔ خود فاضل بریلوی نے اپنے دواہن میں مولانا حامد رضا خاں کا ذکر اس طرح کیا ہے

اَنَا مِنْ حَامِدٍ رَضَائِيَّ كَيْ جَلُورِي  
بِحَمْدِ اللّٰهِ رَضَا حَامِدًا وَرَضَا رَضَائِيَّ حَامِدًا

تیرے رضا پر تیری رضا ہو  
اس سے غضب کھراتے یہ ہیں

۱۔ گناہ بے گناہی۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد، مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲۶۷  
۲۔ معارف رضا ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۶۷

بلکہ رضا کے شاگردوں کے  
ناموں سے گھبراتے یہ ہیں

حامد مسنی و انا من حامد  
حمد سے ہمہد کھاتے یہ ہیں

منورہ کلام حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں سے

میں عرض بریں پر جلوہ نگن محبوب خدا سبحان اللہ  
اکس بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سبحان اللہ  
تیراں ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر  
راکب نے کہا اللہ عننی مرکب نے کہا سبحان اللہ  
طالب کا پیرہ مظلوب کو ہے مظلوب کا طالب سے واقف  
پر وہیں بنا کر مل بھی لئے پر وہ بھی رہا سبحان اللہ  
ہے عبد کہاں بسو و معراج کی شب ہے راز نہاں  
دو لڑو حجاب نوز میں تھے خود رنجے کہا سبحان اللہ  
سمجھے حامد انسان ہی کیا یہ راز میں حسن و الفت کے  
خالق کو جیسی کہنا تھا خلقت نے کہا سبحان اللہ

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں کو بیعت و خلافت حضرت سید الشاہ ابوالحسن احمد  
نوری مارہروی سے حاصل تھی اور جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت والد ماجد سے بھی حاصل  
تھی۔ حجۃ الاسلام کا وصال بین حالت نماز میں ہوا۔

۱۹۹۹ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۹۵

۲۸۹

آپ، ارجمادی الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء بعمر ۷۰ سال عین حالت  
 نمازیں دوران تشہد ۱۰ بجکر ۴۵ منٹ پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

## تصانیف

(۱) مجموعہ فتاویٰ

(۲) الصارم الرباتی علی اسرار القادیانی

(۳) ترجمہ الدولۃ المکیہ

(۴) ترجمہ حسام الحرمین علی منکر الکفر والمین

(۵) نعتیہ دیوان

(۶) حاشیہ ملاحلال - ۲

## مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم بریلوی

مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کے چھوٹے صاحبزادے تھے ۲۲ ذی الحجہ

۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء ۱۸ جولائی کو سرزمین بریلی شریف میں متولد ہوئے۔ ۳

پیر و مرشد حضرت مخدوم سید شاہ ابوالحسن احمد لوزی جانشین حضرت شاہ آل رسول

مارہروی نے آل رحمن ابوالبرکات محی الدین حیلانی نام تجویز فرمایا اور محمد کے نام پر عقیقہ ہوا اور مصطفیٰ کھنا

عقوت قرار پایا۔ ۴

۱ تذکرہ مشائخ قادریہ، مولانا عبدالمجتبیٰ قادری ص ۵۲، فقیہ اسلام، ڈاکٹر حسن رضا خاں پٹنہ ص ۲۳۷

۲ تجلیات لوزی، اقبال احمد قادری بزم حامد رضا کراچی ص ۳

۳ مفتی اعظم ہند، عبدالنعیم عریزی اختر رضا کب ڈیو بریلی ص ۳۶

آپ کی ولادت سے قبل فاضل بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ اے رب کریم مجھے ایسی اولاد سے سرفراز فرما جو عرصہ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔ ایک بار جبکہ آپ اپنے مشائخ سلسلہ کے آستانے پر (مارچ ۱۸۶۰ء) حاضر تھے وہیں خواب دیکھا کہ ان کے گھر فرزند تولد ہوا ہے اور آپ نے خواب ہی میں اس کا نام "آلِ رحمن" رکھا اسکا دوران مولانا سید شاہ ابوالکھین احمد توری مارہروی ۱۳۲۲ھ نے بعد نماز عصر اچانک آپ سے فرمایا۔ مولانا صاحب بریلی میں آپ کے گھر ایک صاحبزادے کی ولادت ہوئی ہے مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام "آلِ رحمن" رکھا جائے جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے اصل تربیت اور تعلیم تو اپنے والد ماجد امام احمد رضا قدس سرہ سے پائی۔ علوم دینیہ کی تکمیل بھی اپنے والد ماجد سے ہی کی۔ سہ ماہ مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کے حکم سے جن دیگر مشاہیر اساتذہ کرام سے خصوصی شرف تلمذ حاصل کیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) استاذ الاساتذہ علامہ شاہ رحم علی نگلوری (م ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) تلمیذ مولانا سید عبدالعزیز مٹھوری (م ۱۳۲۲ھ) تلمیذ علامہ عبدالحق خیر آبادی (م ۱۳۱۶ھ)

(۲) حجت الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا بریلوی (م ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) تلمیذ و فرزند اکبر امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

(۳) شیخ العلماء حضرت علامہ سید بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی (م ۱۳۳۲ھ)

(۴) شمس العلماء علامہ ظہور الحسن فاروقی رام پوری (م ۱۳۴۲ھ) تلمیذ مولانا فضل رحمن گنجر آبادی تلمیذ خاتم المحدثین علامہ شاہ عبدالعزیز مہارت دہلوی و تلمیذ رشید علامہ عبدالحق خیر آبادی (م ۱۳۱۶ھ) ۲

۱۔ ماہنامہ استقامت، کانپور مفتی اعظم ہند نمبر ماہ مئی ۱۹۸۳ء ص ۳۶

۲۔ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء (ج ۱) محمد شہاب الدین رهنوی، رنہا اکیڈمی ممبئی ص ۳۱/۳

# فتویٰ نویسی

۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں حضرت مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں لوزی بریلوی کسی کا اسے اپنے خاندانی دارالافتار "رضوی دارالافتار" میں تشریف لے گئے اس وقت آپ کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی رہی ہوگی۔ دیکھا کہ وہاں ملک العلماء مولانا شاہ ظفر الدین بہاری اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی فتویٰ لکھنے کے لئے رضاعت کے کسی مسئلہ پر ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کر رہے ہیں۔ بات کچھ عیدہ ہوئی تو مولانا ظفر الدین بہاری لکھے تاکہ اللہ سے فتاویٰ رضویہ نکال کر دکھائیں اور اس سے استفادہ کریں۔

حضرت مفتی اعظم ہند یہ سارا منظر دیکھ کر سے تھے آپ نے بڑی ہی ہیرت کئے ساتھ ارشاد فرمایا۔  
"لو عمری کا زمانہ تھا میں نے کہا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو۔"

مولانا نے فرمایا: "چھاتم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں"  
میں نے فوراً لکھ دیا وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔"

جب وہ فتویٰ تصحیح اور نظر ثانی کے لئے والد گرامی حضرت مفتی احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے پاس پہنچا تو آپ نے دیکھتے ہی تحریر پر حیران لی۔ دریافت فرمایا: یہ فتویٰ کس نے لکھا ہے تو لے جانے والے نے جواب دیا چھوٹے میاں نے (گھر میں لوگ پیار میں مفتی اعظم کو چھوٹے میاں) کہتے تھے فاضل بریلوی نے آپ کو طلب فرمایا۔ آپ حاضر ہوئے دیکھا کہ والد گرامی کا چہرہ خوشیوں سے ممتا رہا ہے اور پورا وجود نور میں نہایا ہوا ہے۔ تبسم ریزہ ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس کو دستخط کرو۔ دستخط کرنے کے بعد خود صحیح الجواب بعون الملک العزیز الوہاب، لکھ کر دستخط فرمایا۔

فتویٰ نویسی کے اس حسن آغاز پر فاضل بریلوی نے مفتی اعظم کو پانچ روپے عطا فرما کر ارشاد

فرمایا:

"تمہاری بہر بنو ادیتا ہوں اب فتویٰ لکھا کرو اپنا رٹیر بنا لو اس میں نقل بھی کیا کرو۔"

۱۹۹۰ ستمبر اکتوبر ۱۹۹۰ء

مفتی اعظم نمبر ۱۹۹۰

مولانا مصطفیٰ رضا خاں لوزی بریلوی کی شہرت کارازان کی فتویٰ نویسی ہے آپ نے عالمی سمانے پر فتویٰ نویسی کی مستفتی کو مطمئن کر دینا آپ کی فتویٰ نویسی کی خصوصیت تھی۔ فتویٰ نویسی میں مفتی اعظم کی اپنی ایک الگ ہی روش تھی۔ شریعت مطہرہ کے اصل حکم کو بلا رور رعایت صادر کر دیا کرتے تھے کبھی کسی کی کوئی رعایت نہ کی چاہے مستفتی اپنا ہو یا پرایا، فرد ہو یا جماعت، شہر ہو یا ملک ہر ایک کے ساتھ ایک ہی سلوک ایک ہی انداز اختیار کیا۔

ایک مرتبہ جنرل ایوب خاں کے دور حکومت میں پاکستان میں رویت ہلال کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ذمہ عید و بقر عید کے موقعوں پر ہوائی جہاز سے پرواز کر کے چاند دیکھنا تھا۔ اور اس کے بعد رویت ہلال کمیٹی کی شہادت پر حکومت کی جانب سے چاند کی رویت کا اعلان ہوتا تھا۔

ایک دفعہ عید کے موقع پر ۲۹ رمضان المبارک کو اس کمیٹی کے ارکان ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کے لئے فضائیں گئے۔ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) ہوتے ہوئے واپس ہو کر چاند کی رویت کی خبر حکومت کو دی۔ جس کے باعث حکومت پاکستان نے تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ چاند کی رویت کا اعلان کر دیا۔ مگر حکومت کے اس اعلان پر علماء کرام نے کوئی توجہ نہیں دی جس سے پاکستان میں ایک ہتلمکھ مچ گیا۔ دنیا کے اسلام کے بیشتر ممالک سے فتاویٰ منگائے گئے اسلامی ممالک سے آنے والے تقریباً سارے مفتیان کرام کے فتاویٰ حکومت پاکستان اور رویت ہلال کمیٹی کی تائید و تصدیق میں تھے۔ مگر مفتی اعظم کا فتویٰ کچھ اور ہی کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا:

”چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی شرع حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین سے ایسی جگہ سے جو زمین سے ملے ہو۔ وہاں سے دیکھنا چاہیے۔ رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے چونکہ چاند غروب ہوتا ہے فتا نہیں ہوتا اس لئے کہیں چاند ۲۹ کو اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے۔ اور اگر جہاز میں چاند

مفتی اعظم اور ان کے خلفاء۔ شہا بہ الدین رضوی، رضا اکیڈمی ممبئی ۹۰/۸۹



دیکھ کر رویت کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جا کر ۲۸/۲۷ تاریخ کو بھی نظر آ سکتا ہے تو کیا ۲۸/۲۷ تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم صہادر کیا جا سکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقر عید ہے اسکی طرح جہاز سے چاند دیکھ کر یہ فتویٰ صہادر کرنا کہ ۲۹ کا چاند دیکھنا معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا! فقیر مصطفیٰ رضا قادری

حضرت مفتی اعظم ہند کے اس فتویٰ کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا اور اگلے ماہ ۲۸/۲۷ تاریخوں میں حکومت کی جانب سے اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی واز کرنے پر چاند نظر آ گیا۔ تب حکومت نے مفتی اعظم ہند کے فتویٰ کو تسلیم کر کے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی اور وہاں کے تمام مفتیان کرام نے مفتی اعظم کے علم و فضل کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اس کے بعد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کا سلسلہ منسوخ کر دیا گیا۔

یوں ہی ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۶ء میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک بھیانک طوفان نے سر اُبھارا تو اس کے بھی الشہاد کے لئے مفتی اعظم ہند لوزمی بریلوی آگے بڑھے۔ وہ طوفان نسبندی کا تھا۔ حکومت ہند ہندوستانی علماء سے نسبندی کے جواز پر فتویٰ کے لئے دباؤ ڈال رہی تھی کہ علماء کرام اس کے جواز کا حکم صہادر کریں جس سے حکومت کی پالیسی ضبطِ ولادت کا مکمل طور پر نفاذ ہو سکے۔ کچھ لوگ حکومت کے دباؤ اور دنیاوی منفعت کے لالچ میں آکھیں گئے اور انہوں نے اس طرح کے بیانات دیئے۔ مگر مفتی اعظم نے اس وقت اعلائے کلمۃ الحق کرتے ہوئے فتویٰ صہادر فرمایا:

”نسبندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے“

چونکہ اس وقت تمام ذرائع ابلاغ پر حکومت کا سخت کنٹرول تھا وسائل اطلاعات و نشریات منجمد ہو کر رہ گئے تھے حکومت کی سخت پابندیوں کے باوجود بلاخوف و خطر مولانا مفتی

مفتی اعظم اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی۔ رضا اکیڈمی بی بی ۹/۸۹

۹

رضاخاں ابن مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے کثیر تعداد میں مذکورہ فتویٰ کا سائیکلو اسٹائل کر کے ملک کے گوشے گوشے میں پہنچایا۔

غائبانہ عظیم فتووں اور کارناموں کی وجہ سے عالم اسلام نے آپ کو مفتی اعظم کا خطاب دیا۔ لوگ ان کی حیات میں تو ان کو مفتی اعظم کہہ کر پکارتے ہی رہے مگر آج ان کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی لوگ انہیں مفتی اعظم کہہ کر ہی یاد کرتے ہیں۔ اور آپ کو مفتی اعظم کہنے پر کسی نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

بڑے بھائی مولانا حامد رضا خاں حامد بریلوی کی طرح مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی کو بھی نعت گوئی والد گرامی مولانا احمد رضا خاں بریلوی

## شاعری

سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ ایک خوش نغز نعت گو شاعر تھے اور جمیع اصناف سخن میں نعت گوئی کرتے تھے زبان و اسلوب آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ عربی فارسی اردو تینوں زبانوں کے ماہر تھے لسانیات پر اچھی دسترس تھی۔ اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا سید ابوالحسن احمد نوری مارہروی کی طرف منسوب کرتے ہوئے نوری تکلف اختیار کیا۔ آپ کا نعتیہ دیوان "سامان بخشش" مختلف مطابع سے متعدد بار شائع ہو کر ارباب سخن سے داد سخن وصول کر چکا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے۔

نوشع رسالت ہے عالم ترا پروانہ

تو ماہ نبوت ہے اے جلوہ جانانہ

جو ساقی کوثر کے چہرے سے نقاب اکٹھے

ہر دل بنے میخانہ ہر آنکھ ہو میخانہ

دل اپنا تک لٹے ایمان کی طلعت سے

ہوں آنکھیں بھی نورانی انے جلوہ جانانہ

مہر شار مجھے کر دے اک جام لبالب سے

تا شرب ہے ساقی آباد یہ میخانہ

ہر پھول میں بو تیری ہر شمع میں صنو تیری

بسبل ہے ترا بلیل پر وانہ ہے پر وانہ

شک در جاں پر کرتا ہوں حسین سائی

سجدہ نہ سمجھتا ہوں نذرانہ

آباد سے فرما دیراں ہے دل نوری

جلوے ترے بس جائیں آباد ہو دیرانہ

۹۱ سال کی عمر میں جمعرات کی شب ایک بکری چالیس منٹ پر ۱۲ محرم الحرام  
۱۲۰۲ھ کو وصال فرمایا۔ متعدد لوگوں نے تاریخ وصال کہی۔ مفتی مظفر احمد

**وفات**

بالیونی یوں لکھتے ہیں ۷

شمع حنا موش دل میں پڑ مر رہ

مفتی ہند تیری رحلت پر

سال رحلت مظفر عاصمی

لکھو دے "عزخانِ رمنا" تربیت پر

۱۲۰۲ھ

## تصنیفات اور حواشی

۱۳۲۸ھ

(۱) اشد الباس علی عابد الخناس

۱۳۳۰ھ

(۲) الکاوی فی العاوی والعاوی

۱۳۳۰ھ

(۳) القسم القائم للاسم القائم

۱۳۳۰ھ

(۴) نور الفرقان بین جنود الالہ و احزاب الشیطان

۷ استقامت کانپور مفتی اعظم نبرہ ۳۲

۱۳۳۰ھ

۵۰، واقعات السنان فی تعلق مسماة بسط البنان

۱۳۳۱ھ

۶۰، الریح الدیانی علی رأس الوسواس الشیطانی

۱۳۳۲ھ

۷۰، و تالیہ المہنت

۱۳۳۲ھ

۸۰، الہی ضرب بہ اہل الحرب

۱۳۳۲ھ

۹۰، اذخال السنان الی الخنک الخلتی بسط البنان

۱۳۳۲ھ

۱۰۰، نہایۃ السنان

۱۳۳۲ھ

۱۱۰، مسلم الدیان لتقطع حبالہ الشیطان

۱۳۳۲ھ

۱۲۰، سیف القہار علی العبد الکفار

۱۳۳۲ھ

۱۳۰، نفی العار من معائب المولوی عبدالغفار

۱۳۳۲ھ

۱۴۰، النکتہ علی مرآة کلکتہ

۱۳۳۲ھ

۱۵۰، مقتل کذب و کید

۱۳۳۲ھ

۱۶۰، مقتل کذب و اجہل

۱۳۳۵ھ

۱۷۰، الموت الامر علی کل انفس الکفر

۱۳۳۸ھ

۱۸۰، ملفوظات امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی (چار حصص)

۱۳۳۹ھ

۱۹۰، الطاری الداری لہفوات عبدالباری (تین حصص)

۱۳۳۹ھ

۲۰۰، القول العجیب فی جواز التثویب

۱۳۴۱ھ

۲۱۰، طریق الہدی والارشاد الی احکام الامارۃ والجهاد

۱۳۴۲ھ

۲۲۰، حجۃ واہر بوجوب الحجۃ الحانہ

۱۳۴۳ھ

۲۳۰، القصورۃ علی اوبار الحجر الکفرہ

۱۳۵۲ھ

۲۴۰، سامان بخشش عرف گلستان لغت لوزی

۱۳۵۹-۲۹

۲۵۰، نتاوی مصطفویہ (دو حصص)

- (۲۶) شمار العی فی جواب سوال ممبئی  
 (۲۷) تنویر الحجۃ بالتوارخ  
 (۲۸) و بابیہ کی تقیہ بازی  
 (۲۹) مسائل سماع  
 (۳۰) الحجۃ الباہرہ  
 (۳۱) نور العرفان  
 (۳۲) وارطھی کا مسئلہ  
 (۳۳) ہشتاد بید و بند  
 (۳۴) طرد الشیطان  
 (۳۵) سلک مراد آباد پر معترضانہ ریمارک  
 (۳۶) سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد نقشبندی  
 (۳۷) کانگریسوں کا رد  
 (۳۸) کشف قہلال رجواشی و تکمیلات الاستماری  
 (۳۹) حاشیہ فتاویٰ رضویہ (جلد اول)  
 (۴۰) ترتیب فتاویٰ رضویہ جلد دوم  
 (۴۱) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم  
 (۴۲) " " " " " " " " چہارم  
 (۴۳) حاشیہ تفسیر احمدی (قلمی)  
 (۴۴) حاشیہ فتاویٰ عزیز بیہ (قلمی)

ط مفتحی اعظم ہند اور ان کے خلفاء - شہاب الدین رضوی - رضنا اکیڈمی بمبئی ۱۰۱/۹۳

## مصطفائی مکیم

مولانا احمد رضا خاں کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کا عقد مولانا احمد رضا بریلوی کے بھائی جناب حاجی سید شاہد علی خاں صاحب سے ہوا۔ ان کے صرف ایک لڑکی تھی عزو بی بی جن کی شادی مولوی سردار علی خاں صاحب سے ہوئی تھی۔  
مولانا احمد رضا خاں صاحب کی ان صاحبزادی کا آپ کی حیات ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

## کنیز حسن

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی یہ دوسری صاحبزادی تھیں ان کو لوگ پیار میں منہجلی مکیم کہتے تھے ان کا عقد جناب حمید اللہ خاں صاحب ابن حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے ہوا۔ ان کی دو اولادیں ہوئیں عتیق اللہ خاں صاحب اور رفعت جہاں مکیم۔

## کنیز حسین

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ تیسری صاحبزادی تھیں۔ ان کا نکاح مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بھائی استاذ من حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب بریلوی

کے صاحبزادے جناب حکیم حسین رضا خاں سے ہوا۔ ان کی تین اولادیں ہوئیں (۱) جناب مرتضیٰ رضا خاں (۲) مولوی ادریس رضا خاں (۳) جرجیس رضا خاں۔

فاضل بریلوی کنیز حسین کو بہت چاہتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے یہ بھی اپنے والد کو بہت چاہتی تھیں غالباً یہی وجہ تھی کہ فاضل بریلوی کے انتقال کے اکیسویں دن اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

## کنیز حسین

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ چوتھی صاحبزادی تھیں ان کا بھی نکاح مولانا احمد رضا خاں کے منجھلے بھائی استاذ ذمین حضرت مولانا حسن رضا خاں تھن بریلوی کے صاحبزادے مولانا حسین رضا خاں صاحب سے ہوا۔ مولانا حسین رضا خاں فاضل بریلوی سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا۔ مدرسہ ارشاد العلوم رام پور سے علوم معقولہ و منقولہ کی تکمیل کی تھی آپ نے کسی ایک کتاب بھی لکھی ہیں جن میں چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) سیرت اعلیٰ حضرت (۲) دھیایا شریف (۳) اسباب زوال امت وغیرہ  
آپ کی اکلوتی بیٹی شمیم بانو کا عقد چچا زاد بھائی جرجیس رضا خاں صاحب سے ہوا تھا

## مرتضیٰ بیگم

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں ان کو لوگ پیار میں چھوٹی بنو کہتے تھے۔ ان کا نکاح بھی جناب حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے سے ہوا تھا۔ ان کے پانچ اولادیں ہوئیں تین لڑکے (۱) رئیس میاں (۲) سعید میاں (۳) فرید میاں۔ اور دو لڑکیاں (۱) محبت بانی بیگم (۲) مقتدانی بیگم۔





(ب)

اساتذہ اور کسبِ علم کا

مکمل نقشہ

# اساتذہ

فاضل بریلوی نے اپنے والد گرامی یا جن اساتذہ کرام سے پڑھا یا اسناد حدیث، فقہ و دیگر علوم حاصل کئے ان کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

- (۱) شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۶ھ ۱۸۶۹ء)
- (۲) مولانا نقی علی خاں (م ۱۲۹۶ھ ۱۸۸۰ء)
- (۳) شیخ احمد بن زینی دحلان مکی (م ۱۲۹۹ھ ۱۸۸۱ء)
- (۴) شیخ عبدالرحمن سراج مکی (م ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۳ء)
- (۵) شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۴ء)
- (۶) مولانا عبدالعسی رامپوری (م ۱۳۰۳ھ ۱۸۸۵ء)
- (۷) شاہ ابوالحسن احمد النوری (م ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۶ء)
- (۸) مرزا غلام قادر بیگ (م ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۳ء)

حیات امام السنّت پر وفیہ محمد سعود احمد مرکزی مجلس رضاللاہور ص ۲

# کسب علم کا مکمل نقشہ

**بسم اللہ خوانی** | مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا گھر علم و ادب اور شعور و آگہی کا گہوارہ تھا اور ہر کام احکام شرعیہ کی روشنی میں انجام پاتا تھا۔ بزرگوں کے طریقہ کار پر کار بند رہتے ہوئے جس وقت فاضل بریلوی کے والد مفتی نقی علی خاں نے فاضل بریلوی کی محفل بسم اللہ خوانی سجائی۔ حالات و قرآن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً ۱۲۷۶ھ کے اوائل میں یہ رسم ادا کی گئی۔

بسم اللہ خوانی کے وقت استاد نے الف، با، تا، ثا جس طرح پڑھایا جاتا ہے اور ان کے بتانے کے مطابق پڑھتے رہے لیکن جب لام الف کی نوبت آئی۔ تو استاد نے کہا کہ ہوا لام الف آپ خاموش ہو گئے۔ استاد نے دوبارہ کہا کہ ہوا میاں لام الف۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں دوبارہ کیا؟

اس وقت آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں د م ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء نے فرمایا بیٹا! استاد کا کہا مانو جو کہتے ہیں پڑھو۔ آپ نے جد امجد کے حکم کی تعمیل فرمائی مگر ان کے چہرے کو تجسس کی نظر سے دیکھا۔

جد امجد نے کہا بیٹا تمہارا خیال درست اور سمجھنا سجا ہے کہ یہ حرف مفردہ کا بیان ہے اس میں ایک الف مکرر کیسے آیا۔ مگر بات یہ ہے کہ شروع میں جس کو تم نے الف پڑھا ہے وہ حقیقتہً ہمزہ ہے اور الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ ابتدا ناممکن ہے اس لئے ایک لام اول لاکر اس کا تلفظ مقصود ہے۔

تو پھر آپ نے فرمایا کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت

مذکورہ رضا، مولانا محمد مصباحی مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۹

حضرت جد امجد نے فرمایا کہ لام اور الف میں صورت و سیرت میں مناسبت خاص ہے ظاہر دیکھنے میں بھی دونوں صورت ایک سی ہوتی ہے اور سیرت اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے اور وہ اس کے بیچ میں ہے

من تو شدم تو من شدي من تن شدم تو جانا شدي  
تا کس نہ گوید بعد از من دیگر م تو دیگر می  
چار سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا تھا۔  
اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں :

”بیرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا تھا۔ جب سنتے تو حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے احمد رضا یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی“<sup>۱</sup>  
فاضل بریلو، نے ابتدائی عربی کی کتاب میں مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھیں۔ دنیا کی تکمیل اپنے والد ماجد مولانا مفتی علی خاں صاحب (متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۲۹۶ھ) سے فرمائی  
حضرت مولانا عبدالعلی رام پوری سے چند اوراق شرح چغیننی کے پڑھے  
اپنی فراغت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”وذا الذی المنتصف شعبان ۱۳۸۶ھ الف و ما ستین دست و نما  
وانا اذا ذالک ابن ثلثة عشر عاماً و عشرة اشهر و خمسة ايام

۱۔ فقہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں، اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۱۴۱/۱۴۲

۲۔ امام احمد رضا رحمہ (ماہنامہ قاری، ج ۱، ص ۳۳۱)

۳۔ حیات مولانا احمد رضا خاں، ڈاکٹر محمد سعید احمد، ادارہ تحقیقات ممبئی ص ۹۲/۹۳

۴۔ فقہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں، اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۱۴۱



- ⑩ علم نحو ⑪ علم صرف ⑫ علم معانی ⑬ علم بیان ⑭ علم بیع ⑮ علم منطق ⑯ علم مناظرہ  
 ⑰ علم فلسفہ ⑱ علم تکسیر ⑲ علم ہیئت ⑳ علم حساب ㉑ علم ہندسہ  
 مندرجہ بالا اکیس علوم کے لئے مولانا ربیلوی لکھتے ہیں کہ:

یہ اکیس علوم میں جنہیں میں نے اپنے والدِ قدس سرہ الماجد سے حاصل کیا۔ ان علوم و فنون کے بعد مندرجہ ذیل علوم کا ذکر کرتے ہیں۔

- ① قرأت ② تجوید ③ تصوف ④ سلوک ⑤ اخلاق ⑥ اسرار الرجال  
 ⑦ سیر ⑧ تاریخ ⑨ لغت ⑩ ادب معہ جملہ فنون

ان دس علوم کے بارے میں لکھا ہے کہ میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا۔ پر نقاد علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے

- ① ارثما طبقی ② جبر و مقابلہ ③ حساب ستینی ④ لوغارثمات ⑤ علم التوقیت  
 ⑥ مناظر و مرایا ⑦ علم الاکر ⑧ زیجات ⑨ مثلث کروی ⑩ مثلث مسطح  
 ⑪ ہیئات عبیدہ ⑫ مربعات ⑬ جفر ⑭ زرچہ

اور آخر میں مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے۔

- ① نظم عربی ② نظم فارسی ③ نظم ہندی ④ نثر عربی ⑤ نثر فارسی ⑥ نثر ہندی  
 ⑦ خط نسخ ⑧ خط نستعلیق ⑨ تلاوت مع تجوید ⑩ علم قرآن

مندرجہ بالا ۵۵ علوم و فنون کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اللہ کی پناہ میں نے یہ باتیں فخر اور خواہ مخواہ کی خود ستائی کے طور پر بیان نہیں کیں بلکہ منعم کریم کی عطا فرمودہ نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔

مگر فاضل ربیلوی کے مندرجہ بالا علوم و فنون کی تفسیر و تفصیل پیش کرتے ہوئے اقبال احمد قادری اپنے تحقیقی مقالہ "امام العلوم، امام احمد رضا خاں" میں لکھتے ہیں:

ملہ جیات امام الہدیت، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرکزی مجلس رمنالا ہورہ ۳/۳

”آپ کو علومِ درسیہ کے علاوہ علومِ جدیدہ، قدیمہ پر بھی مکمل دسترس و عبور حاصل تھا۔ جبریت کی بات تو یہ ہے کہ ان میں بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استاد کی رہنمائی حاصل کئے بغیر اپنی خدا داد صلاحیت و ذہانت سے کمال حاصل کیا۔ ایسے تمام علوم و فنون پر امام احمد رضا محدث بریلوی کو مکمل عبور حاصل تھا۔ جدید تحقیق کے مطابق ان کی تعداد تقریباً اکہتر (۷۱) ہے ان میں کئی فنون تو ایسے ہیں کہ دورِ جدید کے بڑے بڑے محققین اور ماہرینِ علوم و فنون ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے۔

- ۱ علم القرآن ۲ علم حدیث ۳ اصول حدیث ۴ فقہ حنفی ۵ کتب جملہ
- فقہ مذاہب ۶ اصول فقہ ۷ جہل مہذب ۸ علم تفسیر ۹ علم العقائد و الکلام
- ۱۰ علم نحو ۱۱ علم صرف ۱۲ علم معانی ۱۳ علم بیان ۱۴ علم بدیع ۱۵ علم منطق
- ۱۶ علم مناظرہ ۱۷ علم فلسفہ ۱۸ علم تکسیر ۱۹ علم سہیت ۲۰ علم الحساب
- ۲۱ علم ہندسہ ۲۲ قرأت ۲۳ تجوید ۲۴ تصوف ۲۵ سلوک ۲۶ اخلاق
- ۲۷ اسماء الرجال ۲۸ سیر ۲۹ تواریخ ۳۰ لغت ۳۱ ادب مع جملہ فنون
- ۳۲ ارشاد طبعی ۳۳ جبر و مقابلہ ۳۴ حساب ستینی ۳۵ لوغاثبات ۳۶ علم
- لوقیت ۳۷ مناظر و مرایا ۳۸ علم الاکسیر ۳۹ زیجات ۴۰ مثلث مسطح ۴۱ علم
- مثلث کروی ۴۲ آیت جدیدہ ۴۳ مربعات ۴۴ جبر ۴۵ زائرچہ ۴۶ نظم عربی
- ۴۷ نظم فارسی ۴۸ نظم ہندی ۴۹ نثر عربی ۵۰ نثر فارسی ۵۱ نثر ہندی
- ۵۲ خط نسخ ۵۳ خط نستعلیق ۵۴ تلاوت مع تجوید ۵۵ علم القراض ۵۶ علم
- طبیعیات ۵۷ علم صوتیات ۵۸ علم نور ۵۹ علم کیمیا ۶۰ علم طب ۶۱ علم الادویہ
- ۶۲ علم معاشیات Economics ۶۳ علم اقتصادیات Finance
- ۶۴ علم تجارت Commerce ۶۵ علم شماریات ۶۶ علم ارضیات
- ۶۷ علم جغرافیہ Geogphy ۶۸ علم سیاسیات Political Science ۶۹ Geology-

فاضل مقالہ نگار کی توثیق و تصدیق پر وفیسر مجید اللہ قادری کی تحقیق اور ڈاکٹر مسعود احمد کے مندرجہ ذیل تبصرہ سے بھی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر مسعود احمد پر وفیسر مجید اللہ قادری کی کتاب قرآن سائنس اور امام احمد رضا کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”پر وفیسر مجید اللہ قادری صاحب نے مطالعہ کر کے قدم آگے بڑھایا ہے اور نئی معلومات کا انفاذ کیا ہے۔ مثلاً اب تک یہی معلوم تھا کہ امام احمد رضا ۵۵ علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے اور بعض معاندین کو اس تعداد میں بھی کلام تھا۔ مگر علوم و فنون میں جدید انقلابات کو سامنے رکھتے ہوئے پر وفیسر صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا ستر ۷۰ علوم و فنون سے بھی زیادہ علوم و فنون پر عبور رکھتے تھے۔“

تقریباً پانچ سو برس پہلے عہد اکبری میں ہندوستان میں شاہ و جیہ الدین گجراتی ایک عظیم القدر عالم و عارف گذرے ہیں تاریخ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ۶۲ علوم و فنون پر عبور رکھتے تھے۔ مگر پر وفیسر مجید اللہ قادری کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا ان پر بھی سبقت لے گئے! ملے

مگر سید ریاست علی قادری نے اپنے مقالہ ”امام احمد رضا کی جدید علوم و فنون پر دسترس“ میں فاضل بریلوی کے علوم و فنون پر دسترس و مہارت کے سلسلہ میں جدید تحقیق و مطالعہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ فاضل بریلوی کو ۵۰/۵۵/۷۰/۷۱ کے بجائے ۱۰۵ علوم و فنون پر دسترس و مہارت تامہ و کاملہ حاصل تھی وہ لکھتے ہیں کہ:

امام احمد رضا نے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب و رسائل تصنیف کئے جن میں

مل ماہنامہ سنی دنیا بریلی، اگست ۱۹۹۲ء ص ۳۲۳

۲ قرآن سائنس اور امام احمد رضا پر وفیسر مجید اللہ قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۷



۱۰۵ سے زائد علوم و فنون کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فقہ کی سیکڑوں کتابوں پر حواشی لکھے جو ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ کثرت تصانیف اور متنوع علوم پر انہیں جو فوقیت حاصل تھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب امام احمد رضا کی ایک ہزار تصانیف کو Biographical

Encyclopoelia of Imam Ahmed Raza کے نام سے منظر عام پر لانے

کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ جس پر انہوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق وہ ۸۴۸ کتابوں کے نام، سن طباعت، موضوع اور ناشران وغرض کہ جلد کو الفبہ جمع کر چکے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ان کی اس علمی و تحقیقی کاوش کو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا شائع کرنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ راقم الحروف بھی "کنز العلم" کے نام سے ایک کتاب شائع کرنا چاہتا ہے جس میں ۱۰۵ علوم و فنون پر تبصرہ و تعارف پیش کیا جائے گا جس کی تفصیل یہ ہے۔

- ① علم القرآن ② قرأت ③ تجوید ④ تفسیر ⑤ علم حدیث ⑥ ترمذی
- ⑦ فقہ ⑧ علم الکلام ⑨ علم العقائد ⑩ علم البیان ⑪ علم المعانی ⑫ علم المناظرہ ⑬ فتویٰ نویسی ⑭ سیرت نگاری ⑮ فلسفہ ⑯ منطق ⑰ تنقید
- ⑱ فضائل و مناقب ⑲ ادب و انشاء پر داری ⑳ شاعری ㉑ شریعت نگاری
- ㉒ حاشیہ نگاری ㉓ اسماء الرجال ㉔ علم الاخلاق ㉕ روحانیات ㉖ تصوف
- ㉗ سلوک ㉘ تاریخ و سیر ㉙ جدول ㉚ صرف و نحو ㉛ بدیع ㉜ علم الانساب ㉝ علم الفرائض ㉞ ردات ㉟ پند و نصائح ㊱ مکتوبات ㊲ ملفوظات
- ㊳ خطبات ㊴ جغرافیہ ㊵ تجارت ㊶ شہادت ㊷ صوتیات ㊸ مائتات
- ㊹ اقتصادیات ㊺ معاشرت ㊻ طبیعیات ㊼ معاشیات ㊽ ہیئت ㊾ کیمیا
- ㊿ معدنیات ① فلکیات ② نجوم ③ جفر ④ ارضیات ⑤ تعلیم و تعلم
- ⑥ علم الحساب ⑦ زریجات ⑧ زائرچہ و زراعت ⑨ نقوش و لغویات

- ۶۰ طب ۶۱ ادویات ۶۲ لسانیات ۶۳ رسم الخط ۶۴ جرح و تعدیل ۶۵ درود و اذکار  
 ۶۶ ایمانیات ۶۷ تکبیر ۶۸ توحیت ۶۹ اوفاق ۷۰ علم ریاضی ۷۱ بنکاری ۷۲  
 زراعت ۷۳ تاریخ گوئی ۷۴ سیاسیات ۷۵ علم الادوات ۷۶ رد موسیقی ۷۷ قانون  
 ۷۸ تشریحات ۷۹ تحقیقات ۸۰ علم الادیان ۸۱ ماحولیات ۸۲ علم الایام ۸۳ تعبیر  
 ۸۴ عروض و قوافی ۸۵ علم البر والہجر ۸۶ علم الاوزان ۸۷ حکمت ۸۸ نقد و نظر ۸۹ تفسیر  
 ۹۰ موسمیات ۹۱ شہریات ۹۲ علم المناظر ۹۳ نفسیات ۹۴ صحافت ۹۵ علم الاموال  
 ۹۶ عملیات ۹۷ مابعد الطبیعیات ۹۸ علم النور ۹۹ علم الاحکام ۱۰۰ عمرانیات  
 ۱۰۱ عمل رمل ۱۰۲ لغت ۱۰۳ استعارات ۱۰۴ حیاتیات ۱۰۵ نباتات اور بے شمار

دوسرے علوم ۱۰۶

ممکن ہے کہ بعض اہل نقد و نظر کو فاضل مقالہ نگار کی مذکورہ تحقیق مبالغہ آمیز یا معتقد  
 معلوم ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ فاضل مقالہ نگار کی تحقیق میں ذرا بھی مبالغہ یا اعتقادی عنصر کا دخل  
 نہیں اس لئے کہ اگر فاضل بریلوی کے تجربہ علمی اور علوم پران کی مہارت دوسرے کے بارے میں تحقیق و  
 تفحص سے کام لیا جائے تو مذکورہ تعداد میں اور اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ فاضل بریلوی کے  
 علوم پر دسترس و گرفت کا موضوع خود اتنا وسیع ہے جو مستقل طور سے تحقیق طلب ہے۔

۱۲۰۹/۶۱۷۹۳ پر بہار پور مناسقات کوٹ اڈو منظر گڑھ میں ایک جید عالم دین عبد العزیز  
 بہار پوری گذرے ہیں جنہوں نے فن عقائد کی مشہور کتاب "شرح عقائد" کی شرح "نبراس" لکھی ہے وہ اپنے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ:

"مجھے اللہ تعالیٰ نے دوسو ستر (۲۷۰) علوم میں مہارت کاملہ عطا فرمائی ہے جبکہ کسی  
 طور پر اس کا عشر عشر بھی حاصل نہیں ہوا یہ سب کچھ عطائے ربانی ہے" ۱۰۶

ملاحظہ فرمائیں ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۳۳/۲۳۵

۲۔ تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان، عبد الحکیم شرف قادری، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۳۳

جس طرح علامہ عبد الغزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا کہ یہ سب کچھ عطا ہے  
 رہتا ہے جبکہ کسی طور سے اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوگا۔ یہ یوں ہی فاضل بریلوی سے علم بریلی  
 کے ایک سوال کا تسلی بخش جواب ہے کہ اس کو پیوستہ علی گڑھ کے دانش چانسٹرا ڈاکٹر سید عبداللہ کے  
 حیرت میں ڈوب کر سوال کیا تھا کہ مولانا یہ تو فرمائیے آپ کا اس فن میں استاذ کون ہے؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرا اس فن میں کوئی استاذ نہیں ہے۔ نہ اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے  
 صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم سمجھنے اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کو  
 حضرت شیخ پڑتی ہے شرح پنجشنبی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس  
 میں صرف کرتے ہو مصطفیٰ بیار سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم کم کو خود ہی سیکھا  
 دینے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکانی چارویواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا  
 رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کام ہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:  
 إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فَأَنِصِبْ لِي مِن دِينِكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ  
 میں تقسیم کرتا ہوں۔ اگر حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاضل بریلوی کی گورنمنٹ اسکول و  
 فنون یا اس سے زائد علوم و فنون سے نواز دیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اسی حدیث کی  
 ترجمانی کرتے ہوئے حضرت فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں: ہے  
 رب ہے معطی یہ بھی تمام  
 رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

علامہ معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ص ۲۱۸  
 علامہ الاستاد۔ مولانا احمد رضا بریلوی، قادری بکڈ پور بریلی ص ۳۳



(ج)

مخصوص احباب

نعت گوئی کی ابتداء

اور

اس سے خصوصی شغف

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے اجاب کی ایک طویل فہرست ہے جن میں ۲۱- اجاب کے ناموں کی فہرست پر ویسٹ انڈین میگزین سید احمد رضا نے اپنی کتاب "حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی" میں تحریر کی ہے۔ فاضل بریلوی کے اجاب کا دائرہ اور ان کی تعداد صرف اتنی ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے مگر چونکہ ہمارے اس مقالے میں صرف مخصوص اجاب کا ذکر مقصود ہے اس لئے تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف مخصوص اجاب کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

## مولانا وحی احمد محدث سورتی علیہ السلام

مولانا وحی احمد ابن مولانا محمد طیب علیہما الرحمہ کے آباء واجداد مدینہ منورہ سے شہر سورت تشریف لائے۔

رسم بنام اللہ خوالی جد مکرّم نے ادا فرمائی اور علوم عقلیہ کی تحصیل کے لئے والد ماجد کی خدمت مبارک زادہ سے اس سید نے فرمایا مگر قدرت کی مشیت شانہ کے ہنگامہ میں آپ کی جائداد وغیرہ لوٹ لی گئی اور گھر پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا تب عراق چلے گئے اور مکرّمہ وغیرہ ہوتے ہوئے تین سال بعد پھر ہندوستان تشریف لائے اور وہی مدرسہ حسین بخش، مولانا لطف اللہ علی گڑھی مولانا احمد علی صاحب وغیرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سند و اجازت حاصل کی مولانا فاضل رحمان گنج مراد آبادی سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۸۶۰ء میں پبلی کھیت گئے اور وہاں تازہ نگاری درس حدیث دیتے رہے آپ کے درس حدیث کی دور دور تک شہرت پائی ہوئی تھی۔ اسی لئے جب تلامذہ کی فہرست پر نظر پڑتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ پورا ہندو پاک آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور علم و معرفت کے نور سے اپنے قلوب

اور زندگی منور کرتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل دیوبند سے آپ کا اچھا خاصہ رشتہ تھا۔ چھ ماہ بعد از وفات  
۱۳۳۲ھ کو آپ کا انتقال ہوا اور سنی بھرت میں تدفین ہو گئے۔  
والہ محمد سعید احمد صاحب لکھنؤ:

سہ لانا وصی احمد المحدث السیوطی صاحب مدنی صاحب اہل سنت

مع ان المحدث السیوطی اکبریتہ تبتہ علیہ السلام

مولانا وصی احمد محدث سورتی زفا صاحب مدنی صاحب اہل سنت

وہ عمر میں فاضل دیوبند سے تین سال بڑھ گئے

## مولانا عبد القادر دیوبندی

مولانا عبد القادر دیوبندی ابن سید ابی السلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول دیوبند

سنة ۱۲۵۳ھ میں دیوبند میں متولد ہوئے۔ والد محمد سعید احمد صاحب مدنی

الشاہ عبد القادر السید الیونی تفضل العالم الکبیر الشاہ

تفضل رسول السید الیونی المتوفی فی ۱۳۷۹ھ/۱۸۹۳ء وقلید العلمہ وفضل حق

الخیابادی المتوفی ۱۳۷۸ھ/۱۸۶۱ء کان استاذ العلمہ وفضل حق یمتحنون

وہ فضل علی اہل الفضل والفتی فی الذکاء والقطنة وسرعة الفہم

کان الشیخ احمد رضا نجیب و یوقرہ ویشاورہ فی المسائل

العلمیة سید الیون ایامًا بھذا الخوض قرص قلمیہ تہ الملائکة

مذکرہ رضا - محمد احمد صباحتی حق الیدمی مبارکپور علم گڑھ ۱۳۳۲ھ

۲۹ الشیخ احمد رضا خان دیوبند۔ الڈاکٹر محمد سعید احمد جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۹

۱۳۰۸ھ/۱۹۰۰ء فی فضائلہ و مناقبہ و اہناف الی کتاب اللہ  
 مولانا فضل رسول بدایونی المسمیٰ بالمعتقد المنتقد ر ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء  
 تعلیقات ہامہ لشمیٰ بالمعتقد المستند بنائے انجات الاید ر ۱۳۲۰ھ  
 ۱۹۰۲ء) و صدر الکتاب مع التعلیقات مراراً و اخیراً من استنبول بتوکیۃ  
 قد نظم الفاضل البریلوی و صائدک مدحیہ بعنوان مداح فضل رسول  
 فی فضائلہ و مناقبہ

شاہ عبدالقادر بدایونی ایک جید اور بزرگ عالم فضل رسول بدایونی دستونی  
 ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء کے فرزند ہیں اور علامہ فضل حق خیر آبادی (دستونی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کے شاگردان  
 کے استاذ علامہ فضل حق خیر آبادی کو (مولانا عبدالقادر بدایونی) پر بڑا فخر تھا اور وہ ذہانت و  
 ذکاوت اور سرعت فہم میں (مولانا عبدالقادر بدایونی) کو ابو الفضل نعیمیٰ پر فضیلت و برتری  
 دیتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی ان سے غارت درجہ محبت کرتے تھے ان کی تعظیم بھی کرتے تھے  
 اور مسائل علمیہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔ مولانا عبدالقادر بدایونی ان تمام خصوصیات کے ساتھ  
 ایک زمانہ تک بدایوں میں قائم رہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی نے ان کے فضائل و مناقب میں "چراغ انس" (۱۳۱۸ھ  
 ۱۹۰۰ء) کے نام سے ایک مدحیہ قصیدہ تحریر فرمایا۔ اور ان کے والد مولانا فضل رسول  
 بدایونی کی کتاب المعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) پر تعلیقات لکھی جس کا نام المعتقد  
 المستند بنارنجانۃ الاید (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) ہے اور یہ کتاب مع تعلیقات مستدر بارشائع  
 ہو چکی ہے۔ مکتبہ استنبول ترکی سے بھی شائع ہو چکی ہے فاضل بریلوی کے فضائل و مناقب میں ایک

مکاتیبہ شیخ احمد رضا خاں البریلوی۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد، مطبوعہ کراچی ص ۵



درجہ تصنیف بھی مداح فضل رسول کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔

## تصنیفات

- (۱) احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی)
- (۲) سیف الاسلام الملول (فارسی)
- (۳) حقیقۃ الشفاعۃ علی اہل السنۃ والجماعۃ
- (۴) سفار السائل بحقیق المسائل
- (۵) دیوان عربی و رنقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- (۶) ہدایت الاسلام
- (۷) تاریخ بدایوں
- (۸) دیوان عربی
- (۹) دیوان فارسی
- (۱۰) دیوان اردو

## حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جلیپور میاں علیہ الرحمۃ

آپ کا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے تین سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالکریم قادری قدس سرہ کے ساتھ حیدرآباد دکن سے جلیپور تشریف لائے۔ چودہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور تمام ظاہری و معنوی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔



فاضل بریلوی نے مولانا عبدالسلام جلیپوری کو ایک منظوم خط تحریر کیا تھا جس میں مولانا عبدالسلام جلیپوری کی بڑی پذیرائی کی ہے جس سے دونوں حضرات کے باہمی عقلموں و محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

صلوتک و وعا علی المصطفیٰ	لک الحمد یا من عسی و کفی
و عنوت الوری و اشیا عجم	و آل و اصحاب و اتبا عجم
کہ از شکر خالق بود شکرنا سزا	سپس بہر عبد السلام این سپاس
جلیپور ہارا از خوشتر است	وطن گرچہ آرام را در خور است
کہ از عیدنا سلام عبد السلام	نہ از خود شد او فرحت افزا مقام
برائتگوشہ از وطن خاطر مرم	تولائے اصحاب آل مسترم
سجود محمد علیہ السلام	سلامت بود شاہ عبد السلام
بود رائسا از وسے اغلان حق	الہی نگہدار برہان حق
بود از احد لطف احمد رضا	برائے تو و نسل تو و امسا
از امت بود و نسل حق را ظہور	توئی حافظ حق و عب شکور
محمد بود عنوت تال بالروام	ہمیشہ بود کار تال را انظام
بے جملہ تال حافظا از ہر عنوت	بودی و قیوم معنی و وود
زور گاہ رب و زرا احمد رضا است	توئی زاہد و زاہدان را عنطاست

خوش آناں کہ از نام عنوت بلند

سزاوار حمد و رضا شد اند

۳ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء کو مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے مولانا عبدالسلام جلیپوری کو اپنے ہاتھوں سے عربی زبان میں لکھ کر مختلف سلاسل میں بیت و اجازت و عنایت کی

عہ اکرام امام احمد رضا، مفتی محمد برہان الحق، مجلس العلماء تنظیم پورہ ۹۹/۹۸

سند عطا فرمائی۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ / مطابق ۱۳ فروری ۱۹۵۳ء میں آپ کا وہاں ہوا اپنے والد ماجد کے پہلو میں عید گاہ چیلپور میں دفن ہوئے۔

## مولانا سید احمد اشرف جیلانی قدس سرہ

سید احمد اشرف جیلانی کچھو چھوی، سید علی حسین اشرفی کچھو چھوی کے فرزند ارجمند تھے آپ کے والد سید علی حسین اشرفی کچھو چھوی کے بارے میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

”الشاہ علی حسین کثو شوی کان عالما جلیلا و زارا الدول لاشلا  
وبایع علی لید منات من المشائخ و العلماء و اعتنق الاسلام الاف  
من الکفوة و المشرکین بد عوتہ کان المشیخ احمد رضا یحب  
حاجتا، ی

آپ کا تاریخی نام ابوالمحمود سید شاہ احمد اشرف ہے ۱۲ شوال ۱۲۸۶ھ میں جمعہ کے دن کچھو چھو شریفین میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کچھو چھو میں پائی مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے علوم مروجہ میں کمال حاصل کیا۔ آپ نے کسی بھی ادارہ سے دستار بندی نہیں کرائی اس لئے کہ ایک بار خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور حضور نے اپنے مقدس ہاتھوں اور نوزانی انگلیوں سے آپ کے سر پر دستار باندھی جس کے بعد آپ نے کسی مدرسے میں دستار بندی کرانے سے انکار کر دیا۔ مولانا احمد رضا بریلوی آپ سے غایت درجہ محبت فرماتے تھے اور تعظیم و تکریم

والشیخ امام احمد رضا خاں البریلوی۔ الدكتور محمد مسعود احمد جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۸

۲۸ الاستمداد - امام احمد رضا خاں بریلوی - قادی بکڈ پور بریلی ص ۹۳

بھی۔ والد ماجد کی حیات ہی میں ۱۳۳۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

## مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ السلام

نام محمد نعیم الدین لقب صدر الافاضل اور استاذ العلماء ہے۔ تاریخی نام غلام مصطفیٰ  
۲۱ صفر المنظر ۱۳۳۳ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز دوشنبہ شہر مراد آباد میں پیدا ہوئے  
والد ماجد اور مورث اعلیٰ مولانا معین الدین نزہت ابن مولانا امین الدین راسخ ابن مولانا  
کریم الدین آرزو اپنے زمانے کے مشاہیر علماء و شعرا میں شمار کئے جاتے تھے۔  
ابتدائی تعلیم و تربیت والد گرامی مولانا معین الدین نزہت سے حاصل کی آٹھ  
سال کی عمر میں حافظ سید نبی حسین اور حافظ حفیظ اللہ خاں کے پاس قرآن پاک  
حفظ کیا۔

مولانا ابوالفضل فضل احمد سے عربی اور طب کی تعلیم حاصل کی منطق کی مشہور کتاب  
ملاسن بھی انہیں سے پڑھی۔ اس کے بعد مولانا گل محمد صاحب کے پاس حاضر ہو کر بقیہ  
درس نظامی کی کتابیں اور حدیث، منطق، فلسفہ، اقلیدس وغیرہ کی تکمیل کی۔ بیس سال  
کی عمر میں ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء دارالعلوم امدادیہ سے سند فضیلت حاصل کی سلسلہ  
قادریہ میں اپنے استاذ مولانا گل محمد سے بیعت ہوئے۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی اپنے زمانے کے یکتائے روزگار مناظر بھی تھے مناظرہ  
میں آپ کو یدِ طوئی حاصل تھا۔ آریوں، ہندوؤں اور عیسائیوں سے کسی ایک مناظرے  
کئے جس میں آپ کو فتح و کامیابی حاصل ہوئی اور مخالفین کو شکست فاش، مخالفین خائب  
و خاسر ہو کر اسلام کی حقانیت کے معترف ہو گئے۔

۱۔ معارفِ رضا شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۹۹

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ :

مراد آباد بازار چوک میں آریہ مبلغ روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریریں کرتے تھے حضرت مسجد تلوے سے جمعہ پڑھا کر واپس آ رہے تھے ملاحظہ فرمایا کہ آریہ اعتراض کر رہا ہے اور شاہی مسجد کے مدرسے کے ایک مدرس مولوی قدرت اللہ کو جو اب دے رہے ہیں اور جب مکمل جواب نہ دے سکے تو وہاں سے فرار ہو گئے اور آریہ نے تالی بجائی کہ مولوی صاحب عاجز ہو کر بھاگ گئے میرے اعتراض کا جواب نہ دے سکے حضرت نے فرمایا پنڈت جی! آپ کا کیا اعتراض ہے؟ بیان کیجئے میں جواب دیتا ہوں۔ اس نے طبعی تسلی سے کہا کہ آپ کے مولوی صاحب جواب نہ دے سکے آپ کیا جواب دیں گے۔

حضرت نے فرمایا: آپ اعتراض تو کیجئے پھر دیکھئے کہ تسلی بخش جواب آپ کو ملتا ہے یا نہیں اس نے کہا: آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ زید حضرت کے بیٹے نہ تھے متبنی تھے جسے اردو میں لے پالک کہتے ہیں۔ حضور نے کریم سے انہیں اپنا بیٹا بنایا تھا۔ شریعت اسلامیہ میں منہ بولا بیٹا ہوتا ہے نہ وہ ورثہ پاتا ہے اور اگر وہ مر جائے تو اس کا ورثہ بیٹا کہنے والے کو ملے۔ آریہ کہتے لگا کہ منہ بولا بیٹا حقیقتی بیٹا ہوتا ہے اور ورثہ وغیرہ کے تمام احکام ہندو دھرم میں اسے ملتے ہیں۔

حضرت نے دلائل عقلیہ سے اسے ثابت فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ حقیقت میں جس کے لطف سے وہ پیدا ہے اسی کا بیٹا ہوتا ہے صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا اسے ایسے عمدہ پیرائے سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع اس سے متاثر ہوا مگر وہ پنڈت ہندو سے کہنے لگا کہ میں نہیں مانتا۔ سارا مجمع اس سے کہتا ہے کہ عقل کی روشنی میں دیکھ مگر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا۔ حضرت نے کہا کہ اچھا میں ابھی تجھے منوائے دیتا ہوں۔ سنجع والو! میں کہتا ہوں

کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو، تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو اب میرے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہو گئے اور قبول، ہمارے منہ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہو گئے۔ بیٹے کی بیوی تمام اور بیٹے کی ماں حلال تو تمہاری ماں میرے لئے حلال ہو گئی۔

کہنے لگا آپ گالی دیتے ہیں۔ فرمایا میرا دعائاً ثابت جب تو خود اسے گالی تسلیم کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ منہ بولائی حقیقت میں بیٹا نہیں ہو جاتا۔

یہ سن کر پنڈت جمع سے چلایا کہ آپ کے مولوی صاحب چلے گئے تھے اب میں جاتا ہوں۔

فاضل بریلوی کے تمامی احباب میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی کو فوقیت حاصل ہے مولانا نعیم الدین مراد آبادی فاضل بریلوی سے از حد محبت کرتے تھے حتیٰ کہ فاضل بریلوی سے ملاقات کے لئے ہر ہفتہ مراد آبادی سے بریلی تشریف لاتے تھے اور فاضل بریلوی بھی مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور بڑے ہی خلوص و محبت سے پیش آتے تھے اور اکثر مناظر دل میں آپ ہی کو بھیجتے تھے۔ ایک جگہ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں:

میرے نعیم الدین کو نعمت  
اس بلا میں کسماتے یہ ہیں

آپ ایک ماہر سیاست داں بھی تھے آپ کی سیاست کا محور و مرکز اسلامی تعلیمات تھی۔ اپنے عہد کی ہر دینی، ملی، سیاسی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۱۹۲۵ء میں بنارس میں آل انڈیائی کانفرنس میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ مراد آبادی سے ایک دینی مجلہ "سواد اعظم" کا اجرا کیا اور ۱۳۲۵ھ میں مراد آبادی میں ایک اسلامی ادارہ اہل سنت و جماعت قائم کیا بعد میں اس ادارہ کا نام بدل کر "جامعہ نعیمیہ" رکھ دیا گیا۔

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۶ء کو ۶۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور جامعہ نعیمیہ ہی کے ایک گوشے

مکمل الاستمداد - امام احمد رضا قادری - قادری بک ڈپو بریلی ص ۹۰

معارف رضا شمارہ ۱۹۵۵ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۰۲/۲۰۳

میں دفن ہوئے۔

## تصانیف

- |                         |                                |
|-------------------------|--------------------------------|
| (۹) کشف الحجاب          | (۱۱) تفسیر خزائن العرفان       |
| (۱۰) اسواط العذاب       | (۱۲) اظہار البیان              |
| (۱۱) الفرائد النور      | (۱۳) الکلمۃ العلیا ہدایت کاملہ |
| (۱۲) گلبن غریب تواز ۲   | (۱۴) التحقیقات                 |
| (۱۳) ریاض نسیم          | (۱۵) کتاب العقائد              |
| (۱۴) احقاق حق           | (۱۶) سوانح کربلا               |
| (۱۵) افادات صدر الافاضل | (۱۷) زاد الحرمین               |
| (۱۶) مجموعہ فتاویٰ ۳    | (۱۸) آداب الاخیار              |

## پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف ابن مولانا حکیم سید محمد عبداللہ قدس سرہ العزیز ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء کو محلہ میر داو پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد اور مولانا حسن استھلاوی سے حاصل کی۔

- ۱۔ الاستمداد - امام احمد رضا قادری - قادری بک ڈپو بریلی ص ۹۲
- ۲۔ معارف رضا شمارہ ہجرت ۱۹۸۵ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۸
- ۳۔ لقیہ اسلام - ڈاکٹر حسن رضا خاں پٹنہ ص ۱۱۲
- ۴۔ معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۱





آپ جو منی جانے سے پہلے مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے ملاقات کر لیں وہ علم ریاضی میں اچھی دسترس رکھتے ہیں۔ ممکن ہے آپ کی دستیں نہیں دور ہو جائے اور انشاء اللہ دور ہو جائیگی اس پر ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے فرمایا کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں کہاں کہاں تعلیم حاصل کر کے آیا ہوں مگر نہیں حل کر سکا اور آپ ایسی شخصیت کا نام لیتے ہیں جس نے بیرونی ممالک تو کیا اپنے شہر کے کسی کالج میں بھی تعلیم حاصل نہیں کی۔ بات ائی اور گزر گئی۔ چند دنوں کے بعد جب پتھر پروفیسر سید سلیمان اشرف کی ملاقات ڈاکٹر سر ضیاء الدین سے ہوئی تو چہرہ پر پریشانی کے آثار دیکھ کر دوبارہ عرض کیا کہ آخر بریلی جا کر مولانا احمد رضا خاں سے مل لینے میں کیا حرج ہے اگر مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو بہاؤ رتہ جرمنی ضرور تشریف لے جائیں۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے دماغ میں پروفیسر سید سلیمان اشرف کی بات بیٹھ گئی اور وہ بریلی مولانا احمد رضا خاں کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی منشا پھر پروفیسر سید سلیمان اشرف نے فرمایا کہ آپ سفر کی تیاری پوری کر لیں میں بھی آپ کے ہمراہ بریلی چلوں گا۔

مکالمہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے اس سفر کے متعلق ایک تفصیلی خط لکھ کر پہلے ہی پروفیسر سید سلیمان اشرف نے فاضل بریلوی کو بائبر کر دیا اور ایک دن ڈاکٹر سر ضیاء الدین کو ہمراہ لے کر فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فاضل بریلوی نے دونوں حضرات کو خوش سید کیا اور تنظیم و تکریم کی اس لئے کہ دونوں حضرات سید تھے اور فاضل بریلوی سیدوں کی از حد تنظیم و تکریم فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے سر ضیاء الدین کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا غیر حل شدہ ریاضی کا وہ مسئلہ بیان کیا۔ فاضل بریلوی نے آٹا فائنا ڈاکٹر صاحب کے اس مسئلہ کو حل کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب جبرت و استعجاب کے عمیق سمندر میں ڈوب گئے اس کے بعد دیر تک علم ریاضی ہی کے چند مسائل پر تبادلہ خیال کیا اور اس کے بعد باہر آ گئے۔ باہر آ کر پھاٹک میں کرسی پر

بیٹھ کر ڈاکٹر صاحب نے مولانا سید سلیمان اشرف سے کہا: یار! اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل جبر ان سے ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توحیت وغیرہ میں اتنی زبردست قابلیت اور بہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد حل نہ کر سکی حضرت نے چند منٹوں میں حل کر کے رکھ دیا۔ صحیح معنوں میں یہ سہی لڑیل پرائز کی مستحق ہے مگر گوشہ نشین ریا اور نام و نمود سے پاک شخصیت شہرت کی طالب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ قائم رکھے اور ان کا فیض عام ہو۔ مولانا! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری مشکل حل کر دی اور مجھے زحمت سے بچالیا۔

فاضل بریلوی اور پروفیسر سید سلیمان اشرف کے باہمی مچانہ رابطوں پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر موصوف کے شاگرد رشید ڈاکٹر عابد علی مہتمم دارالقرآن پنجاب یونیورسٹی رقمطراز ہیں۔

مولانا مرحوم احمد رضا بریلوی کے بارے میں میرے بالواسطہ تاثرات کا وسیع اور قیمتی حصہ وہ ہے جو مجھے اپنے استاذ محترم مولانا سید سلیمان اشرف کی وساطت سے حاصل ہوا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مجھے برسوں ان کی مربیانہ حمیت میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ وہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی شخصیت سے از حد متاثر تھے اسی دور کی دو اور شخصیتوں کو ساتھ ملا کر سید صاحب فرمایا کرتے تھے۔ ان تینوں ہستیوں کو دیکھ لینا چاہیے پھر ایسے لوگ نہیں ملیں گے استاذ محترم مولانا سید سلیمان اشرف پر حضرت مولانا بریلوی کا اتنا اثر تھا کہ مولانا احمد رضا خان قدس سرہ کی عظیم شخصیت کا اندازہ دراصل استاذ محترم کی شخصیت ہی سے لگایا۔ مجھے مولانا سلیمان اشرف سے شرف تلمذ کے علاوہ ان کا انتہائی قرب بھی حاصل رہا میں دیکھتا کہ حضرت مولانا بریلوی کا ذکر چھیڑ دیتے اور یوں محسوس ہوتا کہ اکثر انہیں

علامہ معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۲

کے تصور میں گمن رہتے ہیں حتیٰ کہ استاذِ محترم کی طبیعت انہیں کے رنگ میں رنگ لگی تھی۔  
 پروفیسر رشید احمد صدیقی سابق صدرِ شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنی کتاب "گنہگارے  
 گرانمایہ" میں پروفیسر سید سلیمان اشرف کا ذکر خیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

مرحوم میں اپنے استاد ہی کا بیروت و وطن نے تھا ان کی شفقت میں بھی بیروت کا فرما  
 تھا میں نے مرحوم کو جھجک کر یا بول بول باتیں کرتے کبھی نہ پایا۔

پروفیسر سید سلیمان اشرف اپنے وقت کے ایک لائق و نافع سیاست دان بھی تھے۔  
 سیاست میں ان کا موقف فاضل بریلوی کے سیاسی موقف کا حامی اور آئینہ دار تھا۔ اس وقت کا  
 سیاسی ماحول ہماہمی اور سراسیمگی کی نذر تھا۔ سلطنتِ منلیہ کا بہت پہلے ہی خاتمہ ہو چکا تھا  
 انگریزی حکومت بھی روبہ زوال تھی اس کے ایوانوں میں بھی زلزلہ رونما ہو چکا تھا۔ ہندوستانی  
 سیاست انہی سیاست پر بنو دار ہو رہی تھی مگر اس کی پرورش انگریزی حکومت اور ہندو لیڈروں  
 کی فکری آغوش میں ہو رہی تھی جس کی وجہ سے اسلامی سیاست سخت مجروح ہو رہی تھی جس کا اثر  
 اتنا غلط مرتب ہوا کہ اسلامی سیاست پر ایک دبیر چادر پڑ گئی اور اس کی حقیقت کو پردہ انخفاض  
 نے ڈھانپ لیا۔ جس کی ہتوں تک صرف اقتوا سے المؤمن کے مصداق چند اکابر  
 کی ہی نظر دور رس پہنچ رہی تھی۔ مسلم حلقوں میں افراتفری مچی ہوئی تھی غرضیکہ اس بحرانِ سیاسی  
 ماحول یا طوفان میں مسلم عوام و خواص کی اکثریت غوطہ زن تھی۔ مگر چند افراد اس سیاسی بحران سے محفوظ  
 تھے اور قوم مسلم کو سچی سیاسی تصویر دکھا رہے تھے انہیں میں فاضل بریلوی اور ان کے مخلص دست  
 پروفیسر سید سلیمان اشرف بھی تھے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی اس دور کی سیاسی منظر کشی کرتے  
 ہوئے لکھتے ہیں:

اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے یہی باتیں ٹھیک

شاہد احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد رضا انٹرنیشنل اکیڈمی مہاروق آباد ص ۷

فقہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۲۶۲

ہیں اس کے علاوہ کوئی بات بھیک ہو ہی نہیں سکتی۔ کالج (علی گڑھ) میں عجیب افراتفری تھی (مرحوم سید سلیمان اشرف) مطعون ہو رہے تھے لیکن پھر سے پر کوئی اثر نہ تھا اور نہ معمولات میں کوئی فرق۔ سیلاب گذر گیا جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا لیکن مرحوم نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی ہے آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ قائم ہے۔ سارے علماء سیلاب کی زد میں آچکے تھے صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے (ص ۲۹ گجھانے گرانماہ لکنتہ جامعہ نئی دہلی)۔

پروفیسر سید سلیمان اشرف ایک بہترین استاد، ماہر سیاست وال، جید عالم خطیب اور بے مثال مناظر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے عظیم فنکارانہ صلاحیت رکھنے والے محقق و مولف بھی تھے بالفاظ دیگر آپ کی شخصیت مجمع الصفات تھی آپ کا انتقال ۵ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ / ۲۵ اپریل ۱۹۳۹ء کو علی گڑھ میں ہوا اور آپ کی تجہیز و تکفین بھی علی گڑھ کے قبرستان میں ہوئی۔

## تصانیف

(۱) امتناع النظیر	(۶) البلاغ
(۲) الحج	(۷) الرشاد
(۳) المبین ۳	(۸) السبیل
(۴) الاہنبار	(۹) الخطاب ۲
(۵) النور	

۱۔ معارف رضا شمارہ ششم ۱۹۸۸ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۵۵

۲۔ علامہ اقبال نے بڑی تعریف کی ہے۔ ایک موقع پر مولانا سے علامہ نے فرمایا: آپ نے عربی زبان کے لفظ ایسے لہجوں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کی طرف پہلے کبھی میرا ذہن نہیں منتقل ہوا تھا ص ۱۸۱

۳۔ معارف رضا شمارہ ششم ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۸۱

# نعت گوئی کی ابتدا اور اس کے خصوصی شرف

بنیادی طور پر لغت شاعری کا محرک عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جب سینہ دل میں عشق رسول کی آگ سلگتی ہے تو موزوں طبع لوگوں کے زبان و قلم سے نعت رسول وجود میں آتی ہے۔ عشق رسول جس عمق یا پائے کا ہوگا لغتیں بھی اتنی ہی پراثر ہوں گی۔

نعت گوئی کی وضاحت و تشریح کرتے ہوئے حضرت شاعر مکھنوی نے اپنے مقالہ "تاریخ نعت گوئی میں حضرت رخصتا بریلوی کا منصب" میں لکھتے ہیں:

نعت گوئی کی دو حیثیتیں ہیں (۱) وہ نعت گوئی جو روایت سے چل کر عقیدے پر ختم ہو جاتی ہے (۲) وہ نعت جو عشق سے چل کر ایمان پر ختم ہو جاتی ہے۔ رخصتا بریلوی کی نعت دوسری حیثیت سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی لئے ان کی نعت گوئی اپنے معیار کے اعتبار سے ایک انفرادی و امتیازی شان کی مالک نظر آتی ہے۔ نعت کہتے وقت قرآن کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ قرآن سیرت مصطفیٰ کا آئینہ ہے اور اس آئینے کو دربر رکھنے کے بعد فکر کی رفتار میں کسی لغزش کا امکان ہی نہیں رہتا۔ ان کا یہ مصرعہ ان کی لغتوں کا معیار پر رکھنے کے لئے بہت کافی ہے۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی۔

حضرت رخصتا بریلوی کے سینے میں عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ان کے حرکات و سکنات اور ہر جز و دو کلمے سے عشق مصطفیٰ ہی ٹپکتا تھا جس کا اندازہ ان کی سیرت اور لغت کلام سے لگا یا جا سکتا ہے۔

۱۔ تاریخ نعت گوئی میں حضرت رخصتا بریلوی کا منصب۔ شاعر مکھنوی۔ مرکزی مجلس رضالابور ۲۲/۳۳

مولانا بدرالدین احمد حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں:

آپ عام ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپانی اور ورد عشق آپ کو بے تاب کرتا تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے اور یہی اشعار آپ کی سوزش عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے۔ چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپانی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے میرا دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔

جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

شنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا  
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا رہی تھی کیا کیسے قافیے تھے

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روزِ فرہ وں کرے خدا  
جن کو ہو درد و کا مزہ ناز ووا اٹھائے کیوں

حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی کو عصری یا زمانی قیود میں مقید نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے اس عمر کو پہنچ کر نعت گوئی کی ابتدا کی۔ بلکہ وہ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ عشق رسول کا جام لبالب آپ نے روز الست ہی نوش فرمایا تھا۔ جب عشق رسول کا درد آپ کو بے چین کرتا تو آپ نعت کہنے لگتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”بجہ اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔“

علامہ سوانح اعلیٰ حضرت، مولانا بدرالدین احمد قادری ص ۳۸۵

علامہ حیات اعلیٰ حضرت، علامہ نضر الدین بہاری ص ۱۷

شمعِ طیبے میں پروانہ رہوں کب تک دور  
ہاں جلاوے شررِ آتش پہناں ہم کو

خاک ہو جائیں درپاک پہ حسرت مٹ جائے  
یا الہی نہ پھر اے سرو سماں ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم مری بیتابی سے  
چین لینے دے تپ سینہ سوزاں ہم کو

میرے ہرزخم جگر سے یہ نکلتی ہے صدا  
اے طبعِ عربی کر دے نمک داں ہم کو

رحم فرمائیے اے شاہ کہ اب تاب نہیں  
تاب کے خون رلائے غمِ حبراں ہم کو

حضرت رعبا بریلوی نے کسی سے شریف تلمذ بھی نہیں حاصل کیا اور نہ ہی کسی سے  
اصلاح لی بلکہ وہ تلمیذ الرحمن تھے (الشعراء تلامذہ الرحمن) ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:  
”وہ عاشقِ صادق تھا وہ کسی کا شاگرد نہ تھا۔ شاگرد تو غالب بھی کسی کا نہ تھا مگر وہ  
عاشقِ صادق نہ تھا۔“<sup>۱</sup>

آپ فرماتے ہیں

جبین طبع ہے ناسودہ داغِ شاگردی

عبارتِ منتِ اصلاح سے ہے دامن دور<sup>۲</sup>

ہاں اتنا ضرور تھا کہ جب وہ اپنی فکر کو مہمیز لگاتے تھے تو قرآنِ مقدس کو پیش نظر  
رکھتے تھے وہ قرآنِ مقدس جس کے نزول کا بنیادی سبب ”ہدیٰ للناس“ ہے فرماتے ہیں

۱۔ عاشقِ رسول۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مرکزی مجلسِ رضا لاہور ص ۱۱

۲۔ معارفِ رضا ۱۹۸۲ء ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی ص ۱۵



ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ  
بیجا سے المنتہٰ بشد محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی  
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

جس کی نعت گوئی کا محور و مرکز قرآن مقدس ہو وہ قرآن مقدس جو سراپا رشد و ہدایت  
اور جمیع علوم و فنون کا مجموعہ ہے۔ اور رب کی زبان میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
نعت تو ایسی نعت کائنات کا سب سے بڑا سرمایہ افتخار بھی جائے گی۔ جب اللہ کی وہی ہوئی تو فیتق سے اس کے  
بند سے ایسی نعتیں کہیں گے تو وہ تمام غیر شرعی امور سے منزہ ہوں گا اور جب وہ نعتیں پڑھی جائیں گی  
یا سنی جائیں گی تو قرآن کے پڑھنے اور سننے کا سادھن محسوس ہو گا یہ ہو جاتا ہے کہ جب حضرت رضا  
بریلوی کی نعتیں گوش و ہوش سے گذرتی ہیں تو روح و جد کرنے لگتا ہے اور زندگی اپنی مسراج  
پالیتی ہے۔ مزید برآں اگر نعت گوئی میں استفادہ یا رہبری کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو شاعر ہارگاہ  
رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم کو ملنا منزل قرار دیتے ہوئے  
ارشاد فرماتے ہیں ۷

تورشہ میں غم و اشک کا سماں بس ہے  
افغان دل زار حدی خواں بس ہے

رہبر کی رہ نعت میں کچھ حاجت ہو  
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

جب حضرت رضا بریلوی اپنے آقا و مولیٰ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کے حضور حاضر ہوئے ہیں تو اس وقت محبت رسول آپ کو بے چین کرتی ہے۔ سوزش عشق  
کی کرب انگیزیاں مضطرب کرتی ہیں، درد عشق دو گنا نہیں گنا نہیں بلکہ بے کراں ہو جاتا  
ہے اور بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے تو بے ساختہ زبان پر نعتیہ اشعار

جاری ہو جاتے ہیں

پیشِ نظر وہ نوبہارِ سجدے کو دل ہے بیقرار  
روکے سر کو روکے ہاں یہی امتحان ہے

مگر وہیں قرآنِ مقدس رہبری کرتا ہے اور فوراً فرماتے ہیں

اے شوقِ دل یہ سجدہ گران کو روا نہیں  
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

حضرت رضنا بریلوی نے نعتِ گوئی بطورِ وظیفہ اور عبادت کے کی ہے ورنہ شعر و شاعری

ان کا مذاق طبع نہ تھا جیسا کہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں

شنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا  
نہ شاعری کی ہوس نہ پر و اردی بھتی کیا کیسے قائفے تھے

قرآنِ پاک میں اللہ جل و علا نے ارشاد فرمایا ہے **الَّذِينَ كُفِرُوا بِاللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ**

یعنی اوراد و وظائفِ دلِ مصنظر کا مداوا ہو کر تے ہیں حضرت رضنا بریلوی کو نعتِ گوئی سے  
اس قدر شغف اور دلی لگاؤ تھا کہ زندگی کے اکثر بیشتر لمحات نعتِ گوئی ہی میں گزرتے تھے اور دیگر

اوراد و وظائف پر نعت کو فوقیت بھی دیتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں

ایسا گما دے ان کی ولایتِ خدا ہمیں  
ڈھونڈھا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے  
بیکسی لوٹ لے خدا نہ کرے  
دل میں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور  
کاش جوشِ ہوس ہو انہ کرے

اے رخصت سب چلے مدینے کو  
میں نہ جاؤں اے خدا نہ کرے

یاد حضور کی قسم غفلت عیش سے ستم  
خوب میں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھپائے کیوں  
یوں ہی ایک نعتیہ غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں  
تافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی  
مشکل آسان الہی مری تہنائی کی

یہ ایک فطری امر ہے کہ جب کوئی شخص دیار محبوب کی طرف جاتا ہے تو اس  
وقت اس کو بلا تکلف اپنے محبوب کی یاد آجاتی ہے۔ ایسے میں اس شخص کی یہ خواہش  
ہوتی ہے کہ اے کاش اس شخص سے پہلے میں اپنے محبوب کی زیارت سے اپنے قلب و جگر کو ٹھنڈا  
کرتا۔ یوں ہی جب زوار مدینہ کا قافلہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے پارہ رک  
ہوا ہوگا اور وہ بھی حضرت رضا بریلوی جیسے عاشق صادق کے سامنے توڑو سارا منظر دیکھ کر آپ  
پر کیا گزری ہوگی۔ دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہوگا اور ایسے میں جو آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی یاد آئی ہوگی تو بالکل اسی طرح سے

آئی جوان کی یاد تو آتی چلی گئی

ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

یقیناً ایسے میں ایک سرد آہ کے ساتھ آپ کی زبان سے نعت کا یہ مطلع نکلا ہوگا۔

تافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی

مشکل آسان الہی مری تہنائی کی

حضرت رضا بریلوی نے دوبار حج کیا تھا پہلی بار فریضہ حج ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

میں اور دوسری بار ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں۔ دونوں بار آپ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے بلکہ پہلی بار فریضہ حج ادا کرنے کے بعد دوسری بار خاص کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہی کی غرض سے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور فریضہ حج بھی ادا فرمایا۔ فرماتے ہیں سے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے

اصل مراد حاضر ہی اس پاک در کی ہے

پہلی بار حج فرض ادا کرنے کے بعد حیب مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ

ہوتے ہیں تو تمام اوراد و وظائف کو منقطع کر کے نعت شریف کے مقدس وظیفے کو جاری

رکھے ہوتے تصور محبوب میں ڈوب کر ارشاد فرماتے ہیں سے

بھینی سہانی صبح میں کھنڈک جگر کی ہے

کلیاں کھلیں دلوں کی ہو ایہ کدھر کی ہے

کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے

بھبتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے

ہم جائیں اور قدم سے پٹ کر حرم ہے

سو نپا خدا کو تجھ کو یہ عظمت سفر کی ہے

ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ

او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم دسر کی ہے

واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جان نو

یہ راہ جان نقر امرے مولیٰ کے در کی ہے

اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک

حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

زندہ رہیں تو حاضر ہی بارگہ نصیب  
 مرجائیں تو حیاتِ ابد عیش گھر کی ہے  
 طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند  
 سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے  
 سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں  
 ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے  
 مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے  
 سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے  
 افسانے حیاتیاں کہ یہ منہ اور تر سے منصور  
 ہاں تو کریم ہے تری خو در گذر کی ہے  
 تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے  
 کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے  
 جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں  
 کیا پرسش اور جا بھی سگ بے ہنر کی ہے  
 منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی  
 دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے  
 سنکی وہ دیکھ بار شفاعت کہ دے ہوا  
 یہ آبر و رضا سے دامان تر کی ہے

اسی لغت کے تشلسل میں ایک اور لغت بھی ہے۔ جب حضرت رضا بریلوی  
 روضہ رسول سے قریب ہوئے تو دل کی دھڑکنوں میں بے ساختہ اضافہ ہو گیا بے خودی  
 اور وارفتگی میں ڈوب کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس روہے کے جلوہ زیبا

کی دید کے لئے حجاج کرام کو دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

حاجبواؤ شہنشا کا روضہ دیکھو  
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

رکن شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت  
اب مدینے کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو

آپ زمزم تو پیا خوب بچھائیں پیاسیں  
آؤ جو دیشہ کورٹ کا بھی دریا دیکھو

دھوم دیکھی ہے در کعبہ پہ بے تابوں کی  
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا ترپنا دیکھو

گر چکی رفت کعبہ پر نقشِ پروازیں  
ٹوٹی اب سحام کے خاکِ درِ والا دیکھو

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں  
ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو

خوب سعی میں بہ امید صفا دوڑ چکے  
رہ جاناں کی صف کا بھی تماشا دیکھو

رقص بسمل کی پہساریں تو مسنی ہیں دیکھیں  
دلِ خوں نابہ نشاں کا بھی ترپنا دیکھو

غور سے سن تو رخصنا کعبہ سے آتی ہے صدا  
میری آنکھوں سے مرے پیارے کارو دیکھو

جب دوسری بار ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں عازم سفر ہوئے تو ادائیگی حج کے بعد  
حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ انور کا رخ کرتے ہوئے مدینہ طیبہ کی

طرف کوچ کرتے ہیں تو اس وقت بھی حسب سابق نعت کا وظیفہ جاری رکھتے ہیں اور کیوں نہ  
 وظیفہ نعت جاری رکھتے جبکہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی زیارت مقصود ہے  
 چنانچہ اس نعت عظمیٰ پر شکر انہی بجالاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ۷

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے  
 جس پر نثار جان و صلاح و ظفر کی ہے

گرمی ہے، تپ ہے، درد ہے، کلفت سفر کی ہے  
 ناشکر! یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے

وہ دیکھ جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی  
 یہ ہر وہ نہیں کہ نسبت چہارم صفر کی ہے

ماہِ مدینہ اپنی تسلی عطا کرے  
 یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

مَنْ ذَا رُتْبَتِي وَجَبْتُ لَهُ شَفَاعَتِي  
 ان پر درد جن سے تو یہ ان بشر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدانے کرا دیئے  
 اصل مراد حاضر ہی اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیب ہی کہا  
 پوچھا تھا جب کسی نے کہ نہ ہنست کدھر کی؟

ان پر درد جن کو حج تک کریں سلام  
 ان پر سلام جن کو تحیۃ شکر کی ہے

ان پر درد جن کو کس بیکیاں کہتیں  
 ان پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام

یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام

خوبی انہیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام

تلیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام

کلمے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے

عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السلام

لمجا یہ بارگاہ دعا و اثر کی ہے

شوریدہ سلام کو حاضر ہیں السلام

راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے

خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام

مرہم بہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام

یہ جلوہ گاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے

سب کرو فر سلام کو حاضر ہیں السلام

ٹوپی بہیں تو خاک پہ ہر کرو فر کی ہے

اہل نظر سلام کو حاضر ہیں السلام

یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہل نظر کی ہے



و نذاں کا نعت خواں ہوں نہ پایاب ہوگی آب  
 ندی گلے گلے مرے آپ گہر کی ہے  
 یارب رحمانہ احمد پارینہ ہو کے جائے  
 یہ بارگاہ تیرے حبیب ابر کی ہے

توفیق دے کہ آگے نہ پیدا ہو خوئے بد  
 تبدیل کر جو خصلت بد پیشتر کی ہے

آکچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے فنا  
 مشتاق طبع لذت سوز جگر کی ہے

حضرت رمنابریلوی کے لغتیہ دیوان "حدائق بخشش" کے مرتبین نے بڑی غیر ذمہ داری  
 کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کی ترتیب و تدوین میں اعتقاد کو فوقیت دیتے ہوئے محقق  
 نقیض اور ادبی نقطہ نگاہ سے اعراض کیا ہے۔ ایک عرصہ دراز کے بعد محقق عصہ حضرت  
 علامہ شمس بریلوی نے حضرت رمنابریلوی کے لغتیہ دیوان "حدائق بخشش" کا تحقیقی اور  
 ادبی جائزہ لیا اور اس کو ادبی پیرائے میں مرتب کیا مگر آپ سے بھی تسامح ہوا اس لئے  
 کہ حضرت رمنابریلوی نے جس نعت کو پہلی بار مدینہ طیبہ کی حاضری کے وقت کہا تھا  
 جس کا مطلع ہے

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے  
 کلیاں کھلیں دلوں کی ہو ایہ کدھر کی ہے

اس کو دوسری بار حاضری کی نعت قرار دیا ہے۔ اور اس طرح کا مضمون قائم

کیا ہے۔

"حاضری درگاہ ابدی پناہ وصل دوم رنگ عشقی" ۱۔

۱۔ تحقیقی اور ادبی جائزہ ہ۔ علامہ شمس بریلوی۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۶۲ء و صفحہ ۱۶۲۔

اور دوسری بار کی حاضری کے وقت کہی گئی نعت کو پہلی بار حاضری کی نعت قرار دیا ہے جس کا مستحق اس طرح ہے۔

” حاضری بارگاہ ہمیں جاہ وصل اول رنگ علمی حضور جان نور“

جس کا مطلع ہے

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے

جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

مقالہ نگار کی تحقیق میں مذکورہ مطلع دوسری بار حاضری کی نعت کا ہے۔ اس لئے

کہ مطلع ثانی خود گواہ ہے

گرمی ہے تپ ہے درد ہے کلفت سفر کی ہے

ناشکر یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے

اس سے یہی بات منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت رونا بربلوی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آمادہ ہوئے تھے اس وقت آپ علیل تھے جس کی تائید و توثیق الملفوظ کی مندرجہ ذیل تحریر سے بھی ہوتی ہے۔

سفر کے پہلے عشرہ میں عزم حاضری سرکار عظیم مقیم ہو گیا اونٹ کرایہ کر لئے سب

اشرفیاں مشکلی دیدیں۔ آج سب اکابر علماء سے رخصت ہونے کو ملا وہاں پان کی جگہ جائے

و اتنا ہے اور انکار سے براماتے ہیں ہر جگہ چائے پینی ہوئی جس کا شمار نونجانے

تک پہونچا اور وہاں بے دودھ کی چائے پیتے ہیں جس کا میں عادی نہیں اور چائے

گردے کو مضر ہے اور میرے گردے ضعیف، رات کو معاذ اللہ ہوائی گردے کا درد

ہوا اور ساری شب جاگتے کئی بیج ہی سفر کا قصد تھا مجبوراً ملتوی رہا۔ جمالوں سے

کہہ دیا گیا کہ تاسف نہیں جاسکتے وہ چلے گئے اور اشرفیاں بھی انہیں کے ساتھ گئیں

ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے پلاسٹر لگائے دو ہفتے سے زائد تک معالجے کئے بعد اللہ تعالیٰ شفا فرمائی مگر اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہو جاتی تھی اسی حالت میں دوبارہ اونٹ کرایہ کئے سب نے کہا کہ اونٹ کی سواری میں ہال بہت ہوگی۔ اور حال یہ ہے مگر میں نے نہ مانا اور ٹوکل علی اللہ تعالیٰ ۲۴ صفر ۱۳۲۲ھ کو کعبہ تن سے کعبہ جان کی طرف روانہ ہوا! ۱

چنانچہ آگے ارشاد فرماتے ہیں:

پہلی آت کہ جنگل میں آئی صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ حضور جان نوز میں کیا جو حاضر ہی دربار معلیٰ میں لکھا گیا تھا ہے وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے، ۲

مزید برآں حضرت رمنا بریلوی کے اسی لغتیہ قصیدہ کے مندرجہ ذیل اشعار سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس لغتیہ قصیدہ کو دوسری بار زیارت کے موقع پر تحریر فرمایا تھا ہے

مَنْ زَارَ رَبِّي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي  
ان پروردگار سے توبہ ان بشر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدانے کرا دیئے

اصل مراد حاضر ہی اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا  
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہنت کہہ کر کی ہے

کعبہ بھی ہے انہیں کی تشبہ کا ایک ظل

روشن انہیں کے عس سے بتلی حجر کی ہے

۱۔ المصنف (ج ۲) محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری۔ نوری پریس نالہ روڈ کراچی ۱۳۵۰/۱۳۵۱

(۷)

مولانا احمد رضا بلوچی۳علمی ادبی اور سیاسی خدمات

مولانا احمد رضا بریلوی کی شخصیت ایک متبحر اور عبقری عالم دین کی حیثیت سے مسلم ہے جس کا اعتراف سبھی کو ہے۔ اور علماء کے بارے میں اللہ کے پیارے رسول حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ ۖ عِلْمُكُمْ كَرَامٌ أَمْبِيَارُ كَرَامٍ كَمَا وَرَثَةُ مِنْ أَدْرَ انبِيَاءِ كَرَامٍ كِي بَعَثَتْ كَابِيَادِي مَقْصِدَاتِ السَّادِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ سَلَامًا ۖ كَا اعلان و اعلام اور اس کی ترویج و اشاعت تھا۔

نبوت در سالت کے اندر اذ ماکان مُحَمَّدًا اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رَّحِبِ اِيكُمْ  
 وَ لَكِن رَّسُولِ اللّٰهِ وَ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ  
 عَلِيمًا کے بعد مکمل طور سے تبلیغ دین کی تمام تر ذمہ داریاں علماء پر عائد ہو گئیں اور ایسی صورت  
 میں اگر مذہب اسلام پر کوئی حرف آیا تو علماء نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا اور مذہب اسلام کی سچی تصویر  
 پیش کی۔ ایک عالم دین کے سراپا کی تصویر کشی کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد سعید احمد لکھتے ہیں  
 " ایک عالم دین اور اہل دل کی شخصیت و کردار اور افکار و خیالات کو قرآن و  
 حدیث کی روشنی میں پرکھنا چاہیے کہ اس کا دل و دماغ تجلیات الہیہ اور انوار محمدیہ سے  
 منور و مستنیر ہوتا ہے۔ اس کے اقوال و اعمال کی اساس خلوص و لٹہیت پر ہوتی ہے  
 کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھتا جو کچھ کہتا ہے یا کرتا ہے بر ملا کرتا ہے مصلحت و حق  
 نام کی شے اس کی حیات مقدسہ سے یکسر خالی ہوتی ہے۔ "

یہ نعمت فصل گل و لالہ کا نہیں پابند

بہار ہو کہ خستراں لالا الہ اللہ

وہ کسی کی رور عایت نہیں کرتا فیصلہ دشمن کے حق میں ہو یا دوست کے حق  
 میں وہ اس کی بھی پروا نہیں کرتا اس کی نظر خدا و رسول علیہ السلام پر ہوتی ہے جو فیصلہ  
 اس بارگاہ عالی سے صادر ہوتا ہے وہی نافذ کرتا ہے۔ بارہا تاریخ میں ایسے دور آئے  
 ہیں جب فیصلہ دشمن کے حق میں ہوا ہے تو دوستوں نے خوشامد و مملوق کا الزام لگایا ہے

اور دوستوں کے حق میں ہوا ہے تو جانب داری اور طرفداری کی ہمت لگائی ہے مگر یہ نفس تڑکی ان تمام الزامات اور تہمت تراشیوں سے بے نیاز ہو کر محض اللہ کے لئے اپنے فیصلے مہادر کرتا ہے۔" ۱

مولانا احمد رضا بریلوی تمام چیزوں کو دینی نقطہ نگاہ سے دیکھتے اور پرکھتے تھے جو چیز دین و مذہب کی روشنی میں ہوتی تھی اس کو بہ طیب خاطر قبول کر لیا کرتے تھے اور جو چیز اس کے برخلاف ہوا کرتی تھی اس کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور یہ چیز فاضل بریلوی اور علامہ اقبال کے مابین قدر مشترک کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالرشید اسٹاڈنٹہ شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی لکھتے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ آپ نے تحریک ترک موالات کے سلسلے میں ۱۹۲۰ء میں ایک جامع فتویٰ دے کر دو قومی نظریے کی بنیاد ڈال دی اور آپ کے فتویٰ ہی کی بنا پر علامہ اقبال نے ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء میں انجمن حمایت الاسلام کے جلسہ میں انجمن کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور فرمایا میں ہر مساطہ کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں اور مسلمانوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں ان کی حیثیت بالکل تباہ ہو جائے گی۔ ۲

یوں ہی ۱۴ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ / ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء کو پروفیسر حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے ایک مراسلہ عربی و فارسی میں مولانا احمد رضا بریلوی کے پاس ارسال کیا اور اس میں بعض قرآنی آیات تفسیر جلالین، تفسیر حسینی اور بعض سائنس دانوں کی کتابوں کے حوالے قلم بند کرتے ہوئے حرکت زمین کے قول کی تائید و تصدیق کی اور مراسلہ کے آخر میں التماس کیا

۱۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات، ڈاکٹر محمد سعید احمد، مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۵۵

۲۔ معارف رضا ۱۹۲۰ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۱



اجمالی خاکہ، مشقے نمونہ از غرور سے، کے تحت پیش کیا گیا ہے جس سے اہل علم و خرد بخوبی قائل بریلوی کی علمی خدمات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

## علم تفسیر!

مولانا احمد رضا بریلوی کی شخصیت ایک ایسی ہم گیر و ہمہ جہت شخصیت ہے کہ جس پر عاجلانہ انداز میں خامہ فرسائی کر کے عہدہ برائے نہیں ہو جا سکتا وہ کون سا میدانِ علم ہے جس کے وہ شہسوار نہیں صفحہات گذشتہ میں فاضل بریلوی کے مختلف علوم و فنون پر دسترس کا ذکر ہوا وہ خود اس بات کا بہترین ثبوت ہے کہ فاضل بریلوی علوم و فنون کی دنیا میں اپنی مثال آپ تھے ان کا ہر پہلو بجز ذخار ہے جس پر صفحہات نہیں دفتر کے دفتر لکھے جائیں تب بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہاں اجمالی طور پر فاضل بریلوی کے علم تفسیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی نے مستقلاً علم تفسیر میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ہاں سورۃ الفتح کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تھا مگر عدیم الفرستی کے باعث صرف سینکڑوں صفحات لکھ کر ہاتھ کھینچ لیا تھا جس کا ذکر ان کے مشہور و معروف ترجمہ قرآن پاک، کنز الایمان فی ترجمہ القرآن، میں کیا جائے گا۔ مگر اس کے باوجود وقتاً فوقتاً آپ نے جو قرآن پاک کی آیتوں کی تفسیر بیان کی ہیں یا تحریر کی ہیں اگر ان کو یکجا کیا جائے تو تفسیر کی ایک اچھی خاصے کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

معارف رمضان ۱۹۷۷ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۵۱



پاکستان کے ایک مشہور عالم دین اور اسکالر مولانا محمد فیض احمد ویسی نے مولانا احمد رضا بریلوی کی تفسیری خدمات پر کام کرنا شروع کیا ہے وہ اپنے ایک تحقیقی مقالہ "امام اہلسنت اور علم تفسیر میں نکلتے ہیں۔"

یہ علحدہ بات ہے کہ آپ کو مستقل طور پر لکھنے کا موقع نہیں ملا لیکن آپ کی تصانیف سے قرآنی اباحت کی ایک ضخیم تفسیر تیار ہو سکتی ہے اور تفسیر اویسی نے اس کے اکثر اجزا کو جمع کیا ہے بنام "تفسیر امام احمد رضا" خدا کرے کوئی پتہ خدا اس کی اشاعت کے لئے کمر بستہ ہو جائے گا۔

چنانچہ **وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الشَّابِثِينَ** (انہی آجوالا یح) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں۔

**أَقُولُ وَبِاللَّهِ الشَّوْفِيقِ** پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن کریم نے کس قدر

مہتمبالتشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے موکد فرمایا۔

**أَوَّلًا** انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں زہنہار حکم الہی کے خلاف ان سے متحمل نہیں کافی تھا کہ رب تعالیٰ بظاہر امر انہیں فرماتا کہ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا مگر اس پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ اللہ سے عہد و پیمان لیا جسے کلمہ طیبہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تاکہ ظاہر ہو کہ تمام اسوالت شرعیہ پہلا فرض ربوبیت الہیہ کا اذعان ہے پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان (صلی اللہ علیہ وسلم وبارک وشفیع وکیل و عظیم)

ثانیاً اس عہد کو لام تاکید سے موکد فرمایا **لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ** ولتصبرنہ جس طرح نوابوں سے بیعت سلاطین لی جاتی ہے۔ امام سبکی فرماتے ہیں **مَسَدٌ سَوَكٌ سَعِيَتْ** اسی آیت مبارکہ سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً **لَنْ تَزُولَ تَأْكِيدٌ**  
**رَابِعًا** وہ بھی تشبیہ لاکر ثقل تاکید اور دو بالا فرما دیا۔

خاصاً یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ابھی جو اب نہ دینے پائیں کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں کہ اَاَقْرَرْتُمْ؟ کیا اس امر پر اقرار لاتے ہیں یعنی کمالِ تعجیل و تسعیل مقصود ہے۔

سادساً اس قدر پر بھی بس نہ فرمایا بلکہ ارشاد فرمایا وَأَخَذْتُمْ عَلَيَّ ذَالِكُمْ إِحْرَی؟ خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔  
سابعاً علیہ یا علیٰ ہذا۔ کی جگہ علیٰ ذالکم فرمایا کہ بعد اشارتِ عظمت ہو۔  
ثامناً اور ترقی ہوئی کہ "فاسہدوا" ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے مگر جاننا ان پاک و مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

ثاسعاً کمال یہ ہے کہ صورت ان کی گواہی پر اکتفا نہ ہوا بلکہ فرمایا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّهِيدِينَ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

عاشراً سب سے زیادہ نہایت کاریب ہے کہ اس قدر عظیم و جلیل تاکیدوں کے بعد انبیاء علیہم السلام کو عصمت عطا فرمائی یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی۔ فہن توتی بعد ذالک فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ اب جو اس اقرار سے پھرے گا فاسق کھڑے گا۔ یہ وہی اعلیٰ تمام و اہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بلے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں بیان فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَمُتْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهُ مَنْ دُونَكَ فَذَلِكَ مَجْزِيَهُ جَهَنَّمَ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ جو ان میں سے کہے گا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں اس کو جہنم کی سزا دیں گے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔

گویا بارہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جزو لا الہ الا اللہ کا اہتمام ہے یوں ہی جزو دوم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام تام ہے کہ میں تمام جہانوں کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری زندگی سے سر نہیں پھیر سکتے۔ اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول



# کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

گذشتہ سطور میں یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ مولانا احمد رضا بریلوی نے قرآن پاک کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تھا مگر کثرت مصروفیات کے باعث صرف چند سو صفحات تکہ کر دے گشتی کر لی۔ یوں ہی جب آپ کے شاگرد و خلیفہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف "بہار شریعت" نے قرآن پاک کا ترجمہ کرنے کی گزارش کی تو آپ نے ان کا مطالبہ تو مان لیا مگر مشاغل کثیرہ کے باعث تاخیر رہتا خیر ہوتی چلی گئی۔ مگر جب مولانا امجد علی اعظمی نے مولانا احمد رضا بریلوی سے اپنی پاکیزہ خواہش کا بار بار اظہار کیا تو فاضل بریلوی نے فرمایا۔

چونکہ ترجمہ کے لئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات کو سونے کے وقت یا دن کو تیلوہ کے وقت آجایا کریں۔

چنانچہ ایک دن حضرت صدر الشریعہ کا نڈ قلم اور دو ات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ اہم دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اسے قلم بند فرماتے جاتے۔ یہ ترجمہ اس طرح نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر و لغت کا مطالعہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کافی البدیہ اور برہسہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالنے قرآن شریف روانی سے پڑھتا جاتا ہے پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علماء حلقہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برہسہ و فی البدیہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے عین مطلق ہے۔

الغرض اسی قلیل وقت میں یہ ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا ترجمہ مکمل کر لیا اور آپ کی کوشش تبلیغ کی بدولت نیاے سنیت کو کنز الایمان کی دولت عظمیٰ نصیب ہوئی۔

مقالہ نگار کے خیال میں حضرت فاضل بریلوی کی قرآن مجید کی تفسیر سے دست کشی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چونکہ آپ کا ترجمہ قرآن پاک "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" تفسیر کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے اس لئے مزید اس پر وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی ملاحظہ ہو قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ:

يَا مَعْشَرَ الْجِبِّ وَالْأَنْهَادِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَوْقَاتِ السَّلَوتِ وَالْأَمْرِ هِنَافًا فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِسُلْطَانِهِ ۗ  
مولانا احمد رضا بریلوی اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

اے جن انسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔

ایک اور فاضل مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔  
اے گروہ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے باہر نکل جاؤ تو وہ تم بھی دکھیں، نکلو مگر بدن زور کے نہیں نکل سکتے اور زور سے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں۔

نیز اسی مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر مجید اللہ قادری نے قرآن مقدس کی آیت  
وَالْقَمُونَ إِذَا لَشِقَ لَتَوَكَّبْنَ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ بِرَتْبِهِ كَرْتَهُ بُوئے مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمہ کی انفرادیت اس طرح بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں:

یہاں آپ نے لَتَوَكَّبْنَ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ کا ترجمہ منزل چڑھنا فرما کر یہ بتا دیا کہ

انسان جب فضاؤں کو چیرتا ہوا باہر نکلے گا تو ضرور اس کی کوئی دوسری منزل ہوگی اور سورہ کی اٹھارہویں آیت یہ بھی اشارہ کرتی ہے کہ وہ منزل چاند ہوگی اور ممکن ہے کہ منزل بہ منزل انسان چڑھتا ہی چلا جائے اور بیسیویں آیت یہ بھی اشارہ کر رہی ہے کہ یہ انسان جو چاند یا کسی اور سیارے پر قدم رکھے گا وہ مسلمان نہیں کافر ہوگا اور دنیا گواہ ہے کہ چاند پر پہلا قدم رکھنے والے دونوں امریکی خلا باز نیل آرمسٹرانگ اور ایڈن ایلڈرن کافر تھے اب اگر قرآن یہ بات بتانے سے قاصر ہے کہ آیا انسان کسی دوسرے سیارے پر قدم رکھے گا یا نہیں اور انسان قدم رکھ لے تو اتنی بڑی ترقی اگر قرآن نہ تاکے تو پھر قرآن کا یہ وعدہ درست نہیں رہتا کہ ہر خشک و تر کا ذکر قرآن میں موجود ہے یا ہر شے کی تفصیل موجود ہے۔ لہذا یہ ضروری ہوا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے خاص کر آج کے دور میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم پر دسترس بھی ضروری ہے۔ امام احمد رضا نے ایسے ہی لفظوں کا انتخاب کر کے جہاں مذہبی اور دینی قانون کی پاسداری کی ہے وہیں دیگر علوم و فنون کی معلومات کی بھی بڑے نئے نئے لفظوں میں ترجمانی کی ہے۔ اب اسی آیت کا ترجمہ جو دیگر مترجمین کرتے ہیں اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ آیت انسان کی اس ترقی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن "کتر الایمان فی ترجمہ القرآن" کا انگریزی

زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے جس کو Dr. Hanif Akhtar Fatmi Qadri Naushhi

Barrister at law professor London University Formerly professor Karachi University- Riyyadh University and Kuwait University.

Islamic world mission Bradford U.K. obtion atele from. نے کیا ہے جو

Raza academy. 16 Charmichal street Edgeley Stockport Manchester- U.K.

سے طبع ہو چکا ہے۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

پروفیسر محمد حنیف اختر صاحب نے کسی سال ہوئے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا تھا جو لاہور میں چھپ رہا ہے۔

نیز کنز الایمان کو پروفیسر شاہ فرید الحق (کراچی) اور آل رسول حسنین صاحب (ملیرہ شریف) انگریزی میں منتقل کر رہے ہیں ۱۹۷۱ء

ملاحظہ ہو شاہ فرید الحق کا ترجمہ:

وإذا قتلتم نفسا

And When You shed the blood of a Person  
then began accusing for it each-other and Allah  
Was to disclose what you were widing. ۲۳

فأذرتكم نهباً والله

مخرج ما كنتم تكتمون

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کا ترجمہ بنگلہ زبان میں بھی ہو چکا ہے جسکو بنگلہ دیش کے ایک دانشور فاضل مولانا محمد عبدالمنان صاحب نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ رضا اکیڈمی چیٹگانگ بنگلہ دیش سے شائع بھی ہو چکا ہے ۱۹۷۱ء

۱۔ قرآن سائنس اور امام احمد رضا۔ پروفیسر محمد بشیر قادری۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۸

۲۔ معارف رضا لکھنؤ ۱۹۸۲ء۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۴

۳۔ امام احمد رضا دنیا کے صحافت میں۔ آرابی منٹری۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲۴

۴۔ امام احمد رضا کانفرنس مجدد ۱۹۹۲ء ص ۷۸

# علم حدیث

ایک عالم دین کا اثاثہ علم، متابع زندگی اور مآخذ و مراجع قرآن و حدیث ہی ہوتا ہے۔ امام احمد رضا کی علم حدیث پر نگہری نظر تھی وہ متن حدیث کے اسرار و رموز سے بخوبی واقف تھے خصوصاً اسماء الرجال پر اچھی گرفت تھی۔ اسماء الرجال کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے جرمنی کے ایک فاضل مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر لکھتے ہیں، "نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہو سکتا ہے"۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے دو مہتممی نعتی علی خاں صاحب نے فضیلت علم میں ایک رسالہ لکھا تھا جسکی آپ نے شرح لکھی، "البحر الموعود فی التواقیب فی التخریج احادیث انکوائب" جس میں آپ نے حدیث کے قواعد و ضوابط، کتب احادیث اور حدیث کے فرق مراتب پر روشنی ڈالی ہے فاضل بریلوی نے عربی زبان میں ایک کتاب "الرواقع البہیج فی آداب التخریج" تحریر کی ہے جس میں انہوں نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ایک عالم دین کو استخراج حدیث میں کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی حدیث دانی پر سیر حاصل بحث اس مقالہ میں ممکن نہیں صرف اظہار خیال اور ایک اجمالی خاکہ ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسی مناسبت سے ایک بحث پیش خدمت ہے۔

چنانچہ ایک بحث ہے کہ وضو کے بعد اعضاء وضو کو کپڑے سے پونچھنا چاہیے کہ نہیں

مذکر و نظر - شمارہ جولائی ستمبر ۱۹۹۰ء ص ۱۹ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد



بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ ہے، اس پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ صحیحین میں ایک روایت مذکور ہے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسل فرمایا غسل کے بعد ام المؤمنین حضرت سمیونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بدن پونچھنے کے لئے ایک کپڑا پیش کیا مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو نہ لیا اور ہاتھ سے پانی پونچھ پونچھ کر جھاڑ دیا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ وضو یا غسل کے بعد کپڑے سے پونچھنا مکروہ ہے۔

علامہ نووی مسلم شریف کے شارح ہیں اور جلیل القدر محدث و فقیہ بھی اس روایت کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ یہ ایک خاص واقعہ تھا اس کو عموم پر کیے محمول کیا جاسکتا ہے کیونکہ ممکن ہے وہ کپڑا گندہ رہا ہو اور آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا۔

مگر مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنی محدثانہ بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: - وفيه بعد ان تكون ام المؤمنین اختارت له صلى الله تعالى عليه وسلم مثل هذا مع علمها بكمال نرايته ونظافته ولطافته صلى الله تعالى عليه وسلم  
یہ تاویل دور از کار ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا باوجود آپ کی لطافت طبع جاننے کے آپ کی خدمت میں اس قسم کا کپڑا پیش کریں۔

یہاں سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا محدثانہ نظریہ خوب واضح ہو کر سامنے آتا ہے وہ ہر قیمت پر تمام بزرگان دین کی عظمتوں کو فرق مراتب کے ساتھ ملحوظ رکھتے ہیں۔ علامہ نووی نے اپنی تاویل سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لطافت طبع تو ظاہر کر دی مگر ام المؤمنین کی طرف توجہ نہ کی۔ پھر خود مولانا احمد رضا بریلوی بہترین توجیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے وہ کپڑا صرف عجلت کی وجہ سے نہ لیا اور آگے فرماتے ہیں بے شک آپ کو جلدی تھی جیسا کہ بخاری کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے فانطلق وهو ينفخ يديده آپ اپنے ہاتھ کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے ایسی صورت میں کپڑے کو اپنے ساتھ لیجانا مناسب خیال نہ فرمایا۔

معارفِ رضا ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۳۷

مولانا احمد رضا بریلوی نے حدیث کی مشاہیر کتب پر حواشی بھی تحریر کئے ہیں۔ اگر احمد رضا خاں بریلوی کی علم حدیث پر مضبوط گرفت نہ ہوتی تو آپ قطعاً کتب احادیث پر حواشی تحریر نہ کرتے پیش نظر ہے ان حواشی کا ایک خاکہ

نمبر شمار	اسمائے حواشی	زبان	نمبر شمار	اسمائے حواشی	زبان
۱	حاشیہ صحیح بخاری	عربی	۱۷	حاشیہ ترغیب و ترہیب	عربی
۲	حاشیہ صحیح مسلم	"	۱۸	حاشیہ کتاب الاسرار والصفات	"
۳	حاشیہ ترمذی شریف	"	۱۹	حاشیہ القول البدیع	"
۴	حاشیہ نسائی شریف	"	۲۰	حاشیہ نیل الاوطار	"
۵	حاشیہ ابن ماجہ	"	۲۱	المقاصد المحمد	"
۶	حاشیہ منہاج امام اعظم	"	۲۲	حاشیہ اللالی المصنوعہ	"
۷	حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر	"	۲۳	حاشیہ موضوعات کبیر	"
۸	حاشیہ تقریب	"	۲۴	حاشیہ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ	"
۹	حاشیہ تہذیب	"	۲۵	حاشیہ تذکرۃ الحفاظ	"
۱۰	حاشیہ کتاب الحج	"	۲۶	حاشیہ عمدۃ القاری	"
۱۱	حاشیہ کتاب الآثار	"	۲۷	حاشیہ فتح الباری	"
۱۲	حاشیہ طحاوی شریف	"	۲۸	حاشیہ نصب الراية	"
۱۳	حاشیہ منہاج امام احمد بن حنبل	"	۲۹	حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشامل	"
۱۴	حاشیہ سنن دارمی شریف	"	۳۰	حاشیہ فیض القدیہ شرح جامع الصغیر	"
۱۵	حاشیہ خصائص کبریٰ	"	۳۱	حاشیہ مرقاۃ المفاتیح	"
۱۶	حاشیہ کنز العمال	"	۳۲	حاشیہ اشعۃ اللمعات	"

۳۳	حاشیہ مجمع بحار الانوار	۳۷	عربی
۳۴	حاشیہ فتح المغیث	۳۸	"
۳۵	حاشیہ میزان الاعتدال	۳۹	"
۳۶	حاشیہ العلل المتناہیہ	۴۰	"
			عربی
			"
			"
			"

مولانا احمد رضا بریلوی کو متعدد طریق سے سند حدیث و قرآن بھی حاصل تھی جبکہ تفصیل خود فاضل بریلوی کی کتاب "الاجاز الملتینہ لعلماء بکة والمدینہ" میں موجود ہے۔ فاضل بریلوی کی اس کتاب کو پاکستان کے ایک اسکالر محمد صدیق اکبر نے پنجاب یونیورسٹی میں اہم کے لئے پیش کیا تھا اور "امام احمد رضا کی عربی سندات" کے نام سے مرتب کیا تھا۔

امام احمد رضا اور علم حدیث، مولانا محمد فیض احمد اویسی، مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۱۳/۱۲

# علم فقہ

مولانا احمد رضا بریلوی کی شہرت و مقبولیت کی علمبرداران کی فقہیت سے جہاں کا خاندانی طرہ امتیاز تھا۔ علامہ اقبال آپ کی فقہیت کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور ہندوستان کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاثرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بہ مشکل ملے گا۔

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کا مجموعہ "العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ" جو بارہ جلدوں میں تقریباً ایک ایک ہزار صفحات کی ضخامت پر مشتمل ہے اس کے علاوہ بھی آپ کے فتاویٰ کا ذکر کتابی صورت میں ملتا ہے جیسے فتاویٰ افریقیہ وغیرہ۔

مولانا احمد رضا بریلوی سے سائل و مستفتی نے جس اسلوب و زبان میں استفتا کیا آپ نے اسی اسلوب و زبان میں جواب دیا۔ چنانچہ ایک بار نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلوی نے اردو نظم میں اس طرح سوال کیا۔

مسئلہ :-

عالمان شرع سے ہے اس طرح میرا سوال  
دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوش خصال  
گر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا  
تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا

اور ہوں سجدے ادا کرنے تلاوت کے جسے  
پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے وہ پہلے مرے  
پس سجدہ و سنی کی اس کی شکل کیا ہوگی جناب  
چاہیے ہے آپ کو دینا جو اب باصواب

الجواب:-

ترجمہ بھی اصل سا ہے وجہ سجدہ بالیقین  
فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط اس میں نہیں

آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی حیا  
اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہو گیا

ترجمہ میں اس زباں کا جانتا بھی چاہیے  
نظم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے

تاکہ من وجہ یہ صہادق ہو سنا قرآن کو  
ورنہ اک موج ہوا کھتی چھو گئی جو کان کو

ہے یہی مذہب یہ نفی علیہ الاعتقاد  
شامی از فیض و نہر والہ علم بالرسا د

سجدہ کا فدیہ نہیں اسباب میں تصریح کی  
صیر فیہ میں اسی انکار کی تفصیح کی

کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت  
فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت

یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل سہہ نہیں  
جز ادا یا توبہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں

یہ نہیں معنی کہ ناجائز ہے یا بیکار ہے  
آخر نیک ہے نیکی حاجی اوزار ہے

قلته اخذاً من التعلیل فی امور الصلوٰۃ

وهو بحث ظاہر والعلوم حقاً لا الہ الا

مسئلہ :- از مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی مسؤلہ محمد افضل صاحب کابلی طالب علم مدرسہ مذکورہ  
۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

سزایم برگناہم لازم آمد  
بسزایم برگناہم لازم آمد  
بسزایم برگناہم لازم آمد  
بسزایم برگناہم لازم آمد

الجواب :-

مسلمان را سزا لازم کہ کردست	کہ قول اعتزالی ظالم آمد
وگر یا بد سزا کامل نیاید	کہ عفویش بہر مومن لازم آمد
وگر بالفرض از چیزے نہ بخشند	ز نقصان جہتیش خود سالم آمد
کہ یوہم من یشاء لا کل فرد	یعذب من یشاء ہم تمام آمد
بدنیار جہتیش بر جملہ عامات	بعقبی خاص حفظ مسلم آمد
لوا بئس بہر مومن منتہی است	عذابش بہر کافر دائم آمد

برائے ہر صفت مظہر بیکارست  
کہ او ذوا انتقام وار جسم آمد

۱۲ فقہ اسلام ڈاکٹر حسن رضا ناں مطبوعہ پٹنہ ص ۱۶

۲۰ فقہ اسلام بحیثیت شاعر و ادیب پروفیسر مجید اللہ قاری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۳/۱۴

سُئلہ :- نواب صاحب محلہ بہاری پورہ بریلی ۔

عالمانِ شرع نے کیا حکم ہے اس میں دیا  
گر کسی نے ٹھیکہ دو کالوں کا مالک سے لیا

لے کر ٹھیکہ پھر یہ اس نے انتظام اپنا کیا  
سب دو کالوں کا کرایہ اس نے زائد کر دیا

پس یہ زائد جو اسے حاصل ہوا ہے اسکو زر

اس کے استعمال میں ہے فائدہ ہے کچھ ضابطہ  
اور اگر اس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمد ہوئی  
اور پوری کر دی اس نے پاس سے اپنی کمی

اس کمی کا لینا کیا مالک کو جائز ہو گیا

اس میں جو حکم شریعت ہو مجھے دیکھئے بتا

الجواب :-

جبتنی اجرت پر کہ متاجر نے لی مالک سے شے

اس سے زائد پراٹھانا چاہے تو یہ شکل ہے

اپنا کوئی مال جو قابل اجارہ کے ہوئے  
اس کو اس شے سے ملا کر دو کالوں کو اک ساتھ

یا زیادت شے میں کر دے مثل تعمیر مکان

کھونٹیاں کھنگل کو آں چوڑی مرمت این و آل

یا بدل دے جس اجرت جیسے وال ٹھہرے روئے

اس کے یاں آنے میں گو بدلے میں لے انکے روئے

یا کوئی کام اپنے ذمہ کر لے اس ایک بار میں  
تازیاوت اس عمل کے بدلے ہوا قرار میں

جیسے جا روپ دوکان اصلاح اسباب دوکان

اور جو خدمت کہ ہو شایانِ اجرت بے گماں

اور اگر یہ کم پر دیتا ہے تو دے مختار ہے

مالکِ اجرت پوری لے گا اس سے جو اقرار ہے

یوں ہی خاکِ ڈال رکھنا جب بھی تو لینا وہ داک

اب کمی سے کیا سے واللہ اعلم والسلام

---

براقنادی رضویہ جلد ہشتم مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵/۱۹۴



مولانا احمد رضا خاں صاحب کے مجموعہ فتاویٰ میں انگریزی کے ایک فتوے کا بھی ذکر کرتا ہے جس کو محدث دارغنی صاحب نے رنگون سے استفتاء کیا تھا سوال و جواب مندرجہ ذیل ہے۔

Rangoon

The 19th May 1908

To

Maulvi Haji Ahmad Reza Khan Eaque

Mchalla Saudagran

Barailly United Provinces.

Honoured Sir

We desire to place before you a certain religious matter on which we solicit your valuable opinion. The facts are briefly thus. There is a chulla Mosque in Moving Loulay Street at there place there are five duly elected trustees or Motawilles who manage the affairs of the said mosque according to schemes framed by the Chief Court of lower Barma. The trustees are given the power of dispensing with the Imam, Muazzin and warders of the mosque. By virtue of the said power, the trustees at a meeting discharged the Imam, Syed Maqbool for misconduct and disobedience. After the discharge the trustees filed a suit in the chief court of lower Barma for a declaration that the discharge of the Imam may be confirmed that inspite of his misconduct they have no power to discharge

Having placed the facts briefly, we request you most humbly to give your fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam when they find it necessary to do so, This is a vital point which is at present engaging the attention of the leading member of the Chulia Sunni Mohameddn Community and we shall thank you very much if you can send your Fatwa before the 1st week of June.

Thanking you in anticipation, we beg to remain Honoured Sir,

Your most obedlents & humble Followers

M. Quadir Ghani,

President, The Medras Muslim Association,

No 37, Tocakey Mig Louley Street,

Barajilly

The 28th of May, 1908.

To

Mr. Quadir Ghani,  
President, The Madras Muslim Association.

Sir,

with referance to your letter dated the 9th of May 1908  
I send my Fatwa for your perusal.

The trustees can discharge an Imam by their authority  
when such indifference is found in him which may be the  
sufficient reason of share for him to be dismissed

wide Hsonal Hukkom Printed almiser (egipt) page 123.

فی فتاویٰ قاضی خان اذا عرض للامام او للمؤذن عذر منعه  
عن المباشرة مدة ستة اشهر فليستولى ان يعزله ويولي غيره وان كان  
لله مذور نائب -

Translation :- There is a Fatwa Qazi Khan, when an  
Imam or Muazzin may have some certain business which  
may be cause of six months absence from the Mosque, not  
with standing, he may have given som person for him to act.  
At such opportunity trustees can discharge him and may  
astablish or appoint an other Imam in his place.

Tahtawi printed misr and shami printed constantinpls  
Volume 3 page 63.

واقدمه مايدل على جواز عزله اذا مضى شهر

Translation :- Blrizoda has said that the Books aforesaid  
style shows that a trustee can discharge an Imam on account  
of a month's absence from the Mosque the trustee has no  
nead of taking sanction of discharging the Imam from the  
Court or from any higher officer or Governor because the  
authority of trustee in these months is over the power  
of a Mohammedan Governor, although the same Motawallis  
or trustees may have been fixed by the some Mohaminedan  
Governor.

See Ashbahunnazair printed Lucknow page 179  
copied from the Fawa of Imam Rashiduddin.

لا يملك القاضي التصرف في الوقف مع وجود ناظره ولو من قبله

Translation :- A Qazi can not interfere a waqf in the presence of a trustee although Trustee may have been fixed by the same Qazi. Hainwi Sharhe Ashbah printed Lucknow Page 179 copied from Fatwa Zahiruddin.

قاضي البلد اذا نصب رجلاً متولياً للوقف بعدما قلده الحاكم للمعاملة فليس  
للمعالم على الوقف سبيل حتى لا يملك الاجازة ولا غيرها

Translation . - A king appointed a Qazi and after it the Qazi fixed a Trustee on a waqf.

Now the king has no connaction with the waqf nor has he any power of its contract etc

Another style from Hsonal Hukum copied from Fatwa Imam wabul.

لا تدخل ولاية السلطان على ولاية المتولى في الوقت

Translation :- A king can not interfere a waqf against a trustee's authorities.

In this case the higher officers or governors are not Mohammedan once and therefore they do not know the schemes of "Shara" as a Mohammedan trustee knowers.

The trustees can discharge an Imam when the Imam leaves the Sunni doctrine or an open sin against "Shara" or there may be found in him some thing wich may be the cause of abhorrance wich decreases number of people at prayers or he may be disobedient against the maneging rules of affairs of the mosque or assambly of persone at prayers or there may be something such in him: otherwise he will not be discharged without fault.

See Raddul Muhtar constant in ople Volume 3 page 597:-

قال في البحر واستفيد من عدم وصحة عزل الناظر بلا جنة عدمها

لصاحب وظيفة في جنحة وقت لا غير جنحة و عدم اهلية

Translation :- It is said in "Bahru'l Ra'que" Motawalli can not be dismissed without faults From this it is manifested that any receivers of a salary of a waqf cannot be discharged until his fault be proved or he may be proved to be unfit for his duties.

امير برق عبده المذنب احمد رضا البريلوي

عني عنه محمد بن المصطفى النبي الامي صلى الله

تعالى عليه وسلم

رافقيه اسلام - ڈاکٹر حسن رضا خان ، اسلامک پبلیکیشن سٹریٹیز، ۱۹۲ تا ۱۹۶

مولانا احمد رضا بریلوی فتویٰ نویسی میں اپنے معصروں میں سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ انکی فتویٰ نویسی کا یہ عالم تھا کہ کتاب عالم سے استفعتے آتے تھے اور بیک وقت چار چار پانچ پانچ سو استفعتے جمع ہو جاتے تھے۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد آپ کی فتویٰ نویسی کے بارے میں رقم طراز ہیں: "مولانا احمد رضا بریلوی فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت کی وجہ سے زمرہ پاکستان و ہندوستان بلکہ چین امریکہ، افریقہ اور ممالک عربیہ کے مرجع تھے۔ ان کے دارالافتاء میں ایک وقت میں چار چار اور پانچ پانچ سو فتویٰ جمع ہو جایا کرتے تھے ان کے زمرے میں شاید ہی کوئی ایسا دارالافتاء موجود رہا ہو جہاں اس کثرت سے فتوے آتے ہیں"۔

مولانا احمد رضا بریلوی فقہی جزئیات میں غیر معمولی صلاحیت کے مالک تھے بلکہ وہ فقہ کی جزئیات و کلیات کے عظیم محقق تھے انہوں نے فقہ میں تحقیق کے ایسے جواہر پارے بکھیرے کہ جس کو کبھی کبھی اہل دانش و خرد انگشت بندال رہ گئے۔ مثلاً وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ایک سو ساٹھ قسمیں بیان کیں۔ اور وہ پانی جس سے وضو ناجائز ہے اس کی ایک سو چھیالیس قسمیں بیان کیں۔ اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو پچھتر صورتیں بیان کیں اور اس موضوع پر ایک مفصل رسالہ تصنیف کیا جس کا عنوان ہے "صحح الناء فیما یورث العجز عن الماء"۔

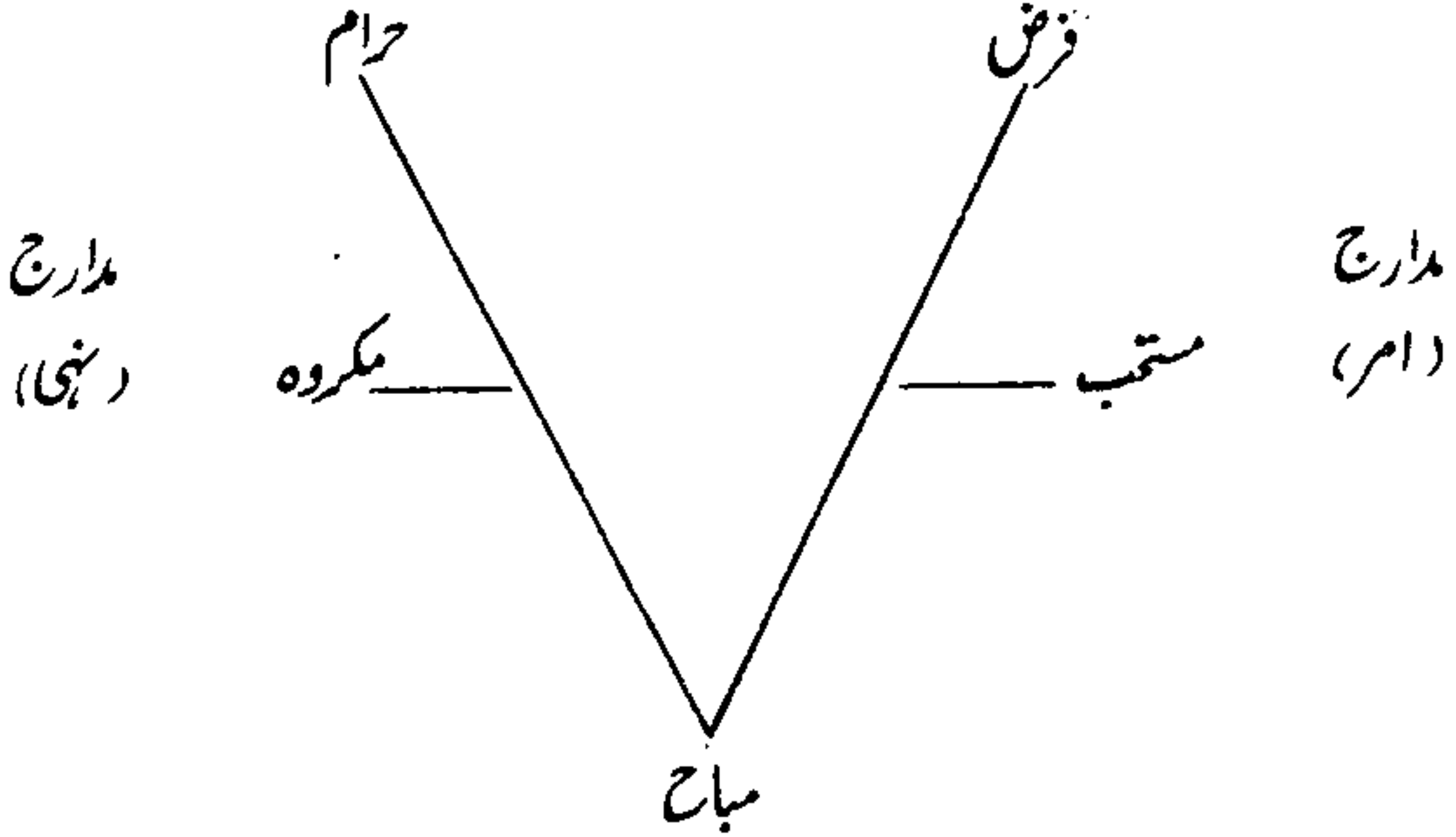
مار مطلق اور مقید کی تعریف میں بھی ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا عنوان ہے "النور

والنورق الاسفار ماء مطلق"۔

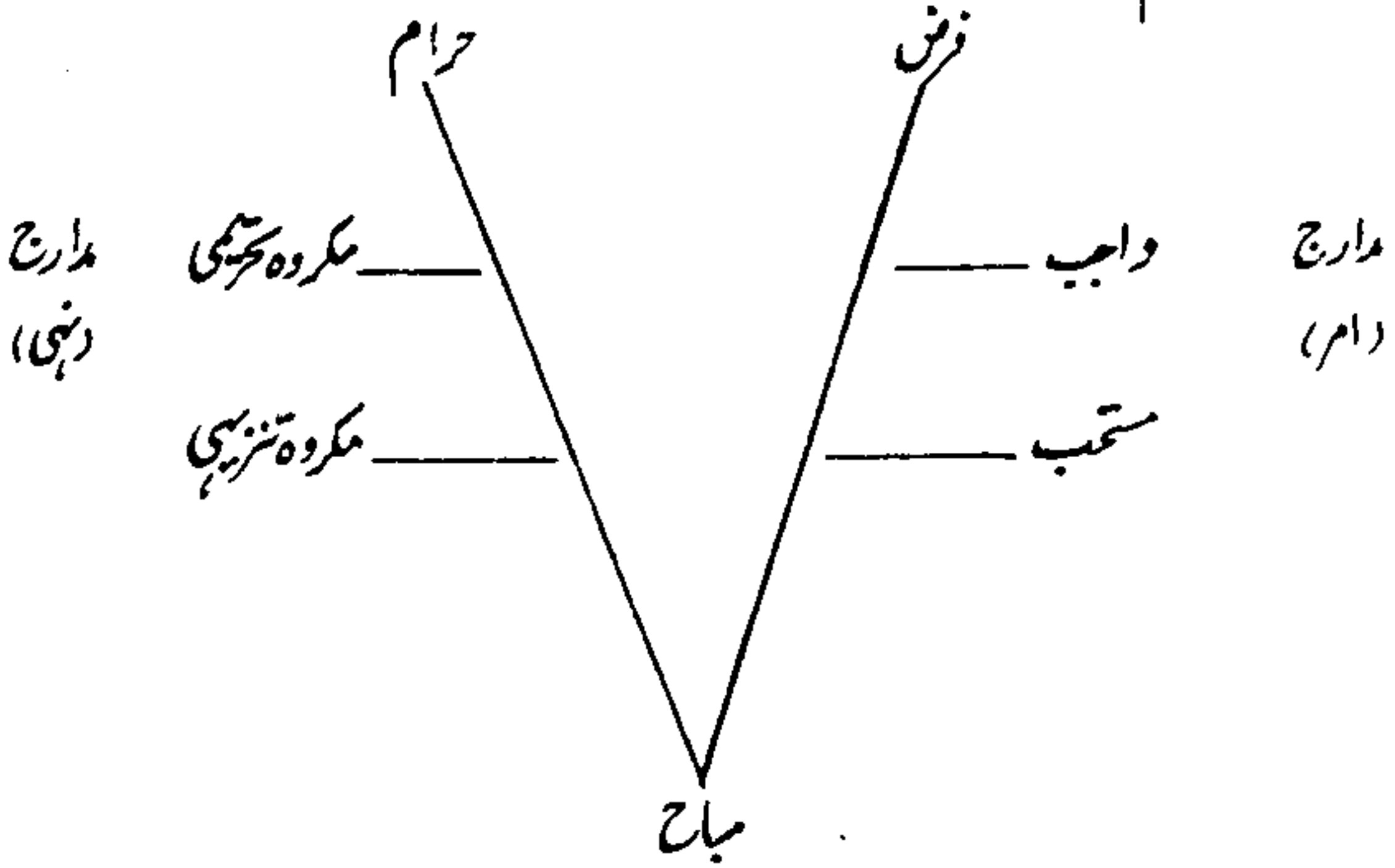
وہ اشیا جن سے تیمم جائز ہے ان کی ایک سو اکیاسی قسمیں بیان کیں۔ ۷۲ منصوصات اور ایک سو سات مزیدات (مصنف مولانا احمد رضا بریلوی)۔ اور وہ اشیا جن سے تیمم جائز نہیں ان کی ایک سو تیس قسمیں بیان کیں ۵۸ منصوصات اور ۷۲ مزیدات (مولانا احمد رضا بریلوی) نیز مولانا احمد رضا بریلوی نے ان فقہی جزئیات میں مزید اپنی تحقیق کے ذریعہ اضافہ کیا ہے جو شرعی

۷۷ حیات مولانا احمد رضا ہاں بریلوی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۱۱

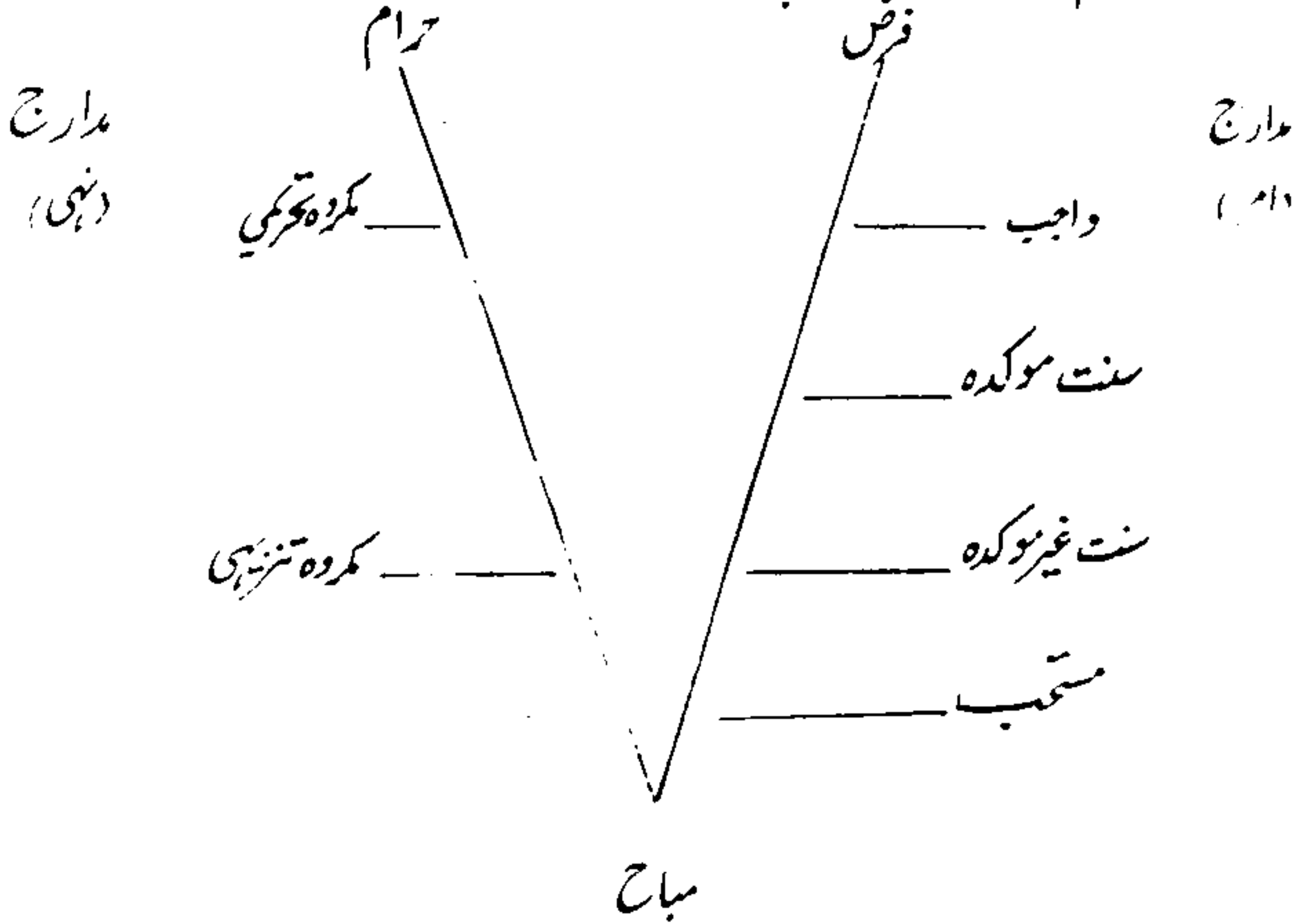
احکامات اور امر و نواہی پر مشتمل ہیں۔ اولاً علماء اصولیین نے ان کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا ہے پر دوسرے مجید الشرقادری نے مولانا احمد رضا بریلوی کی تحقیق کا بایں طور جائزہ لیا ہے۔



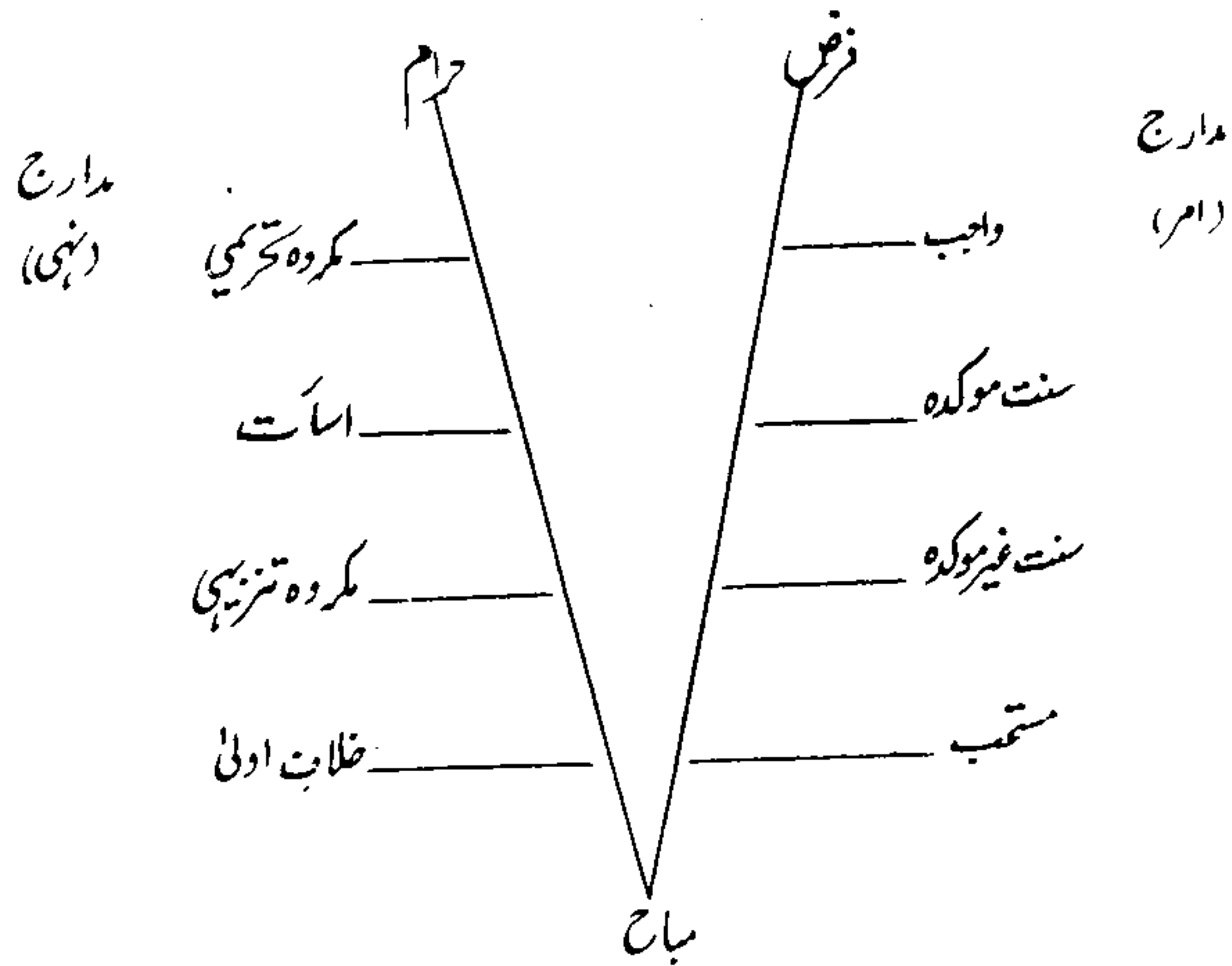
بعد ازاں علماء اصولیین نے اس میں مزید توسیع کی اور ان کو پانچ کے بجائے سات اقسام میں اس طرح تقسیم کیا۔



بعد میں اصولیین نے مزید کام کیا اور احکام شرعیہ کی روشنی میں مزید توسیع کی اور ان کو پھیلا کر نو مدارج میں تقسیم کیا اور ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہوئی۔



مولانا احمد رضا بریلوی نے ان علمائے اصولیین کی تحقیق پر مزید تحقیق فرمائی اور ان کے دیئے گئے نو مدارج میں اضافہ بھی فرمایا اور اوامر و نواہی کا توازن قائم کیا۔ چنانچہ آپ نے جن گیارہ مدارج کی اصولی ترتیب فرمائی وہ مندرجہ ذیل خاکہ میں دکھائی گئی ہے۔ ان احکامات کی شرعی حیثیت میزان مقابلہ میں کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنی نظیر کا مقابل ہے



میزان سے مولانا احمد رضا بریلوی

اور ان سب کے وسط میں مباح خالص ہے۔ احکام کی یہ تمام قسمیں مشرکہ طور پر کلام فقہاء میں مستعمل ہیں لیکن یکجا طور پر ان گیارہ اقسام کا بیان سوائے امام احمد رضا کے پورے عالم اسلام میں نہیں ملتا اس امت پر ان کا کتنا بڑا احسان ہے۔

راقاوی رهنویہ کا موضوعاتی جائزہ۔ پروفیسر مجید اللہ قادری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۹/۸



# علم سائنس

امام احمد رضا بریلوی علوم مشرقیہ کے علاوہ علوم قدیمہ و جدیدہ پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ علوم جدیدہ ہی میں علم سائنس بھی ہے جس کا نام عصر حاضر میں بڑے ہی فخر و مباہات کے ساتھ لیا جاتا ہے اور اس کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ علم سائنس پر امام احمد رضا کی بڑی گہری نظر تھی وہ علم سائنس کو اسلام کی روشنی میں دیکھتے اور پرکھتے تھے اگر اس کے نظریات اسلام کے مطابق ہوتے تو اس کو قبول کر لیتے اور اگر اسلامی نظریات سے متعین ہوتے تو اس کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور پھر اس کا رد و ابطال کرتے ہوئے اس موضوع پر اسلامی موقف اور نظریہ کو واضح کرتے۔

چنانچہ جب جدید سائنس دانوں نے زمین کی گردش اور سورج کے سکون کا قول کیا اور اپنی تحقیقات سے ثابت کیا کہ سورج اپنے مستقر میں کھڑا ہوا ہے اور زمین اس کے ارد گرد چکر کاٹ رہی ہے۔ تو نور مولانا احمد رضا بریلوی کا قلم حرکت میں آ گیا اور جدید سائنس دانوں کے مذکورہ قول یا تحقیق کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے قرآن و حدیث نیز قدیم سائنس دانوں کی تحقیقات سے ثابت کیا کہ جدید سائنس دانوں کی مذکورہ تحقیق بے سرو پل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنے مستقر میں کھڑی ہوئی ہے اور سورج چل رہا ہے جیسا کہ قرآن پاک کا واضح لفظوں میں اعلان ہے وَالشَّمْسُ مَجْرِيٌّ مُسْتَقِرٌّ لَهَا ذَا الْبَيْتِ الْعَزِيزِ الْعَلِيِّمِ  
سورج چلتا ہے اپنے ایک کھڑاؤ کے لئے یہ سادھا ہوا ہے زبردست علم والے کے لئے

(قرآن عظیم پ)



” اقول ہر عاقل جانتا ہے کہ جہات ستہ میں چپ و راست، پس و پیش پہلو بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ مشرق کو منہ کر دو تو مشرق آگے مغرب پیچھے جنوب و اسنے اور شمال بائیں ہے اور مغرب کی طرف متوجہ ہو تو سب بدل جائیں گے کہ ان میں تمہارے اعضاء منہ اور پیٹھ اور بازوؤں کا اعتبار ہے یہ جس طرف ہوں گے وہ سمت پیش و پس راست و چپ ہوگی مگر زیر و بالا میں تمہارے سرو پا کا اعتبار نہیں کہ جدھر سیدھے وہ اوپر ہے اور جدھر پاؤں ہے وہ نیچے بلکہ وجوہتیں خود متعین ہیں۔ سیدھے کھڑے ہونے میں جو جانب فوق اور دوسری تحت ہے۔ اٹھے ہو جاؤ جب بھی فوق و تحت وہی رہیں گے۔ اب یہ نہ ہوگا کہ سر کی طرف اوپر ہے اور پاؤں کی طرف نیچے بلکہ یہ ہوگا کہ اب تمہارا سر نیچے اور پاؤں اوپر ہے۔ اگر مرکز شمس جیسا کہ سیات جدیدہ کا گمان ہے وہ مرکز ساکن و سمت حقیقی ہو، زیر و بالا کی بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ان چاروں جہات کی تھی۔ جب آفتاب طلوع سے ایک خفیف دوپہر کے بعد یا غروب سے ایک خفیف دوپہر سے پہلے افق حسی کی محاذات میں آئے تو اگر اس کی طرف پاؤں کر کے لیٹو تو سر اوپر ہے اور پاؤں نیچے کہ مرکز شمس سے قریب تر ہیں اور اسی وقت سر جانب شمس کر کے لیٹ جاؤ تمہارا سر نیچا ہو گیا اور ٹانگیں اوپر کہ اب سر مرکز شمس سے قریب ہے۔ اسی طرح جو سیارہ یا ثابتہ یا قمر بھی حالت ہوگی سوائے زمین کے کہ اس مرکز کو تحت حقیقی ماننے سے سب شکلیں ٹھیک رہتی ہیں۔ لاجرم وہ مرکز ساکن ہے اور حرکت زمین باطل ہے۔“

مولانا احمد رضا بریلوی کے مذکورہ بالا نظریات پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد مسعود احمد

لکھتے ہیں:

” مولانا احمد رضا بریلوی نے نیوٹن اور آئن اسٹائن کے نظریات کا تقاب کیا ہے اور اپنے منطقی دلائل دیتے ہیں اس مخالفت میں وہ تنہا نہیں بلکہ اور سائنس دان بھی ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں راجپور (صوبہ کرناٹک) میں ہندوستانی سائنس دانوں کی دوروزہ کانفرنس ہوئی جس میں بعض سائنسدانوں نے اپنے ۲۳ سالہ تجربے اور مشاہدے کی بنا پر نیوٹن کے نظریہ کشش ثقل کو رد کیا اور دوسرے

۱۲ نوڈسین دررد حرکت زمین۔ امام احمد رضا قادری۔ مکتبہ سنی دنیا بریلی ص ۱۲۱

سائنس دانوں کو دعوتِ فکری اسی طرح مسٹر برنٹ (Barnei) نے اپنی کتاب  
 The Universe and Dr. Einstien میں نظریہ اضافت کے حوالے سے لکھا ہے کہ  
 آئن اسٹائن کی نظر میں "دنیا میں کوئی ایسا متعین ضابطہ اور معیار نظر نہیں آتا جس سے  
 انسان حتمی طور پر زمین کی حرکت کا اندازہ کر سکے یا دوسرا کوئی متحرک نظام معلوم کر سکے نہ کوئی  
 ایسا طبعیاتی تجزیہ ہو جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ واقعی زمین حرکت کر رہی ہے۔  
 چنانچہ علامہ شبیر احمد مولانا احمد رضا بریلوی کی سائنسی بصیرت کی پذیرائی کرتے ہوئے  
 لکھتے ہیں:

His contribution to science are no less important he refuted the theories  
 and conclusions of (Aristotle) Newton and kapler. He prosed with  
 conclusive evidence that the earth was stationary and did not revolve  
 round the sun.

ان کی خدمات سائنس میں کچھ کم اہمیت نہیں رکھتیں انہوں نے کمپار نیوٹن اور ارسطو  
 کے فیصلوں اور نظریوں کو رد فرما دیا۔ انہوں نے تحقیق و تنقیح سے ثابت کر دیا کہ زمین ساکن ہے  
 آفتاب کے گرد چکر نہیں کاٹتی۔

جہاں فاضل بریلوی کے مندرجہ ذیل رسائل خاص کر علم سائنس میں ہیں جیسے "نور مبین  
 و رد حرکت زمین" اور "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" — وہیں ضمنی طور پر فاضل  
 بریلوی کے چند ایسے رسالوں کا ذکر ملتا ہے جو علم سائنس سے متعلق ہیں مثلاً "النبیات  
 شافیٰ الفودنو غرافیا" ۱۳۲۶ھ۔ اس رسالے میں گراموفون میں تید کی گئی آوازوں  
 کے سننے اور ان پر عمل کرنے کے احکام واضح کئے گئے ہیں۔ فونوگرافی پر بحث کرتے ہوئے دو مقدمے

۱۔ معارفِ رضا ۱۹۸۲ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۶۸

۲۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور عظیم گٹھ شمارہ اکتوبر ۱۹۸۵ء ص ۲۷

تاکم کئے گئے ہیں مقدمہ اولیٰ میں مندرجہ ذیل مباحث شامل ہیں۔

(۱) آواز کیا چیز ہے ؟

(۲) کیونکر پیدا ہوتی ہے - ؟

(۳) کیونکر سننے میں آتی ہے ؟

(۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے۔

(۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

(۶) آواز کندہ کی طرف اس کی اصناف کیسی ہے وہ اسکی صفت ہے یا کسی چیز کی ؟

(۷) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں - ؟

مندرجہ بالا نکات پر فاضلانہ اور محققانہ بحث کے بعد مقدمہ ثانیہ شروع ہوتا ہے

جس میں ان امور پر بحث ہے۔

(۱) وجود فی الاعیان

(۲) وجود فی الازہان

(۳) وجود فی العبارة

(۴) وجود فی الکتبات

یوں ہی فاضل بریلوی کا رسالہ " رجب السباحۃ فی میاہ لالیٹوی و جہہا رجوہا فی المسامۃ " مار جامد اور مار جاری کی تعریف - یہ فتویٰ علم طبیعیات کا تحقیقی مقالہ معلوم ہوتا ہے " الدقۃ و البیان لعلم الرقۃ و السیلان " ترکیب اجسام پانی کے رنگ اور شعاعوں کے انعکاس و انعطاف وغیرہ کے بارے میں بحثیں بھی علم طبیعیات سے متعلق ہیں جنس ارض کی تحدید و تعارید اور جنس ارض کے آثار سے متعلق یہ فتویٰ ارضیات سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ معلوم ہوتا ہے " المطر السعید علی بنت جنس الصعید "۔

عہد حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی - ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۱۴/۱۱۵

مندرجہ ذیل بحثیں بھی ارضیات و طبیعیات وغیرہ سے متعلق ہیں۔

- (۱) پتھر کس طرح بنتا ہے ؟
  - (۲) ضعیف الترتیب جسم منطبع بالنار نہیں ہو سکتا۔
  - (۳) پارہ آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا۔ ؟
  - (۴) آگ جسم میں کیا اثرات پیدا کرتی ہے ؟
  - (۵) سونے چاندی کے پگھلنے کا سبب۔
  - (۶) جملہ معدنیات کا تکون گندھک اور پارہ کے ازدواج کے باعث ہے۔
  - (۷) کبریت زہے اور پارہ مادہ۔ انہیں کے اختلافات مقادیر و اصناف و اوصاف و احوال سے مختلف معدنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔
- الغرض اگر مولانا احمد رضا بریلوی اور علوم سائنس کے موضوع پر تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جائے تو ایک ضخیم تحقیقی مقالہ تیار کیا جاسکتا ہے جس سے اس بات کا بخوبی انکشاف ہو سکے گا کہ فاضل بریلوی کا علوم سائنس میں کیا مقام ہے وہ ایک مسلمان سائنس دان کہہ جیتا سے عروج و ارتقائی کس منزل پر فائز ہیں۔

تراجم مولانا احمد رضا خاں بریلوی پر ذمیر ڈاکٹر محمد سعید احمد صفحہ ۱۳۱/۱۳۱

# علم ریاضی

مولانا احمد رضا بریلوی کو جہاں تمامی علوم و فنون پر دسترس و مہارت حاصل تھی وہیں علم ریاضی کے بھی وہ ایک استاد سمجھے جاتے تھے۔ جبکہ یہ علم انہوں نے کسی استاد سے حاصل نہیں کیا تھا بلکہ ملہم غیبی نے ان کو اپنی جانب سے عطا کیا تھا۔ اور جس کے لئے عطاء کے ربانی کے دروازے کھل جائیں پھر وہ محتاج نہیں رہ جاتا بلکہ غنی ہو جاتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۰

چنانچہ سید ایوب علی کا بیان ہے کہ کشور اعشاریہ متوالی ہیں رضاری تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اسی قدر واقفیت تھی مگر حضور مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے حل کر دوں گا اس کے بعد مجھے اور برادر م قناعت علی کو وہ قاعدہ تقنیم فرما کر دو چار مثالیں بھی حل کرا دیں۔ اس کے بعد ہی ایک خط جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پر فیہ دینیات علی گڑھ کالج کا حضور کی خدمت میں بایں مضمون آتا ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو ریاضی میں تقریباً ولایت کی تمام ڈگریاں اور تمغز جات حاصل کئے ہوئے ہیں۔ برصہ سے حضور کی ملاقات کے شائق ہیں چونکہ ایک جینٹل مین اور انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں اس لئے آئے ہوئے جھکتے ہیں مگر اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات سے آمدگی ظاہر کی ہے۔ قیام انوار ضمیر احمد کے بزرگ پر ہوگا۔ لہذا اگر وہ پہنچیں تو انہیں باریابی کا موقع دیا جائے۔

حضور نے مولانا صاحب کو جواب بھیج دیا کہ وہ بلا تکلف تشریف لے آئیں فقیر منتظر

رہے گا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ بدایونی مقدمہ چل رہا تھا۔ دو چار روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے نواب صاحب کے جگہ سے اطلاع کی کہ میں پانچ بجے حاضر خدمت ہوں گا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر موٹر آگیا ہم دونوں اس وقت موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو اندر بلا لیا گیا شاید نماز عصر ہونے والی تھی۔

بعد نماز کچھ باہمی گفتگوری۔ حضور نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال قلمی مثلث اور دوائر کے بنے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت جہرت و استعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے اور بالآخر فرمایا کہ میں نے اس علم کے حاصل کرنے میں غیر ممالک کے اکثر سفر کئے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہیں ہوئیں میں تو اپنے آپ کو طفل مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا! یہ تو فرمائیے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے۔

حضور نے ارشاد فرمایا میرا کوئی استاد نہیں۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف چار قواعد جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے بشرح پچھنی شروع کی تھی کہ والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرہ ہے۔

اس کے بعد کثور اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے اس پر حضور نے مبری اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ میرے دو بچے بیٹھے ہیں انہیں جس قوت کا آپ سوال دے دیں یہ حل کر دیں گے۔

ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے پھر ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ حضور اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقہ طلوع نہیں ہوا اگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا ہے۔ اس کا جواب علمی اصطلاح میں حضور نے دیا جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ہاں جو مثال بیان فرمائی وہ یہ تھی کہ کسی بند کمرے میں جھروکوں سے اگر روشنی پہنچتی ہو تو باہر کے چلنے پھرنے



والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے یعنی سر نیچے اور پاؤں اوپر اس کے علاوہ اور مشاہدہ کیجئے۔  
حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا حاجی صاحب! ایک طشت میں مھوڑا سا پانی ڈال کر

ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔

انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

اب حضور نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، آپ کھڑے ہو کر دیکھئے برتن

میں روپیہ نظر آتا ہے کہ نہیں؟

انہوں نے کچھ فاصلے سے دیکھ کر عرض کیا، ہاں نظر آرہا ہے۔

فرمایا ذرا پیچھے ہٹ آئیے۔

فرمایا اب دکھائی نہیں دیتا۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا۔ انہوں نے مھوڑا

سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا اب نظر آنے لگا۔

فرمایا اور دو قدم پیچھے کو آجائیے۔

پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا پھر روپیہ نمایاں تھا۔

بعد ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی

سے کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا اور فرمایا

میرے یہاں کالج کی لائبریری (کتاب خانہ) میں ایک کتاب عربی میں ہے جس کا وجود دنیا میں معدود

چند نسخوں پر ہے۔

آگے چل کر مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

”جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی عنقرالہ القوی کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے

ان سوالوں کے جواب میں کہ کیا وجہ ہے کہ آفتاب قبل طلوع کے..... معلوم ہونے لگتا

ہے۔ اسی طرح غروب ہونے کے..... معلوم ہوتا ہے۔

علم ماہنامہ مہر ماہ لاہور ماہ ستمبر ۱۹۹۰ء ص ۹/۸

غالباً اعلیٰ حضرت نے یہ جواب دیا ہوگا جو سید صاحب کی سمجھ میں نہ آیا اور اسے نہ لکھ سکے وجہ اس کی یہ ہے کہ علم المناظرہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ نگاہ جب دو ملار مختلف میں ہو کر گزرے جو کثافت میں اور لطافت میں اختلاف رکھتے ہوں۔ تو خطوط شعاعیہ جب ان دونوں ملار کے ملتقی پر پہنچیں گے ٹوٹ جائے گی اور جس سمت پر جا رہی تھی اس کے نیچے ہو کر گزرے گی یہی وجہ ہے کہ اگر دریا یا تالاب میں کوئی لکڑی سیدھی اس طرح قائم کی جائے کہ اس کا ایک حصہ پانی میں ہو اور ایک حصہ باہر تو پانی کی سطح پر جو اس کا حصہ ہے نگاہ سے دیکھنے میں ٹوٹا ہوا معلوم ہوگا کہ پہلے نگاہ ملار ہوا میں گزری پھر ملار آب میں کہ نسبت ملار ہوا کے کثیف تر ہے یوں ہی طلوع و غروب کے وقت آسمان کی طرف دیکھنے میں نگاہ کو دو ملار قطع کرنا پڑتا ہے۔ ایک عالم نسیم کا کہ کثیف ہے دوسرا اس کے بعد ہوا کا کہ نسبت اس کے لطیف ہے۔ لاجرم خطوط شعاعیہ ملتقی پر پہنچ کر ٹوٹ جائے گی اور نیچے ہو کر گزرے گی تو افق حقیقی کہ برظاہر نگاہ کو وہیں تک پہنچنا چاہیے تھا۔ اس انکسار کے سبب نگاہ اس سے نیچے پہنچے گی اور آفتاب جانب شرق قبل اس کے کہ افق پر آئے ہمیں مرنی ہوگا اور جانب غرب بعد اس کے کہ افق سے گزر جائے مرنی رہے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

# علم نجوم و ہیات و توقیت

مولانا احمد رضا بریلوی علم نجوم و علم ہیات و توقیت میں ماہرانہ کمال رکھتے تھے جبکہ عشر حاضر میں ان علوم کے جاننے والے کرۃ ارض سے ناپید و محدود ہوتے جا رہے ہیں اور خالص کر علماء کرام میں اس کی شرح تین چار فیصد سے زائد نہ ہوگی جبکہ اکابر علماء کرام ان علوم کے عواصم ہو کرتے تھے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا بھی شمار انہیں علماء کی فہرست میں ہوتا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے زمانہ میں سان فرانسکو امریکہ کا ایک مشہور منجم و ہیات دان پروفیسر ایف پورٹانے پیشین گوئی کی کہ:

”۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نیچون یہ چھ سیارے جنکی طاقت سب سے زائد ہے قرآن میں ہوں گے آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ کے فاصلہ میں جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور مقابلہ میں اتنا جائے گا۔ ایک بڑا کوب یورینس سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیات میں کبھی نہ جانا گیا۔ یورینس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے جو بیس صدیوں سے نہ دیکھا گیا۔ ممالک متحدہ کو دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آب سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس، ۱۷ دسمبر کو ظاہر ہوگا جو بغیر آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ بغیر آلات کے دیکھا جائے آج تک ظاہر نہ ہوا اور یہ وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب ہوگا۔ یہ داغ شمس کرۃ ارض میں زلزلہ لایگا طوفان بجلیاں اور سخت میٹھ اور بڑے زلزلے ہوں گے زمین ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔“

امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی مذکورہ پیش گوئی بانسکی پور ٹپنہ کے انگریزی اخبار ایکپریس میں ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو شائع ہوئی۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے شاگرد و خلیفہ مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس اخبار کے دوسرے ورق کا پہلا کالم تراش کر فاضل بریلوی کی خدمت میں ارسال کیا اور امر واقعہ کی صحیح صورت حال جاننا چاہا۔

فاضل بریلوی نے مولانا ظفر الدین بہاری کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے باضابطہ ایک رسالہ "معین مبین بہر دور شمس سکون زمین" تحریر کر ڈالا۔

فاضل بریلوی پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی پیش گوئی کو لغو و باطل قرار دیتے ہوئے رسالہ کے آخر میں رقمطراز ہیں۔

"بالفرض یہ سب کچھ صحیح پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے ززلوں، طوفانوں، بجلیوں اور بارشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام منجموں کے لئے بے سرو پا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گروہ یا جوگ یا پختہ کے اثر سے دنیا میں یہ حادثات ہوئے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو۔ اور واقعی خرافات ہیں پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا وہیں کا ساکن ہے کہ اس کی مصیبت خاص ممالک متحدہ کا صدفایا کر دے گی۔ کل زمین سے اس کا تعلق کیوں نہ ہو ایمان منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر، ارسیمبر کے لئے، اپریل اکتفاریں"۔

چونکہ پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے اپنی پیش گوئی خاص کر، ارسیمبر ۱۹۱۹ء کے لئے کی تھی۔ اس لئے فاضل بریلوی نے صرف، ادلائل قاہرہ پر اکتفا کیا۔ چنانچہ رسالہ مذکورہ میں دلیل نمبر ۶ کے تحت لکھتے ہیں۔

"عطارد تو سب سے چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجے کے فاصلے میں ہیں ۲۶ کا آدھلے تو یونہی عظیم ہاتھی مع یورینس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون

مے معین مبین بہر دور شمس، سکون زمین، امام احمد رضا قادری، مرکزی مجلس رمنالہ ہور صلا۔

میں کہا ہے :

”دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹا داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں تین ان میں سے بڑا طوفان اور بڑا داغ اور چارنی الحقیقہ ایک بہت بڑا طوفان اور بہت بڑا داغ، جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو سیارے عطار دو مرتبہ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور زحل پر تو کھٹے چھ جمع ہیں تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم تھا۔ کہ یہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے اور وہ انہیں تیز پیر لائے گی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جو اذیب میں گم ہو جانا ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت قوت کے ساتھ کھینچی جائے اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھینچائیگی ورنہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی یہ سب اگر نہ ہو گا تو کیوں بہا لانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہو گا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی وہ آپس میں کٹ مرنے ہوں گے نہ آفتاب کہ اس طرف چھریں گے نہ اس کے زخم آئے گا۔ باجمہ پیش گوئی تھن باطل و پا در ہوا ہے۔ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جو چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً بمشیت الہی ما شاء اللہ ان میں سے بعض یا فرض کعبے کہ سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیش گوئی قطعاً یقیناً تھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کو اکب پر مبنی ہیں وہ اوضاع فرضی ہیں اور اگر بعض غلط واقع بھی ہوئے تو نتائج جن اصول پر مبنی ہیں وہ اصول محض بے اصل اور من گڑھنت ہیں جن کا ہل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاہلیت صحیح ہے اور اگر یہ اجتماع قائم ہو تو جاہلیت کا اثر غلط ہے بہر حال پیش گوئی باطل و اللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ علم ہیئت و نجوم کی طرح فاضل بریلوی کو علم تو قیبت میں بھی کمال درجہ مہارت حاصل تھی۔ گویا شب و روز کے چوبیسوں گھنٹے ان کی پھیلی پر لکھے ہوئے ہوں۔ وہ لمحہ بہ لمحہ گھنٹہ منٹ اور سکندک کی پوری خبر رکھتے تھے۔

عالم معین مسلمان بہر دور شمس و سکون زمین۔ امام احمد رضا قادری مرکزی مجلس رضالہ ہور صدک

چنانچہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا بریلوی) بدایوں تشریف لے گئے۔ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادری برکاتی تعینی قدس سرہ کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرمائیں خود حضرت تاج الفحول امامت فرماتے تھے جب فجر کی گیم شروع ہوئی تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے عالم اہلسنت فاضل بریلوی کو امامت کے لئے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز فجر کی امامت فرمائی اور قرأت اتنی طویل کر دی کہ مولانا عبدالقادر صاحب کو بعد سلام کے شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہو گیا۔ مسجد سے نکل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے۔

یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آفتاب نکلنے میں ابھی ۳ منٹ ۸ سکنڈ باقی ہیں یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے؛ ۱۱

---

۱۱۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۱۶۱/۱۶۲

اوبى خستما

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی ادبی خدمات کا دائرہ بہت ہی اہم اور وسیع ہے وہ مختلف اصناف ادب کے صاحب طرز اور صاحب اسلوب شاعر، ادیب، نثر و نقاد تھے۔ جب ہم ان کی تصنیفات و تالیفات اور تراجم پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو ادب سے متعلق متعدد کتابیں مختلف زبانوں میں مثلاً عربی، فارسی، اردو، ہندی وغیرہ میں ایک منفرد اسلوب نگارش کے ساتھ نظر آتی ہیں جو دوسرے ادیبوں کے ادبی سرمایہ پر فوقیت رکھتی ہیں اگر حضرت فاضل بریلوی کی ادبی خدمات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو باقاعدہ ایک ضخیم اور مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے اور "ادب کی تاریخ" میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ پاکستان کے ایک مشہور اسکالر سید ریاست علی قادری حضرت رضا بریلوی کی ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

”امام احمد رضا چچین علوم و فنون پر نہ صرف عبور رکھتے تھے بلکہ انہوں نے علم و فن کی ہر صنف پر بے شمار کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان کی کتب کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہر موضوع پر ادیبانہ اسلوب نگارش اختیار کرنے پر کتنی قدرت رکھتے تھے۔ ادب و شاعری میں ان کا مقام صنف اول کے سواروں میں ہوتا ہے۔ ان کی ادبی خدمات سے کسی طرح صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ایک کہنہ مشوق ادیب اور بے باک قلم کار تھے ان کی تحریروں میں بلا کی سلاست اور روانی پائی جاتی ہے ان میں جگہ جگہ ادبی شہ پارے نظر آتے ہیں کہ طبیعت جھوم جھوم اٹھتی ہے ان کا عین انداز بیان زبان کی چستی و بھڑاؤ، بر محل شیریں الفاظ کا درو بست، استعارات کی جودت، طرز ادب میں نفاست، جذبات میں غلوص، ادائیگی بیان میں مہارت، فکر میں گہرائی انہماک میں بے ساختگی اور رفعت، خیالوں میں شادابی و طہارت ان عناصر کے امتزاج سے وہ اپنے تحریروں کے چہرے کا غارہ تیار کرتے تھے۔ سرعت نگارش کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی نشست



میں پورا سال قلمبند فرمائیے۔ نفس موضوع اور بندش الفاظ پر ایسی قدرت کہ ایک دفعہ کے لکھے ہوئے جملے کو قلمزد کرنے کی نوبت نہ آتی تا۔

جیسا کہ ابھی ابھی ذکر ہوا کہ حضرت فاضل بریلوی صاحب طرز اور صاحب اسلوب ادیب تھے اس دعوے کی دلیل میں حضرت فاضل بریلوی کی اس نعت کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ جس میں ذوق تلذذ کا سامان اور عربی، فارسی، اردو اور ہندی کی حسین آمیزش ہے ملاحظہ ہو۔

لم ریات نظیرک فی نظو مثل تو نہ شدید اجانا  
جگ راج کوتاج تورے سر سو ہے تجھ گوشہ دوسرا جانا

البحر علا والموج طغی من بکس وطرفاں ہو شربا

منجد ہا میں ہوں بگڑی ہے ہو اموری نیا پار لگا جانا

یا شمس نظرت الی یلی چوں بطیبہ رسی عرض بکنی۔

توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شبے نہ دن ہونا جانا

لک بد رفی الوجہ الا جمل خطا ہانہ مہ زلفنا ابراہل

تورے چندن چندر پر و کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

انانی عطش و سخاک اتم اے گیسو پاک اے ابر کرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

یا قافلتنی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک

مورا جیز الیجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

واہا السویعات ذہبت آل عہد حضور بار گہت

جب یاد آرت ہو ہے کرنہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا

معارفِ رمنا شمارہ ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۶۱/۲۶۲

القلب شج و الهم شجوں دل زار چناں جاں زیر چنوں  
پت اپنی بیت میں کاسے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دیگر برزن عشقا  
مورا تن من دهن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامہ خام لوائے رھنا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا

ارشاد اجانا طلق تھا نا چار اس راہ پڑا جانا

مقالہ نگار نے جب "حضرت فاضل بریلوی کی ادبی خدمات" پر خامہ فرسائی کے لئے

ان کی تصنیفات و تالیفات اور تراجم کا تحقیق و تجسس کے ساتھ مطالعہ کیا تو ادب سے متعلق

مندرجہ ذیل کتابیں نظر آئیں جن کی تفصیل اس قدر ہے۔ مگر ان کتابوں میں کمی و بیشی بھی ہو سکتی

ہے۔ اس لئے کہ حضرت فاضل بریلوی سے متعلق یہ موضوع بذات خود تحقیق طلب ہے جس پر

انگ سے مستقلاً تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے جو اس مقالہ کا دائرہ کار نہیں۔ ملاحظہ

ہو ادبی کتابوں کی تفصیلی فہرست۔

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	کیفیت	موضوع
۱	حدائق بخشش	اردو و عربی فارسی	مطبوعہ	منتخب دیوان لغت
۲	اکسیر اعظم	فارسی	مبیضہ	قصائد عنوت پاک
۳	دیوان القصائد	عربی	مبیضہ	قصائد و لغت و منقبت کا مجموعہ
۴	سلسلہ الذہب نافیۃ الادب	فارسی	مطبوعہ	شجرہ عالیہ قادریہ منظومہ
۵	ذریعہ تادریہ	اردو	مطبوعہ	نظم و لغت و منقبت عنوت پاک
۶	قصائل فاروق	اردو	نا تمام	سیدنا فاروق اعظم کے سائبہ در نظم
۷	نظم معطر	فارسی	مطبوعہ	رباعیات در شان عنوت اعظم

۸	مشرقتان قدس	اردو	مطبوعہ	قصیدہ مدنیہ حضرت نوری میاں
۹	چراغ انس	اردو	مطبوعہ	قصیدہ مدنیہ در شان تاج العقول بدایونی
۱۰	رُطیفہ قادریہ	فارسی	مطبوعہ	قصیدہ عنوشیہ کا نظم ترجمہ مع مدعا
۱۱	حضور جہان نوز	اردو	مطبوعہ	عامری اقدس کے موقع پر نعت کبھی
۱۲	نعت و استعارات	اردو	نا تمام	نعت شریف کا رسالہ پر مغز استعاروں پر مشتمل
۱۳	سر اپا نوز	اردو	نا تمام	قصیدہ نوز ۶۰ مطلع پر مشتمل
۱۴	مناقب صدیقہ	اردو	نا تمام	ام المؤمنین کی منقبت
۱۵	حماد فضل رسول	عربی	مطبوعہ	مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح
۱۶	مدائح فضل رسول	عربی	مبیضہ	مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح
۱۷	نذر گدا در تہنیت شادی امیری	اردو	مطبوعہ	معراج اقدس کا بیان
۱۸	الزمزمہ القمریہ فی الذب عن الحجریہ	اردو	مبیضہ	قصیدہ عنوشیہ پر اعتراضات کے جواب میں
۱۹	مشرقتان اقدس	اردو	مطبوعہ	قصیدہ مشرقتان پر اعتراض کا جواب
۲۰	شرح مقالہ زرافیہ	"	"	ایک مدعی ادب کے جہالات عربی ادب کا جواب
۲۱	صنائع بدیہ	فارسی	مبیضہ	دیوان صنائع بدیع
۲۲	الاستمداد	اردو	مطبوعہ	

حضرت فاضل بریلوی کی مذکورہ ادبی کتابوں میں دو تین کتابیں بہت ہی وقیع معلوم ہوتی ہیں اول نعت و استعارات، جو صنف نعت کا پر مغز اور معلوماتی رسالہ معلوم ہوتا ہے اگر آج یہ رسالہ نرا ہم ہوتا تو نعتیہ ادب پر کام کرنے والوں کے لئے بے سود مفید و کارگر ثابت ہوتا۔ یقیناً اس میں فن نعت گوئی کے اسرار و سوز کو بیان کیا گیا ہوگا، واضح رہے۔

دوسری کتابت صنائع بدیہ جس میں صنائع و بدائع کی خوبیوں پر روشنی ڈالی گئی ہوگی جو

شاعری کے محاسن اور لوازمات سے ہے۔ حضرت فاضل بریلوی کا یہ رسالہ بھی فن شاعری کے اہم رسالوں میں معلوم ہوتا ہے۔ اس کی افادیت کا اندازہ خود اس کے نام سے ہو سکتا ہے اور یہ دو لڑوں رسالے وقعت و اہمیت کے اعتبار سے مولانا حالی کی کتاب "مقدمہ شعر و شاعری" کے ہم نوا معلوم ہوتے ہیں۔ اگر یہ دو لڑوں رسالے زیور طبع سے آراستہ ہو کر ارباب علم و فن کے ہاتھوں تک پہنچے ہوتے تو آج، اردو ادب کی تاریخ میں حضرت فاضل بریلوی کو ضرور وہ مقام خاص ملا ہوتا جس کے وہ یقیناً مستحق تھے۔

تیسری کتاب کا بھی تعلق ادب ہی سے ہے جس میں انہوں نے ادبی انداز میں عربی ادب کے ایک مدعی کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ ادب کے بارے میں منقول ہے کہ:

"ادب کا بہت بڑا وصف یہ ہے کہ سنت سے سخت مسائل باتوں باتوں میں طے کر دیئے جائیں۔ حضرت فاضل بریلوی ادب کے اس معقولے پر بھی مکمل طور سے پورے اترتے ہیں۔ اگر ان کے ادبی کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ انہوں نے زندگی کے اہم سے اہم مسائل کو اس طرح نپے تلے، دو ٹوک جملوں میں حل کر دیا ہے کہ عقل مجھوتا شائے لب بام ہو کر رہ جاتی ہے چنانچہ اپنے زمانے کی سیاست پر تنقید و تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلمانو! تم نے دیکھا یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے دین کی کس کس طرح شریعت کو بدلتے، ملتے، پاؤں کیے نیچے کھلتے اور غیر خواہ اسلام بن کر مسلمانوں کو چھیلتے ہیں۔ موالات مشرکین۔ ایک۔ معاہدہ مشرکین۔ دو۔ استعانت بہ مشرکین۔ تین۔ مسجد میں اعلائے مشرکین۔ چار۔ ان سب میں بلا بالذوقینا قطناً لیڈروں نے خنزیر کو دنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے۔ دین الہی کو دیدہ و دانستہ پامال کیا ہے اور پھر لیڈر ہیں، ریفا رمر ہیں مسلمانوں کے بڑے راہبر ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائے مسلمان ہی نہیں یعنی جب تک اسلام کو کند چھری سے ذبح نہ کرے ایمان ہی نہیں"۔ ۲

۲۔ ساروت رضا شمارہ ۱۹۵۳ء کراچی ص ۲۷۷

۳۔ تنقیدی اشارے۔ پرونیس آل احمد مدنی ص ۷۷

حضرت فاضل بریلوی کی تمام تر تصنیفات اور ادبی کتابوں میں العطاء یا السنوب  
 فی الفتاویٰ الرضویہ، کوسب پر فوقیت اور برتری حاصل ہے جس کو اسلام کا انسائیکلو پیڈیا  
 Encyclo pae dia قرار دیا جاسکتا ہے جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جس کی بعض  
 جلدیں ایک ہزار صفحات سے زیادہ ضخامت کی حامل ہیں۔ جو ان کا سب سے عظیم ادبی کارنامہ ہے۔

# سیاہی خدشتا

یاست کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

كفانت بنی اسرائیل لتوسسہم الانبیاء کلما صدق تنبی  
تلفہم منہ بنی لجدی و سیکون خلفاء فی کثرون فتالوافیانا مرنا  
قال فوا بیعہ الاول ما الاول اتھوہم حقیقہ سفوفات اللہ سألناہم  
عما استبرعناہم متفق علیہ۔

انبیاء کرام ہی کے ہاتھ میں بنی اسرائیل کی سیاست تھی جب ایک ایسی ہی پر وہ فرما جاتے  
تو دوسرے بنی ان کے جانشین ہوتے (اسی طرح تمہاری ریاست میرے ہاتھ میں ہے)  
میرے بعد چونکہ کسی قسم کا کوئی بنی نہیں اس لئے میری روپوشی کے بعد میرا جانشین کوئی بنی  
نہیں ہوگا۔

غالباً علامہ اقبال اسی حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو  
بدامو دیں سیاست سے تیرہ جاتی ہے حکمرانی سے

چونکہ حضرت رفیق بریلوی ایک جدید عالم دین، عظیم شاعر و ادیب، باغ نظر نقاد اور  
زبردست عاشق رسول تھے۔ اور عشق رسول تو ان کے وجود میں اس طرح سما یا ہوا تھا کہ ہر جوار  
جانب ان کو عشق رسول کی ہی جلوہ سامانیاں نظر آتی تھیں یہاں تک کہ عشق مصطفیٰ کو وہ جاننا  
قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کی ہے خدا  
جس کو ہو درد کا مرہ نازد روا اٹھائے کیوں

مکاتبات اقبال پریزکٹ پورہ ملی سنڈ

مکاتبات اقبال پریزکٹ پورہ ملی سنڈ

اور محبت کا تقاضہ بھی محبوب کے نقش پا کی اتباع ہے اسی لئے فاضل بریلوی تاحیات سنت مصطفیٰ پر سختی سے کاربند رہے۔ چونکہ سیاست حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا اہم و طیرہ تھا اس لئے حضرت فاضل بریلوی جہاں دیگر سنتوں پر سختی سے کاربند رہے وہیں انہوں نے سیاست مصطفیٰ کو بھی اپنا شیوہ قرار دیا تاکہ دین کو چنگیزی سے بچایا جاسکے۔

جب ہم حضرت فاضل بریلوی کی سیاسی زندگی کا مطالعہ گہرائی و گیرائی کے ساتھ کرتے ہیں تو ولادت سے لیکر وصال تک کے تمام سیاسی پہلو بڑے ہی نازک، پر پیچ اور ژولیدہ نظر آتے ہیں ان کے زمانے میں سیاست انتہائی اوچل پھل اور نشیب و فراز کی منزل سے گزر رہی ہوئی نظر آتی ہے کبھی ترک موالات، کبھی ہجرت تو کبھی ہندو مسلم اتحاد وغیرہ۔ مگر حضرت رضا بریلوی کی فکری جولان گاہ، ان کا سیاسی تدبیریت ہی واضح اور روشن تھا چنانچہ ترک موالات کے سلسلے میں وہ صرف انگریزوں سے ہی ترک موالات کے قائل نہ تھے بلکہ وہ ہندوؤں سے بھی ترک موالات کا حکم صادر فرماتے تھے اس سلسلے میں ان کا موقف الکفر ملة واحدة تھا وہ فرماتے ہیں

موالات مطلقاً ہر کافر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہے۔ اگرچہ

اپنا باپ بیٹا، بھائی یا قریب (عزیز) ہو۔

حضرت فاضل بریلوی ہر کافر و مشرک کو اسلام کا دشمن اور صرف دشمن ہی نہیں بلکہ دشمن شدید سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ ماضی و حال کی روشنی میں ان کی غداروں، مکاریوں کا مشاہدہ کر چکے تھے چنانچہ فرماتے ہیں۔

کافر فرد و فرقة دشمنے مارا  
مرتد مشرک یہود و گسبر و ترسا

دارالافتاء رضوانہ شرکت حنفیہ لمیٹڈ لاہور ص ۲۷۵



کافر ہی نہیں بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دشمن ہے۔ خواہ وہ مرتد ہو، مشرک ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو،

یا آتش پرست۔

چنانچہ ایک دوسرے مقام پر حضرت رضا بریلوی دشمن کی نفسیات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔

(۱) اول اس کی موت نہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

(۲) دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلا وطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

(۳) سوم یہ بھی نہ ہو سکے تو آخر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالف نے یہ درجے ان پر طے کر دیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیر خواہ ہی سمجھے جاتے

ہیں:

اولاً جہاد کے اشارے ہوئے۔ اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔

ثانیاً: جب یہ نہ نئی ہجرت کا بھرا کسی طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے

یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول نہیں بیایوں ہی چھوڑ جائیں بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں

ان کی مساجد مزارات اولیا ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً: جب یہ بھی نہ بھی تو ترک موالات کا چھوٹا حیلہ کر کے معاملت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں

چھوڑ دو، کسی کو نسل میں داخل نہ ہو، مال گذاری ٹیکس کچھ نہ دو، خطابات واپس کر دو

اور غیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہر نام کا دنیاوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور

پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغہ اور محکمے میں صرف ہنود رہ جائیں۔

چنانچہ جب ہندو مسلم اتحاد کی تحریک نے زور پکڑا اور اس کے سیلاب کی طغیانیوں نے

عوام و عوام خواص کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا یہاں تک کہ علماء بھی اس کے دام فریب میں گرفتار

ہے جیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۹۳

۲۸/۲۹ - لاہور رضا -

ہو گئے تو فاضل بریلوی سے رہا نہیں گیا اور متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

”کیا ہم سے وہ دین پر نہ لڑے، کیا قربانی کا ویران کے سخت ظالمانہ فساد پرانے پڑ گئے  
 کیا کٹار پورا رہ کہاں کہاں کے ناپاک و ہونناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے  
 بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے، بستی کاتیل ڈال کر جلائے گئے۔ ناپاکوں نے  
 پاک مسجدیں ڈھائیں قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے اور جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن  
 کو انام لینے سے کلعو منہ کو آئے“  
 آگے چل کر فرماتے ہیں:

”کیا یہ مقدس بے گناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادت یہ قرآن عظیم کی اہانتیں  
 انہیں ناپاک رشتاؤں انہیں مجبوری سفاک سجاؤں کے نتائج نہیں نہ ہی ہاتھ کنگن کو آری کیا  
 ہے۔ آپ جس شہر جس قصبے جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو اپنی مذہبی قربانی کے لئے گلے پھاڑو  
 اس وقت ہی تمہاری بایں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سکے بھائی یہی تمہارے منہ بولے بزرگ  
 یہی تمہارے آقا یہی تمہارے پیشوا تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان  
 معتزلات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالنے۔ وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب  
 ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاحب نہیں کہہ چکا ہے کہ مسلمان اگر  
 قربانی کا وہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے“

حضرت رضی اللہ عنہما کے دل میں قوم مسلم کی فلاح و بہبود کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا  
 وہ قوم کو زلوں جانی سے بچانے کے لئے ہمیشہ سعی و کوشش کرتے رہے اور کفار و مشرکین  
 کی پیرہ دستیوں کو آئینہ کی طرح اپنی قوم کو دکھاتے رہے۔ جیسا کہ وہ ملت اسلامیہ کو طریقہ زندگی  
 و رہنمائی عطا کرتے ہوئے چار نکاتی پروگرام پیش کرتے ہیں۔

۱۔ انوارِ رضا۔ لاہور ص ۴۴



When Pakistan resolution was passed in 1940 the efforts of Hazrat Barelvi bone frute and all his adherents and spritual leaders rose as one man to support Pakistan movement thus the contribution of Hazrat Barelvi towords Pakistan is not less then that Allama Iqbal and Qaid-E-Azam.

بیز شعبہ ابلاغ عامہ (عامہ کراچی) کے پیرمین ڈاکٹر محمد شمس الدین حضرت فاضل بریلوی کی سیاسی خدمات کو سراہتے ہوئے اپنے ایک تاثراتی بیغام میں رقم طراز ہیں:

”امام احمد رضا کا دور وہ دور ہے جس میں آپ نے مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کے رویے کو بخوبی اجاگر کیا ہے۔ آپ نے محسوس کیا کہ ہندو اپنی ترقی دنیوی کے سبب مسلمان کے دل و دماغ پر چھایا گیا ہے اور مسلمان اپنی عظمت اور خودی کا سودا کر چکا ہے۔ ہندو یہ بھی جانتا ہے کہ جب بھی انگریز برصغیر سے رخت سفر باندھے تو وہ اس کا حاشین بنے اور اپنی اکثریت کی آڑ میں مسلم کشتی کا دیرینہ خواب سترندہ تعمیر کر سکے۔ مسلمانوں کو خوابِ خرگوش سے بیدار کرنے کے لئے آپ نے مسلمانوں کی جانب توجہ کی تاکہ انگریز اور ہندو کے فکری غلبے سے نجات مل سکے۔ اور مذہب سے تعلق قائم ہو۔“

یوں تو اب تک فاضل بریلوی کے سیاسی حوالے سے بہت ساری کتابیں اور مقالات منظر عام پر آچکے ہیں مگر اس ضمن میں خود ان کی تصنیف کردہ کتابیں کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں ان کے سیاسی فہم و تدبیر اور زیر کی کے مطالعہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں کافی مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

۱۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ڈاکٹر محمد سعید احمد ص ۲۲  
۲۔ امام احمد رضا کانفرنس مجلہ ۱۹۹۳ء کراچی پاکستان ص ۲۱

- ۱، انفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ ۱۸۸۰ء
- ۲، اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام ۱۳۰۶ھ ۱۸۸۸ء
- ۳، تدبیر فلاح و نجات و اصلاح ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۲ء
- ۴، دوام العیش فی الائمۃ من القریش ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء
- ۵، المحجۃ المومئنه فی آیۃ الممتحنہ ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء
- ۶، الطاری الداری لہفوات عبد الباری ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء

۷، حیات مولانا احمد رضا بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۷۱

دوسرا باب

---

نعت گوئی کا فن

---

# نعت گوئی کا فن

جس طرح دیگر اصناف سخن قصیدہ، غزل، مرثیہ، مثنوی اپنا ایک منفرد مقام اور اصول و ضوابط رکھتے ہیں اسی طرح نعت بھی ایک منفرد معیار اور اصول و ضوابط کی پابند ہے۔ مقالہ نگار کے خیال میں اصناف ادب میں نعت سے زیادہ لطیف نازک اور مشکل کوئی صنف نہیں اور اس سے پوری طرح عہدہ برآ ہونا ممکن بھی نہیں اس لئے کہ ذات باری خود ثناخوان محمد ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بیبرداں گدا شتم  
کال ذات پاک مرتبہ دان محمد ست

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ع۔

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے  
سکتہ میں پڑی عقل چکر میں گماں آیا

اور بقول جگر مراد آبادی ع۔

اللہ اگر تو فیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں

نعت گو یا نعت نگار کو اپنی فکری پرواز یا فکری شہباز کو بڑے ہی ہوش و خرد اور فہم و تدبیر کے ساتھ اس پر خطر وادی میں اڑانا پڑتا ہے۔ اگر اس سے اس میں ذرا بھی لغزش یا کوتاہی ہو جائے تو اس کا ایمان و اعتقاد تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے اور قریب قریب ہر نعت گو یا نعت نگار نے اس پر خطر وادی میں بڑے ہوش و خرد اور حزم و احتیاط کے ساتھ قدم رکھا ہے اور جس نے اس پر خطر وادی کی احتیاط کو بالائے

طاق رکھ کر اپنی فکری پرواز کو روار کھا اس سے لغزش ہو کر رہی جس کا ذکر انشاء اللہ ہم آگے چل کر اسی باب میں کریں گے۔

جن لغت گو شعرا نے اس پر خطر وادی کے خطرات کو محسوس کیا انہوں نے اپنے قلبی واردات اور محسوسات کو بایں طور بیان کیا ہے۔

## مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

”حقیقتاً لغت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور خمی کرتا ہے تو تنقیض ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض ایک جانب اصلاح نہیں اور لغت شریف میں دونوں جانب سخت پابندی ہے۔“

عبد الکریم شہر

”لغت نہایت مشکل صنف سخن ہے۔ لغت کی نازک حدود کو مد نظر رکھتے ہوئے اسکی آفاقیت قائم رکھنا آسان کام نہیں..... سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ذرا سی بے احتیاطی اور ادنیٰ سی لغزش خیال و الفاظ اور ایمان و عمل کو غارت کر دیتی ہے۔“

محمد امجد

”حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالت مآب کی تعریف میں ذرا سی لغزش لغت گو کو

۱۔ المصنوع ، امام احمد رضا بریلوی ، مطبوعہ کانپور ص ۱۲۲/۱۲۵  
۲۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم ، مطبوعہ لاہور ص ۲۲



حدود کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ ذرا سی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے۔ ذرا سا شاعرانہ غلو ضلالت کے زمرے میں آ سکتا ہے۔ ذرا سا عجز بیان اہانت کا باعث بن سکتا ہے۔

## ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

”نعت کے موضوع سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں موضوع کا احترام کلام کی کیفیت و بے رونقگی کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ نقاد کو نعت گو سے باز پرس کرنے میں تامل ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف نعت گو کو اپنی فنی کمزوری چھپانے کے لئے نعت کا پردہ بھی بہت آسانی سے بل جاتا ہے۔ شاعر ہر مرحلہ پر اپنے معتقدات کی اسٹیج پر تیار ہے اور نقاد جہاں کا تہاں رہ جاتا ہے۔ لیکن نعت گوئی کی فنا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز مشکل ہے“ ۲

## ڈاکٹر اے۔ ڈی نسیم

”نعت گوئی کا راستہ پل صراط سے زیادہ کھٹن ہے اس پر بڑی احتیاط اور ہوش سے چلنے کی ضرورت ہے اس لئے اکثر شاعروں نے نعت کہنے میں بے بسی کا اظہار کیا ہے جن مستی پر خدا خود دور و دھبیجتا ہے انسان کی کیا مجال کہ اس کی تعریف کا احاطہ کر سکے“ ۳

## ڈاکٹر فرمان فتح پوری

نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم و وسیع موضوع ہے اس کی

۱۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۴

۲۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

۳۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

عظمت و وسعت ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہے۔ شاعر کے پائے نکر میں ذرا سی لغزش ہوئی اور وہ لغت کے بجائے گیا حمد و منقبت کی سرحدوں میں اس لئے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقی لغت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ عربی نے اپنے ایک نعتیہ قصیدہ میں جس کا مطلع ہے ۵

اقبال کرم می گزدار باب ہسمم را  
ہمت نہ خورد نیشتر لا و لغسم را

بہت صحیح کہا ہے ۵

عربی مشتاب این رہ لغت است نہ صحر  
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را ۵

## محمد عبد اللہ قریشی

نعت ہماری شاعری کی محبوب اور پاکیزہ صنف ہے اس کے ڈانڈے ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتے ہیں مگر اس کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ نعت گوجب تک عشق رسول میں ڈوب کر توحید و رسالت اور عبودیت کے نازک رشتوں میں کامل ہم آہنگی پیدا نہ کرے، جذبات عالیہ، درد و سوز و گداز، رفعت بیان اور حسن ذوق سے آشنا نہ ہو اس وقت تک وہ نعت گوئی کے منصب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا ۵

۵ نقوش رسول نمبر جلد دوم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

۵ معارفِ رضا ۱۹۸۲ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۲۶

# (الف) احتیاط

نعت کا فن نعت نگار سے حدود شرع اور عظمت مصطفیٰ کی پاسداری کا سمجھتی ہے  
مطالبہ کرتا ہے جیسا کہ ابھی ذکر ہوا کہ نعت کا فن اصناف ادب میں سب سے زیادہ مشکل  
ہے اور اس پر خطر وادی میں بہت ہی زیادہ حزم و احتیاط کی ضرورت ہے اگر یک لخت بھی  
احتیاط کی زمام ہاتھ سے چھوٹی اور عظمت مصطفیٰ مجروح ہوتی تو نعت نگار کے سارے  
اعمال خیر مٹی میں مل گئے اور اجر و ثواب کے بجائے عذاب و عتاب کا مستحق قرار پا گیا۔ اور  
اس پر خطر وادی میں اچھے اچھوں کی توبت فکر میں لغزش پیدا ہو کر رہی۔ جیسے محسن کا کوروی،  
ایبرہینائی اور شاعر مشرق علامہ اقبال وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ نعت گو شعرا ہیں جنہوں نے  
نعت ہی سے سخن گوئی کا سفر شروع کیا مگر اس نازک و مشکل وادی میں قدم رکھنے کے بعد  
وہ ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ ان کے پائے نگر کو بھٹو کر لگ کر رہی۔ دیکھئے محسن کا کوروی  
کے یہ اشعار

غیریت عین کو عرب سے	عینیت، غیر رب کو رب سے
سایہ کیا میم تک جدا تھا	ذات احمد تھی یا خدا تھا

کہاں اب جبہ سانی کیجئے کچھ بن نہیں پڑتا  
احد کو کیجئے یا احمد بے میم کو سجدہ

۱۔ نقوش رسولؐ، جلد دوم ص ۵۳

امیر مینائی کے مندرجہ ذیل اشعار دیکھئے ۷

ظاہر ہے کہ لفظ احمد و احمد بے میم  
بے میم ہوئے عین خدا احمد مختار  
قرآن ہے خورشید تو نجم اور صحیفے  
اللہ گہرا اور صدف احمد مختار

طور کا جلوہ کھتا جلوہ آب کا  
لن تراہنی تھی صدائے مصطفیٰ

طور روغنہ ہے تو میں صورت ہوئی لیکن  
آرہی بند سے نکالوں جو مزارائے نظر

متذکرہ بالا اشعار سے صاف صاف ظاہر ہے کہ محسن کا کوروی اور حضرت امیر  
مینائی سے لغزش ہوئی ہے اس لئے کہ ان اشعار میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کی ذات کو اتنا بڑھا پڑھا کر پیش کیا گیا ہے کہ جس سے مترشح ہونے والا مفہوم یہی بتاتا ہے  
کہ معاذ اللہ تم معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا ہیں۔ جبکہ آقائے محترم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے اس بات کی سخت ممانعت فرمائی تھی کہ ہرگز ہرگز تم مجھ کو خدا نہ بنانا۔ چنانچہ آقائے  
محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت  
مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا میں تو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھے صرف خدا کا بندہ  
اور اس کا رسول ہی کہو ۷

۷ معارفِ رمضان ۱۹۵۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۶۹/۱۷۰

۸ نقوشِ رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۷

چنانچہ اسی حدیث پاک کی ترجمانی کرتے ہوئے عاشق رسولؐ اور عظیم نعت گو شاعر حضرت علامہ بوسیری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ۱

ما ادعتہ النصرانی فی نبیہم ۲ و احکم بما شئت ملہا فیہ و احکم حکم  
یعنی حضور علیہ السلام کی تعریف کرتے وقت وہ بات چھوڑ دو جو انصاری اپنے نبی  
مسیح علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں (یعنی آنحضرت کو شان الوہیت نہ دو) ۱  
یوں ہی شاعر مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر دیکھئے جو ایک نعت کا مطلع ہے ۲  
نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ مہم کو اٹھا کر  
وہ بزم شرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر ۳  
اسی قبیل کے چند دوسرے اشعار بھی پیش ہیں جو دوسرے نعت نگار شعرا کے  
قلم سے صادر ہوئے ہیں ملاحظہ ہوں ۴

محمد نے خدائی کی خدانے مصطفائی کی  
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے  
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے ۵

ہے خدا کو جس قدر اپنی خدائی پر گھمنڈ  
مصطفیٰ کو اس قدر ہے مصطفائی پر گھمنڈ ۶

۱۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۲  
۲۔ ارغوان نعت ص ۱۲۲  
۳۔ اردو نعت کا شرعی محاسبہ دمشق بدالونی ص ۲۳/۲۴  
۴۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۵۳

عشق کی ابترا بھی تم حسن کی انتہا بھی تم  
رہنے دو راز کھل گیا بندے بھی تم خدا بھی تم  
(بیدم وارثی)

انسانیت کو بخشی وہ معراج آئیے  
ہر آدمی سمجھنے لگا ہے خدا ہوں میں  
(اعظم چشتی)

عقل کھتی ہے مثلنا کیے  
عشق بے تاب ہے خدا کیے  
(اعظم چشتی)

نہاں تا بود در پردہ خدا بود  
چوں ظاہر شد محمد مصطفیٰ بود  
(اعظم چشتی)

اسی لئے تو کہا گیا ہے

ادب گاہے ست زیر آسماں از عرش نازکے  
نفس گم کردہ می آید جنید و یازید ایں جا

اور بقول مگر ہے

ع۔ اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی باتیں

چنانچہ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں

”فن نعت، نعت نگار سے اس امر کا متقاضی ہے کہ وہ نعت لکھتے ہوئے حدود

شرع کی پاسداری کرے، خدا اور بندے اور الوہیت و نبوت کے فرق کو میں نظر رکھے واصل  
حفظ مراتب کے ادراک کا ہی نازک مقام نعت نگار سے اس پر صراط کو احتیاط کے ساتھ

ملک معارف و اُدب، ۱۹۵۶ء، ص ۱۴۲، ۱۴۳

عبور کرنے کا متقاضی ہے۔“

اور اس طرح کی لغزش سے عظیم نعت گو شاعر محسن کا کو روی بھی محفوظ و مامون نذرہ کے  
بلکہ ان سے بھی چوک ہو کر رہی چنانچہ وہ ایک جگہ فرماتے ہیں

مفت حاصل ہے مگر اس کی یہ تدبیر نہیں

کھوٹے داموں بکے یوسف کی یہ تصویر نہیں

نیز اسی طرح کی لغزش مشہور مشنوی نگار میر حسن سے بھی ہوتی وہ لکھتے ہیں

سیح اس کے خرگاہ کا پارہ دوز

خیل اس کے گلزار کا باغیاں

خضر اس کی سرکار کا آب دار

اسی طرح مرزا محمد رفیع سودا کا بھی یہ شعر دیکھتے

کمرے جو ہسری کے تائب

کہ نمیوں سے بڑھ کر ہیں اس کے صحاب

نعت مضامین و مواد کے اعتبار سے اصناف ادب میں سب سے مشکل صنف

گردانی جاتی ہے مگر ہیئت و ساخت کے اعتبار سے اس کی وسعت آ ذاتی ہے وہ اصناف

ادب کی ہر صنف میں کہی جاتی رہی ہے اور کہی جاتی رہے گی۔ اور میں تو نعت کی اس آفاقیت

کو حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت ورافت اور ان کی نبوت و رسالت

کی آفاقیت کا پر تو سمجھتا ہوں کہ جس طرح آپ کی رحمت ورافت اور نبوت و رسالت کا ستار

کے ذرے ذرے کے لئے ہے اسی طرح نعت نگاری کا دائرہ بھی جملہ اصناف ادب کیلئے

ہے وہ کسی بھی صنف میں کہی جاسکتی ہے ہیئت و ساخت کی کوئی پابندی نہیں۔

۱۔ نقوش رسول نمبر جلد دوم ص ۳

اس مقام پر ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ لغت کے ڈانڈے اور اس کی حدیث ایک طرف تو عہد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں اور اگر لغت نگار غلو سے کام لیتے ہوئے ان حدود معبود میں داخل ہوتا ہے (جیسا کہ اوپر ذکر ہوا) تو بھی عذاب و عتاب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور اگر فکر اسفل کا استعمال کرتا ہے تو بھی تنقیص کا مرتکب قرار پاتا ہے اور دونوں اعتبار سے بارگاہ مصطفیٰ کا مجرم و گستاخ ٹھہرتا ہے جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اس کے اعمال تباہ ویرباد ہو جاتے ہیں۔ مگر ایک تیسری بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ لغت نگار کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہمارے نبی کی طرح کسی دوسرے نبی کو توہین بھی نہ کرے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب لغت نگار ہمارے نبی کے معجزات اور ان کے کمالات کا دیگر انبیاء کرام کے معجزات و کمالات سے موازنہ کرتا ہے تو دوسرے انبیاء کی تنقیص کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک بار ایک صاحب نے بارگاہ احمدیٰ خاں بریلوی میں حاضر ہو کر لغت نگار اشعار سننے کی تمنا ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مراد آبادی کا کلام سنتا ہوں (اس لئے کہ ان کا کلام میزان شریعت میں تلا ہوا ہوتا ہے) اگرچہ حضرت کافی کے یہاں لفظ رعنہ کا استعمال موجود ہے۔ اگر وہ اپنی اس غلطی پر آگاہ ہو جاتے تو یقیناً اس لفظ کو بدل دیتے پھر خیال خاطر احباب کے پیش نظر ان صاحب کو کلام سنانے کی اجازت مرحمت فرمادی ان کا ایک مصرعہ یہ تھا ع۔

”شان یوسف جو گھٹی ہے تو اسی در سے گھٹی“

آپ نے فوراً اشاعر موصوت کو روک دیا اور فرمایا ”حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی نبی کی شان گھٹانے کے لئے نہیں بلکہ انبیاء کرام کی عظمت و بزرگی میں چار چاند

۱۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۲۶



لگانے کے لئے تشریف لائے تھے مصر عیوں بدل دیا جائے طر

» شان یوسف جو بڑھی ہے تو اسی در سے بڑھی »

حضرت فاضل بریلوی نے کس درجہ حزم و احتیاط برتا ہے اس کی ایک جھلک ابھی گذری مگر چونکہ باحزم و احتیاط کی چل رہی اس لئے ہم خصوصیت کے ساتھ حضرت فاضل بریلوی کی حزم و احتیاط کا مناسب خیال کرتے ہیں حضرت فاضل بریلوی کے لغتیہ دیوان "حدائق بخشش" کی ترتیب و تدوین سے چند سال قبل آپ کی لغتوں کا ایک مجموعہ "گلزار لغت" مرتبہ رحمان علی طیش متوطن ڈھاکہ (مطبوعہ نظامی پریس کراچی) کے نام سے شائع ہوا تھا جو بعد میں آپ کے لغتیہ دیوان "حدائق بخشش" میں شامل اشاعت کر لیا گیا۔ گلزار لغت اور حدائق بخشش دونوں لغتیہ مجموعوں کے تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے کس قدر حزم و احتیاط کو مشعل راہ فکر بنایا تھا۔ حضرت فاضل بریلوی نے گلزار لغت کے بعض اشعار کو صرف معنوی سر بلندی عطا کرنے کے لئے ترمیم و تنسیخ کی ہے جبکہ فنی اور شری نقطہ نظر سے ان کا کلام ہر طرح کے سقم و نقالت سے پاک ہے۔ پیش ہے گلزار لغت اور حدائق بخشش کا تقابلی منظر نامہ۔ گلزار لغت کے لئے مخففاً لفظ "گ" اور حدائق بخشش کے لئے لفظ "ح" کا استعمال عمل میں لایا جا رہا ہے۔

ان کے کشتوں کا بھی حسرت سے بڑی یاد دیکھو (گ)  
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا بڑی یاد دیکھو (ح)  
اس کو دل سوختہ پر وانہ یہاں کا دیکھو (گ)  
اپنی اس شمع کو پر وانہ یہاں کا دیکھو (ح)  
شعلہ نوریہاں انجمن آرا دیکھو (گ)  
شعلہ طور یہاں انجمن آرا دیکھو (ح)  
جن پہ ماں باپ فدایاں کرم ان کا دیکھو (گ)  
" " " " " " (ح)

دھوم دیکھی ہے در کعبہ پہ بے زبانوں کی  
" " " " " "  
شعلہ پر وانہ پھرتے ہیں جس شمع کے گرد  
" " " " " "  
طور ایمین میں سٹھاواں رکن یمانی کا فروغ  
ایمن طور میں سٹھاواں رکن یمانی کا فروغ  
مہر مادر کا مزہ دیتا ہے آغوشِ حطیم  
مہر مادر کا مزہ دیتی تھی آغوشِ حطیم

جوشِ رحمت پہ یہاں نازگنہ کا دیکھو (رگ)

" " " " " " " " " " " " (ح)

ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو (رگ)

" " " " " " " " " " " " (ح)

رہ جاناں کی صفا کا بھی تماشا دیکھو (رگ)

" " " " " " " " " " " " (ح)

اسی طرح ان کا مشہور زمانہ قصیدہ "قصیدہ معراجیہ" ہے۔ اس میں بھی آپ نے مزاد

احتیاط کے پیش نظر کافی حد تک ترسیم و تزیین کی ہے ملاحظہ ہو۔

خدا نے مہانیوں کے ساماں عجیب بستر سے کئے تھے (رگ)

نئے نئے اہل عرب کے مہمان کے لئے تھے (ح)

کہ برق جلوے سے لاکھوں بکے بڑے آنکھوں گرہ تھے (رگ)

شعاعیں بکے آڑی تھیں تڑپتے آنکھوں سماعت تھے (ح)

جو پڑے گل قدم سے اٹنے کو تھے الٹ دینے تھے (رگ)

صد شفاعت نے دی مبارک گناہ ستارہ جھومتے تھے (ح)

درویدہ قدی پے جا کر سلامیوں کے لئے کھڑے تھے (رگ)

" " " " " " " " " " " " (ح)

کہ دست تھے تھے چھپے جو سلطنت آگے کر گئے تھے (رگ)

کہ دست تھیں پیچھے حاضر جو سلطنت " " " " (ح)

کہ ساتوں گردوں و نور بیت کے ابدیوں تک تھے (رگ)

فلک کو بیت سے چڑھی تھی تیکے انجم کے آبلے تھے (ح)

بے نیازی سے وہاں کا پتی ہوگی طاعت

بے نیازی سے وہاں کا پتی مائی طاعت

ملزم سے تو جھٹ خوب نکالے اراں

ملزم سے تو گلے لگ کے نکالے اراں

ماجیو کبے میں تم کو ہ صفا پر دورے

خوب مسنی میں باسید صفا دورے لئے

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

" " " " " " " " " " " " (ح)

عجب تھا رخس کا چمکنا غزال رم خوردہ سا بھر کنا

عجب تھا رخس کا چمکنا غزال رم خوردہ سا بھر کنا

ابھی نہ آئے تھے پشت زین تک کہ وہاں نسیم گرم نے پیک

کہ سر ہونے مغفرت کی شکل

تجلی حق کا ہرہ سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی کھچا اور

" " " " " " " " " " " " (ح)

نماز قہنی میں تھا یہی سر عیاں ہو سنی اول آخر!

" " " " " " " " " " " " (ح)

نقاب الٹی وہ چہرہ نور ہلال عارض وہ گرمیوں پر

نقاب الٹی وہ مہر نور جلال رخسار گرمیوں پر



# اب مہر

نعت کی ہیئت و ساخت کے بارے میں ڈاکٹر ابو محمد سر لکھتے ہیں:  
 ”نعت کی کوئی مستقل ساخت نہیں ہے بلکہ وہ اردو میں مروجہ جملہ اصنافِ سخن  
 کی ساخت میں بھی جاتی ہے۔ نعت اجتہاد میں قصیدہ کی شکل میں بھی جانی تھی وجہ یہ کہ عربی  
 کی شاعری میں جہاں نعت کی پیدائش ہوئی ہے وہاں انصاریہ کے اظہار کے لئے قصیدے کی شکل  
 مروج تھی۔“

جیسا کہ ماقبل میں اس بات کا ذکر ہوا کہ نعت ایک آفاقی صنفِ سخن ہے اور اس کی یہ  
 آفاقیت حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور رحمت و رافت  
 کے تناسب سے ہے جس طرح حضور رحمتِ عالم کے بارے میں قرآن پاک کا یہ اعلان  
 عالم ہے قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا بِالَّذِي لَهُ مُلْكُ  
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ہ بایں سب نعت کسی  
 ہیئت و ساخت کی پابند نہیں ہاں داخل پہلو اور موضوع و مواد کی پابندی ضرور لازمی ہے۔ ورنہ یہ  
 ہر صنفِ سخن میں بھی جاتی رہی ہے اور بھی جاتی رہے گی اور جس جس طرح اصنافِ سخن میں اضافہ  
 ہوتا جائے گا اس کی آفاقیت میں بھی ترقی ہوتی جائے گی۔ نعت عصری اور زمانی تقاضے کے  
 ہم مزاج صنفِ سخن ہے جس عہد اور جس زمانے میں جس صنفِ سخن کی روش و رواج عام تھی اسی

نعتِ شاعری کا ارتقار۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد نئی پوری۔ مطبوعہ الہ آباد ص۔

صنعت سخن میں یہ بھی پرورش پاتی رہی۔

چنانچہ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں: "خطابہ نعت، نثری نعت اور نثری و شعری نعت کے بعد ہم اپنے اصل موضوع یعنی شعر و شاعری (اصنافِ نظم) کے حوالے سے نعت کا جائزہ لیتے ہیں۔ نعت کا موضوع شاعری کی کسی ایک صنف سے مخصوص نہیں حضور اکرم کی توصیف اور ان کی سیرت کا تذکرہ شعر کی کہی بھی صنف اور ہیئت میں ہو سکتا ہے۔ نعت کے مضامین کو شاعروں نے کم و بیش تمام اصنافِ سخن میں قلم بند کیا ہے جو صنفِ شعر جس عہد میں زیادہ مقبول و مروج رہی ہے اس صنف کو نعت کے لئے بھی اسی اعتبار سے استعمال کیا گیا۔ غزل چونکہ ہماری شاعری کی مقبول ترین صنف ہے اور ہر دور میں اپنی داخلی خصوصیات اور ہیئت کے سبب پسندیدہ رہی ہے لہذا نعت کے مضامین کے لئے بھی سب سے زیادہ غزل کی صنف ہی مستعمل رہی۔ ساجد لکھنوی کے بقول "ابتداءً اردو شاعری سے اگر آپ بظن غائر مطالعہ کریں تو آپ کو پچانوے فیصد نعتیں غزل کے فارم میں ملیں گی" ۱۔

اور بالکل ہی حال صنفِ نظم کا بھی ہے۔ نظم کی آفاقیت اور اس کی ہمہ گیری پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سید عبداللہ رقم طراز ہیں:

"اردو میں نظم از ابتدا چلی آتی ہے مگر نظم کا جو ترکیبی تصور اس دور میں پیدا ہوا وہ پہلے موجود نہ تھا اصلاً نظم مسلسل خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ وسیع معنوں میں ہر وہ شے جو غزل نہیں وہ نظم ہے اس میں قطعہ، قصیدہ، رباعی، مثنوی، چھوٹی نظمیں اور حکایتیں وغیرہ سب آجاتی ہیں" ۲۔

چنانچہ آگے چل کر نعت کے اجزائے ترکیبی کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے احتشام حسین کا قول نقل کرتے ہیں کہ احتشام حسین نے نظم کے لئے چار چیزیں ضروری قرار دی ہیں۔

۱۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۳۹

۲۔ اردو ادب کی ایک صدی۔ ڈاکٹر سید عبداللہ رقم طراز بک ڈپو دہلی ص ۱۹

- (۱) نظم میں ایک مرکزی خیال ہوتا ہے۔  
 (۲) ارتقائے خیال کی وجہ سے تسلسل کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک خیال سے دوسرا خیال خود بخود نکلتا رہتا ہے۔  
 (۳) نظم کی کوئی ہیئت معین نہیں  
 (۴) اس کے لئے موضوع کی بھی کوئی قید نہیں۔  
 حضرت فاضل بریلوی نے بھی ہر ایک صنف میں نعت کہی ہے۔ پیش ہے ہر ایک صنف سخن سے نعتیہ نمونہ کلام۔

## صنف غزل میں نعت

پھر دکھا دے وہ رخ اے مہر فرزاں ہم کو  
 کیا ہی خود رفتہ کیا جلوہ جاناں ہم کو  
 پھر دکھا دے وہ ادائے گل خنداں ہم کو  
 جس کی سوزش نے کیا شکستہ اغاناں ہم کو  
 دو قدم چل کے دکھا سر و خرا ماں ہم کو  
 ہاں جلا دے شررا تشش بہاں ہم کو  
 یا الہی نہ پھر ابلے سر و ساماں ہم کو  
 وحشتِ دل نہ پھر ابلے سر و ساماں ہم کو  
 چین لینے دے تپ سینہ سوزاں ہم کو  
 اے جنوں اب تو طے رخصت زنداں ہم کو  
 اے طبعِ عربی کر دے نمک داں ہم کو

یاد میں جس کی نہیں ہوشِ تن و جاں ہم کو  
 دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں  
 جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی  
 کاشش آویزہ قندیلِ مدینہ ہو وہ دل  
 عرش جس خوبی رفتار کا پامال ہوا  
 شمعِ طیبہ سے میں پروانہ رہوں کتبِ دور  
 خاک ہو جا میں دریاک پہ حسرت سنا جا  
 خارِ صحرا سے مدینہ نہ نکل جائے کہیں  
 تنگ آئے ہیں دو عالم تری بے تابی سے  
 پاؤں غزال ہوئے راہِ مدینہ نہ ملی  
 میرے ہرزخمِ جگر سے یہ نکلتی ہے صدا

ملے اردو ادب کی ایک مہدی۔ فاکر سید عبدالرشید صاحب ۱۹۸۰

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار  
 گر لب پاک سے اقرار شفاعت ہو جائے  
 نیز حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے  
 رحم فرمائیے اے شاہ کہ اب تاب نہیں  
 نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو  
 یوں نہ بے چین رکھے جو شیش بھیاں ہم کو  
 تیز ہے دھوپ ملے سایہ و اماں ہم کو  
 تاب کے خون رلائے غم بحیراں ہم کو  
 اے رضا و صفِ رخ پاک سنانے کے لئے  
 نذر دیتے ہیں چین مرغِ غزل خواں ہم کو

## صنفِ قصیدہ میں نعت

صبحِ طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا  
 صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا  
 باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا  
 مست بوہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا  
 بارہویں کے چاند کا مہر ہے سجدہ نور کا  
 بارہ برجوں سے جھکاکا اک تار نور کا  
 تیرے ہی ماتھے رہا اے جان بہر نور کا  
 بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا  
 میں گدا تو بادشہ بھروے پیالہ نور کا  
 نوردن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا  
 نیل سے کس درجہ مستقر ہے یہ پتلا نور کا  
 ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

مکمل حدائقِ بخشش۔ امام احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ کراچی ۱۹۳۷ء

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا  
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

کیا بنانا خدا سرئی کا دوہا نور کا  
سر پہ سہرا نور کا بریں شہا نہ نور کا

بزم وحدت میں مزا ہوگا دو بال نور کا  
طنے شمع طور سے جاتا ہے اک نور کا

جو گدا دکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا  
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

بھیک لے سرکار سے لاجلہ کا سہ نور کا  
ماہ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا  
تو ہے عین نور تیرا سب گمراہ نور کا

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا  
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے طنے سے عیاں  
خط تو آم میں نکھلے ہے یہ دو ورق نور کا

اے رہنمایہ احمد لوری کا فیض نور ہے  
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا



## صنّفِ مثنوی میں نعت

چاک کن اگلے گریباں از اہلم  
 اے تم از فرط غم شور و کے زرد  
 طوطیا جز نالہ ترک ہر سخن  
 خوں شوائے غنچہ زان خندہ نسبت  
 داغ شوائے لالہ خونی کھن  
 اے زمیں برفرق خود خاکے بریز  
 شب ریدائے شمع روشن خوش بسوز  
 آسمانا جامہ ماتم بہ پوش  
 جوش زن اے چشمہ چشم ز کا  
 بر زمیں آعیسی گمردوں قباب  
 آہ آہ از نفس خود کام آہ آہ  
 صد ہزاراں رختہا انداختند  
 ترک دیں گفت و نمودش اقتدا

گریہ کن بلبلا از رنج و غم  
 سنبلا از سینہ برکش آہ ہمد  
 ہاں صنوبر خمیز و فریادے کن  
 چہرہ سرخ از اشک خونی ہر گیت  
 پارہ شوائے سینہ مہ ہچوں من  
 خرمن عیشت بسوزائے برق تیز  
 آفتابا آتش غم برف سردوز  
 ہچو ابرائے بحر در گریہ بجوشش  
 خشک شوائے قلم از فرط بکا  
 کن ظہور اے مہدی عالی جناب  
 آہ آہ از صنعت اسلام آہ آہ  
 مردماں شہوات را دیں ساختند  
 ہر کہ نفسش رفت از را ہے ہوا

بہر کارے ہر کہ گفتہ تعال  
 سر قدم کردہ نمودش امثال

## صنف ربا علی میں نعت

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ  
 ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ  
 قرآن تو ایمان بتا ہے انہیں  
 اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان میرا

ہے دوش نبی کان صفا صل علی  
 خاتم ہے لطافت پہ گوا صل علی  
 کھتا بار نبوت جو اٹھایا شہ نے  
 یہ نیل نزاکت سے پڑا صل علی

## صنف مسیترا د میں نعت

وہی رب ہے جس نے تجھ کو سہ تن کرم بنایا  
 ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستان بتایا  
 تجھے حمد ہے خدایا  
 تمہیں حاکم برایا تمہیں تاسم عطا یا  
 تمہیں دافع بلا یا تمہیں شافع خطایا  
 کوئی تم سا کون آیا

عہد صادق بخشش، امام احمد رضا قادری مطبوعہ کراچی ص ۲۳۳

ص ۲۳۲

وہ کنواری پاک مریم وہ فَنَنْتَ فِيْهِ كَا دَم  
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا

وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ ولے چمن جہاں کے تھالے

سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا پایا

تجھے یکے کے یکے بنا یا

کبھی خندہ زیر لب ہے کبھی گریہ ساری شب

کبھی غم کبھی طرب ہے نہ سبب سمجھ میں آیا

نہ اسی نے کچھ بتایا

کبھی خاک پر پڑا ہے سرِ چرخِ زیرِ پا ہے

کبھی پیش در کھڑا ہے سرِ بندگی جھکا یا

تو قدم میں عرشِ پایا

کبھی وہ تیک کر آتش کبھی وہ ٹیک کر بارش

کبھی وہ ہجوِ مِ نالِش کوئی جانے ابر چھایا

یڑی جو ششوں سے آیا

کبھی زندگی کے ارماں کبھی مرگِ لوف کا خواہاں

وہ جیسا کہ مرگِ قرباں وہ ہوا کہ زلیست لایا

کچھ روح ہاں عبلا یا

کبھی گم کبھی عیاں ہے کبھی سرد گہ تپاں ہے

کبھی زیر لب فناں ہے کبھی چپ کر دم نہ تھایا

رخِ کامِ جاں دکھایا

ہمیں لے، رخصت تریے دل کا پتہ چلا بمشکل  
درِ روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا

یہ نہ پوچھ کیا پایا

## صنف قطعہ میں نعت

عالم ہمہ صورت اگر جاں ہے تو تو ہے

سب ذرے ہیں گر مہرِ درخشاں ہے تو تو ہے

پیرِ روانہ کوئی شمع کا، بسیل کوئی گل کا

اللہ ہے شاہد، مرا جاناں ہے تو تو ہے

طالب میں ترا، غیر سے ہرگز نہیں کچھ کام

گردین ہے تو تو ہے ایسا ہے تو تو ہے

عبد اللہ بخش، امام احمد رضا قادری مطبوعہ کراچی ۱۸۹-۱۹۱ تا

۲۲۱

(ج)

## ضمائر کا استعمال

نعت کے فن میں ضمائر کا استعمال اور ان کے مراجع کا تعین ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ضمائر کا استعمال غایت درجہ سلیقہ اور قرینہ کا متقاضی ہے۔ اس لئے کہ ضمائر کے استعمال میں اس بات کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کون سی ضمیر کس ذات کے لئے استعمال ہوگی ہے۔ آیا اس کا تعلق عبد سے ہے یا معبود سے۔ نیز اسی کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہوتی ہے کہ کس ضمیر کا مرجع کیا ہے۔ اور ضمائر سے زیادہ توجہ اور حزم و احتیاط تو مرجع کے تعین میں دامن گسیب ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جن اشعار میں ضمائر کا استعمال ہوتا ہے ان میں مرجع کے تعین کے بعد ہی شعری معنویت کا تعین ممکن ہوتا ہے۔ اور اگر نعت کے فن میں ضمیر و مرجع کے تعین میں کسی طرح کی کوتاہ اندیشی ہوئی تو فوراً معانی و مفہم تخریب کاری کے شکار ہوں گے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عبد کا اطلاق معبود پر اور معبود کا اطلاق عبد پر ہو کر رہ جائے گا۔ جو دارن کی رو سے باہمی اور آخرت کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر دیکھئے

پاک تھی رنگ دوری سے وہ خلوت گہاں  
وہی شیشہ وہی میخوار تھا معراج کی رات

حضرت امیر مینائی کے اس شعر میں دو طرح کی خرابیاں جھلکتی ہیں اول یہ کہ ال میں شیشہ و میخوار جیسے سوقیانہ اور غیر مہذب الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے جو نعت کی نازک

طبیعت کے مناسب نہیں۔ نیز ان الفاظ کا استعمال نہ تو ذات باری تعالیٰ کے لئے رول ہے اور نہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کے لئے۔

دوسری خرابی یہ کہ لفظ "وہ" کا مرجع و مشار الیہ کون سی ذات ہے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ سرکارِ دو عالم کی ذات کئی ہے یا اللہ جل شانہ کی۔ غرض مرجع اور مشار الیہ کے مجہول ہونے کی وجہ سے شعر جیتاں ہو کر رہ گیا ہے۔

چنانچہ ضما کے استعمال پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری لکھتے ہیں،

”آدابِ نعت میں یہ بھی داخل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس صفت یا جنس ضما سے مخاطب کیا جائے وہ احترام و اکرام اور ادب کو اپنے معنی میں سموئے ہوئے ہوں عربی اور اسی طرح فارسی میں ضما کے امتیازات نہیں ہیں لیکن اردو میں کچھ ضمیریں معظّم و مکرم شخصیتوں کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جو اپنے مراجع کی علوشانی اور رفعت مکانی کو ظاہر کرتی ہیں نعت میں اکی قبیل کے ضما اور الفاظ استعمال کئے جانے چاہئیں۔“

سب سے پہلے جنگ بہادر خاں تاجش نے اپنے لفظیہ مجموعہ "کلام نسیم طیبہ" میں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ضما کا استعمال توجہ طلب ہے۔ اردو زبان میں بہت سے کلمات تعظیم کے لئے مستعمل ہیں اسی لئے ضما "تو، اور، تم" واحد حاضر کے صیغہ کے لئے لائق احترام ہیں اس لئے تاجش صاحب کا کہنا ہے کہ "تو، اور، تم" ضما کا استعمال ذوق صحیح پر جو شریعت کا بھی رہن منت ہے کسی قدر گراں گزرتا ہے اگر یہاں تو اس کی جگہ ضمیر غائب کے الفاظ یعنی "وہ، اور، ان" مستعمل ہو سکتے ہیں واحد حاضر کے لئے کم از کم "آپ" کا لفظ آ سکتا ہے۔ حضرت رضنا بریلوی نے اپنی اغتول میں کثرت کے ساتھ ضما کا استعمال کیا ہے مگر بے ہی حسن و خوبی اور سلیقہ سے کہ ہمیں بھی اس کے مرجع کے تعین میں کسی طرح کی کوئی دقت محسوس نہیں

یا لفظیہ شاعری کا ارتقا۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری ص ۷۳

ہوتی۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کے مفہوم کو اپنے پیرایہ میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدا تیرا خدا ہے تو خدا کا پاک بند ہے

خدا تو تو نہیں تو خدا ظل خدا تو ہے

تری تعریف میں جتنا بڑھیں سب تھکوتا یاں ہے

فقط اک ناروا یہ ہے کہ یوں کہیے خدا تو ہے

مذکورہ شعر کو دیکھئے کس حسن و خوبی کے ساتھ صنما کر کا استعمال کیا ہے مگر مرجع معنی

کے تعین و تقسیم میں کسی طرح کی کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔ چند اشعار اسی قبیل کے اور

ملاحظہ ہوں:

انہیں کی بومایہ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے

انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی زنگت گلاب میں ہے

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب انہیں کلب

نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمین نہیں کہ زمان نہیں

وہی لامکاں کے مکین ہوئے ہرگز نشی تحت نشی ہوئے

وہ نبی میں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جن کا مکان نہیں

زمین و زمان تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے

چنین و چنان تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

بر کلام رضا۔ اصغر حسین نظیر لدھیالوی۔ الجمع الاسلامی مبارکپور عظیم گڑھ ص ۱۲

تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک  
زمین و فلک سماک و سمک میں سکے نشاں تمہارے لئے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن  
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

تمہیں حاکم برایا تمہیں قائم عطا یا  
تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطا یا  
کوئی تم سا کون آیا

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیری خُلق کو حق نے جمیل کیا  
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن واداکِ قسم  
تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پھر سب تجھی سے دعا  
مجھے جلوہ پاکِ رسول دکھا تجھے اپنی ہی عز و علا کی قسم  
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا  
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و لہقا کی قسم  
یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما و رسول میں تیرے میں بندہ ترا  
مجھے ان کے دیار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جسکی صفائی قسم  
مرے گرچہ گناہ میں حد سے سوا مگر ان سے امید ہے تجھ سے جیسا  
تو رحیم ہے ان کا کرم ہے گواہ وہ کریم ہیں تیری عطا کی قسم  
مذکورہ اشعار میں صنائر کے استعمال کی کثرت اور گہما گہمی کو دیکھنے کے بعد ایسا محسوس



ہوتا ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے صغائر کی زبان میں لغت نگاری کی ہے۔ جو ان کی ہے  
انفرادیت کا ثبوت ہے۔

## (۱۵) خیال آوری

نعت گوئی میں خیال آوری، مضمون آفرینی، معنی آفرینی، جدت و ندرت، علو فکر اور تنوع شکوہ الفاظ، الفاظ کے در و بست، بندش و چستی، طرز ادا کی بے ساختگی و نیرنگی یہ ساری چیزیں احتیاط کی پابند ہیں اگر ایک آن کے لئے بھی حزم و احتیاط کی زمام ہاتھ سے چھوٹی تو دارین کی رو سیاری مقدر بن کر رہ گئی اس لئے کہ نعت گوئی وہ راہ ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے جس کی ناز کی اور باریکی سے متعلق مقدر نعت گوؤں کی رائے اور آہستگی گزر چکی ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں رشتا بریلوی نے اپنی نعت گوئی میں اس کا التزام قدم قدم پر فرمایا ہے کہیں بھی ان کے پائے فکر میں ارتعاش کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ وہ اس پریچ اور کھٹن راہ سے بڑے ہی حزم و احتیاط کے ساتھ تیز گامی و سبک خرامی سے گزر گئے ہیں جسے دیکھ کر ہر نقاد انگشت بندال رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے اور کس طرح صاف رخ کر نکل گئے۔ مگر یہ رب اللہ کے فضل پر مبنی ہے ذالک فضل اللہ یہ وہ فضل و کمال ہے جس نے ان کو اس پر خطر وادی میں کھٹو کر نگتے سے محفوظ و مامون رکھا چنانچہ جناب نظیر لدھیانوی حضرت رشتا بریلوی کی خیال آوری، مضمون آفرینی و ندرت بیانی کے بارے میں رقمطراز ہیں :

”غزل گو شاعر ہو یا نعت گو اس کا تخیل عموماً مضامین کے محدود دائرے میں گھومتا ہے وہ بہ تبدیلی الفاظ ایک ہی مضمون کو بار بار بیان کرتا ہے۔ نعت گو شعرا میں

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے اشعار میں ندرت ہے چونکہ انہوں نے نعت گوئی بقول خود قرآن مجید سے سیکھی ہے اس لئے انہوں نے حضور کی صفات کو قرآن کریم کی روشنی میں نئے نئے انداز سے پیش کیا ہے۔ عام طور سے مضمون آخری شعر کے شعر کو شکل بنا دیتی ہے کبھی وہ مضمون کی تلاش میں اتنا اونچا اڑتے ہیں کہ نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں یعنی کلام مہمل ہو کر رہ جاتا ہے مگر مولانا کے کلام میں یہ نقص نہیں پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے نہایت نازک مضامین عام فہم انداز میں بیان کئے ہیں۔ ۱۔

پیش نظر وہ نوبہار سجدے کو دل ہے بیقرار  
روکنے سر کو روکنے ہاں یہی امتحان ہے ۲۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں  
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں ۳۔

مذکورہ بالا اشعار کو دیکھتے حضرت رضا بریلوی کا طائرہ فکر ان کی خیال آوری، عبادت و ندرت عروج و ارتقا کی آخری منزل پر گامزن ہے مگر کس درجہ حزم و احتیاط کے ساتھ کہ شعر کو ٹرھنے کے بعد عقل حیرت کے گرداب میں چکر کاٹنے لگتی ہے کہ وہ اس مقام پر کیسے ثابت قدم رہ گئے۔ چنانچہ وہ اس مقام پر حزم و احتیاط کی زمام کو چابک دستی اور مضبوطی سے پکڑے ارشاد فرماتے ہیں۔

اے شوقِ دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں  
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو ۴۔

۱۔ کلامِ رضا۔ نظیر دھیان نوری مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۱۹ء

۲۔ حدائقِ بخشش مطبوعہ کراچی ص ۱۳۸

۳۔ " " " " ص ۸۴

۴۔ " " " " ص ۹۹

حق یہ کہ میں عمیدِ الہ اور عالمِ امکاں کے شاہ

برزخ میں وہ میرِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

چنانچہ علامہ شمس بریلوی اس پر خطر وادی کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”نعت سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں طرزِ ادا کی رنگینی کے اظہار کے لئے میدانِ بہت تنگ ہے وہاں نہ مبالغہ کی گنجائش ہے اور نہ اغراق و غلو کی۔ نہ وہاں شوخی کا گذر ہے اور نہ میاکی کا دخل، نہ معشوق کا جو رو تم ہے کہ اس کے لئے نت نئے مضامین پیدا کیجئے اور نہ بوس و کنار کا گذر ہے۔ پھر وفاق کی کیفیات ضرور ہیں لیکن پھر وفاق کی وہ واردات نہیں جو تغزل کے لئے مخصوص ہے بلکہ بہت محدود جہاں قدم قدم پر ادب کے پیریدار ہیں اور اسلامی احکام کے نقیب کھڑے ہیں۔ ذرا سی لغزش اعمالِ حسنہ کی تباہی کا نتیجہ بن جاتی ہے اور ادنیٰ سی بے راہ روی دارین کی روپیہ کا موجب اور معمولی سے معمولی بے باکی آخرت کی تباہی کا پیش خیمہ۔ پس ان حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے اگر کسی نعت نگار کا خامہ زبان کی سادگی کا لطف اور طرزِ ادا کی رنگینی کو پیش کر دے تو یہ اس کی نعت گوئی کا ایسا رخ ہے جس کو اس کا منتہائے کمال کہنا چاہیے اور یہ ہر کسی کا کام نہیں ہے۔“

حضرت رخصتا بریلوی نے صنفِ قصیدہ میں ہی نہیں بلکہ علمِ ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں اس طرح جدت و ندرت اور نازک خیالی کی بوقلمونیوں کا مظاہرہ کیا ہے جسے دیکھ کر پڑھ کر یاسن کر اہل سخن دم بخود رہ جاتے اور سر دھنتے ہیں۔

اس طرح کی شعری تخلیقات عصرِ حاضر میں تو ناپید اور عنقا ہو چکی ہیں ہاں البتہ دورِ قدیم یا دورِ متوسط کے شعرا مثلاً غالب، سودا، ذوق، مومن اور اقبال وغیرہ کے یہاں ضرور اس کے نمونے دیکھنے کو مل جاتے ہیں مگر صرف تمثیلی طور پر بحیثیت فن نہیں اور وہ بھی صنفِ نعت میں تو ناممکن ہے کہ کہیں نظر آجائیں۔ مگر حضرت رخصتا بریلوی کے یہاں بحیثیت صنفِ سخن ان اصطلاحوں کا استعمال ہوا ہے

۱۔ مدائق بخشش، مطبوعہ کراچی ۱۹۳۵ء

۲۔ عقبتی اور ادبی جائزہ، علامہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی ۱۹۳۳/۱۹۳۴ء

اور پھر اس صنفِ سخن میں جو نازک مزاجی کے اعتبار سے جملہ اصنافِ سخن میں سب سے زیادہ دقیق اور مشکل صنفِ سخن گردانی جاتی ہے یعنی صنفِ نعت اس میں وہ بہت ہی کامیابی کے ساتھ گذر گئے ہیں۔ حضرت بریلوی نے ایک قصیدہ خالص علم ہدیت و نجوم کی اصطلاح میں لکھا ہے جس کی مشکل پسندی کا اعتراف اہل سخن کو بھی ہے مگر اسی کے ساتھ اس کے مناسب لفظی سلاست و روانی اور سحر کی تزئین ریزی کا بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق اپنے تحقیقی مقالہ "اردو میں نعتیہ شاعری" میں اس کی مشکل پسندی کا اعتراف کرتے ہوئے قصیدہ "نور یہ پر تبصرہ کر کے بعد رقم طراز ہیں:

”یہ ۵۹ شعروں کا قصیدہ اسی شان کے ساتھ ہے یہ قصیدہ اگرچہ اسلانی کے ساتھ سمجھیں آجائے تو یہ دوسرا قصیدہ بغیر شرح کے یقیناً مشکل ہے“۔

ملاحظہ ہوں اس قصیدے کے چند منتخب اشعار مع شرح سے

خالقِ افلاک نے طرف کھلائے چین اک گل سوسن میں لاکھوں گل یا سمن  
**شرح** | خالقِ افلاک نے اپنی صناعتی سے نہ افلاک کے یہ حسن و نادر بارش ایسے کھلا  
 کان کا جواب نہیں اور نہ کوئی ایسا طرفہ اور حسن باغ کھلا سکتا ہے کہ ایک گل لوشن  
 یعنی نلک ٹوابت میں اس نے صناعتی سے لاکھوں ستارے پیدا کر دیئے ہیں جو اپنے حسن میں گل یا سمن  
 کی طرح دکھن اور نظر لوازہ ہیں اور صرف نظر نواز ہی نہیں بلکہ تاریکی اور اندھیرے میں تمہارے رہنما ہیں  
 وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ الَّذِي  
 اور وہی تمہارا خالق ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے جن سے تم خشکی کے اندھیرے میں  
 اور سمندر میں راستہ پالیتے ہو (اور کھٹکتے نہیں)

موتیے میلے کے پھول زیبِ گریبانِ شام جو یہ حبیبی کے گلِ زینتِ جیبِ کس نے  
**شرح** | اس شمالی کو دیکھتے موتیے اور میلے کے ہزاروں پھول دستارِ سما اس کے گریبان کی

ملا اردو میں نعتیہ شاعری - ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق مطبوعہ کراچی ص ۳۸۴

زینت بنے ہوئے ہیں اور کچھ یہی حال جیبہ چین یعنی راس جنوبی کا ہے کہ وہاں بھی جوہی جینیلی کے پھول یعنی ستارے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے ہیں اور اس کی جیب ان پھولوں سے بھری ہوئی ہے۔ راس شمالی اور جنوبی دائرہ معدل النہار کی سمتیں ہیں افلاک کی سمتوں کے لئے راس کا لفظ اصطلاحاً استعمال ہے۔ ۲۔

آئینہ سیم میں بے ترے آپٹل کی جوت ؛ لائی روپہلی نبت تیری سنہری کرنے  
**حل لغات** آئینہ سیم تن۔ قمر یا ماہ۔ آپٹل دوپٹہ کا کنارہ۔ جوت، چمک دمک۔ روپہلی نبت  
 (سفید رنگ کی نبت)، (گوٹا کنار کلا میں ایک قسم کے لچکے کو نبت کہتے ہیں۔  
 کرن ریشہ دار گوٹا۔ خواتین کرن لپٹکا وغیرہ اپنے کپڑوں خصوصاً دوپٹوں میں استعمال کرتی ہیں۔  
**شرح** چاند کی اس سفید روشنی تیرے ہی آپٹل کی جوت اور چمک دمک ہے۔ تیری  
 سنہری کر لول ہی نے چاند کی روشنی کو نبت سفید بنا دیا ہے۔ چاند کی یہ روشنی تیری  
 ہی روشنی کا صدقہ ہے۔

سردی کلیوں میں ہو کیا ہی پٹاخے کی گوٹ ؛ ابر تنک پر جو تو جھک کے ہو پر تو فگن  
**حل لغات** سب سے پہلے آپ ایک امر کو ذہن نشین کر لیجئے۔ موسم برشنگال میں دوپہر کے  
 بعد جب سورج مغرب کی طرف قدرے جھک جاتا ہے اور آسمان پر  
 ہلکے بادل سورج کے مطلع پر چھائے ہوئے ہوں تو دوسری طرف اس ہلکے ابر (ابرتنک بلکہ)  
 سے جب سورج کی کرنیں چھینتی ہیں تو سطح فلک پر دوسری سمت ہم کو قوس و قزح (دھنک)  
 نظر آتی ہے۔ سائنس کے طلبہ کو مہمل خانہ (لیبارٹری) میں اس کا تجربہ کرایا جاتا ہے اسکو طیف  
 کہتے ہیں۔ یہ مسلمہ ہے کہ روشنی سات رنگوں کا مجموعہ ہے اسے جب طیف سے گزارتے ہیں  
 تو اس کے تمام رنگ نمایاں ہو جاتے ہیں اس طرح سورج کی روشنی جب ہلکے اور غیر دبیز

مذہب تفصیل کے لئے دیکھئے معارفِ رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی شمارہ ۱۹۸۲ء

۲۔ معارفِ رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی شمارہ ۱۹۸۲ء ص ۱۵۹/۱۵۸

بادل سے گذرتی ہے تو سطح افلاک پر دوسری سمت قوس قزح (دھنک) کمان کی شکل میں نظر آتی ہے۔ ابر تنک پر جو تو جھک کے ہو رہے تو فگن، کا یہی مفہیم ہے۔  
خواتین عموماً اپنے غراوں میں پٹاخے کی گوٹ لگاتی ہیں۔ پٹاخے کی گوٹ چند رنگین چمکیلے کپڑے کے ٹکڑوں کو ترچھا کاٹ کر بنائی جاتی ہے۔

## پٹاخے کی گوٹ

سرخ/نیلا	ہرا	اودا/پلیا	سرخ/نیلا	ہرا	پلیا	اودا/سرخ	اودا/نیلا	ہرا	پلیا
----------	-----	-----------	----------	-----	------	----------	-----------	-----	------

سرودی کلیاں۔ سروے کی تاشیں مراد ہیں۔ بروج فلک۔ ابر تنک۔ ہلکا بادل پر تو فگن، سیاہ فگن، تجلی فگن، نور افشاں۔

**شرح** اگر ابر تنک مایہ پر قد بے جھک کر اپنا سایہ ڈالے تو عجب بہار آجائے یعنی قوس و قزح نظر آنے لگے۔ اور ایسا محسوس ہو کہ سرودی کلیوں (غراؤں) میں کلیاں جوتی ہیں پر کسی نے پٹاخے کی گوٹ لگائی ہے۔

مدحت غائب ہوئی شوق کی آتش فرور ہو گئی کی حضوری میں ہو بلبل جاں نغمہ زن  
**شرح** اب تک میں صیغہ غائب میں سرور کو میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت کر رہا تھا۔ اس مدحت طرازی نے جو مدحت غائبانہ تھی میرے شوق کو اور بھڑکا دیا پس اب اے بلبل جاں اس مدحت غائب کو ترک کر کے مدحت حاضر میں مصروف ہو (قصیدہ نگاری کا یہ اسلوب خاص ہے کہ پہلے مدحت غائب کرتے ہیں پھر گریز کا شعر پیش کر کے مدحت حاضر یعنی صیغہ حاضر میں مدحت طرازی کی جاتی ہے جس قدر قصائد مدحیہ تمہیدیہ و خطابیہ عربی، فارسی اور اردو زبان میں کہے گئے ہیں ان کا اسلوب یہی ہے۔ حضرت برقنا بریلوی نے بھی قصیدہ نگاری کے اس اسلوب کو ترک نہیں فرمایا ہے چنانچہ یہ شعر اور اس کے بعد شعر نمبر ۵۹

تک جتنے اشعار میں بطور گریز قصیدہ ہیں)

جان دو عالم نثار وہ ہے مرا تاجدار ؛ جس کو کہیں جانِ دیں جانِ من ایمانِ من  
**شرح** فرماتے ہیں میرا تاجدار سرور کونین شہنشاہِ دوسرا ایسا تاجدار ہے جس پر دونوں  
 عالم اپنی جانیں نثار کرنے کے تیار اور آمادہ ہیں یا اس پر نثار ہیں۔ وہ گرامی ذات  
 جس کو جان و دین کہتے ہیں وہ میری جان اور میرا ایمان ہے کہ یہ دونوں ان کا ہی صدقہ و طفیل ہیں  
 مدحِ حسیناں نہ کہہ وصفِ امیراں نہ کر ؛ خلق انہیں کی حسین خلق انہیں کا حسن

**شرح** آپ کے حسن کے سامنے حسینانِ جہاں کی مدح بیکار و عبث ہے اور آپ  
 جیسے سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے مقابل امرائے جہاں  
 کا وصف اس قابل نہیں کہ بیان کیا جائے کہ آپ کی تخلیق آپ کی خلقت تمام جہاں کی خلقت  
 سے زیادہ حسین ہے آپ جیسا حسین کوئی دوسرا خلق ہی نہیں ہوا اور نہ آپ کے خلق کے  
 سامنے کسی کا خلق قابل ذکر ہے کہ آپ کا خلق کائنات میں ہر فرد سے بڑھ کر اعلیٰ و افضل  
 ہے۔ آپ کی ذات گرامی تمام اخلاقِ فاضلہ کی متمم ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود  
 ارشاد فرمایا اِنِّیْ بُعِثْتُ لِاتِّمَمِ الْمَکَارِمِ الْاِخْلَاقِ (میری بعثت مکارمِ اخلاق کی تکمیل اور تمام  
 کے لئے ہوئی ہے) اور ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلِقْتَ عَظِیْمًا (بیشک آپ کا اخلاق  
 بہت عظیم ہے)

بر در خاقانِ مناز در بر قآآنِ مناز ؛ یک در او گیر دبا ز جلد بہ دیوار زن  
**شرح** آپ کے دربارِ دربار کے ہوتے ہوئے کسی خاقان کے دروازے کی طرف دوڑنے  
 کی کیا حاجت، آپ کی ذات گرامی کی موجودگی میں کسی قآآن (بادشاہ منگول) تک  
 اپنی رسائی پر ناز نہ کر کہ اصل رسائی جو سرمایہ افتخار ہو سکتی ہے وہ آپ کی ذات گرامی ہے۔ بس آپ  
 کا ایک در پچھلے کہ سرمایہ سعادت دارین ہے اور خاقان (شاہ چین) قآآن (شاہ منگول) تک رسائی  
 کا خیال دل سے نکال دے جلد بہ دیوار زن "سب کو ترک کر دے ان کا خیال چھوڑ دے۔"



نعل شرف تاج سر تاج شہاں خاک نعل ۽ یہ تن الطفت ہے جاں جان جہاں ظل تن  
**حل لغات** نعل شرف - بزرگی کی حامل کفش۔ الطفت لطیف سے اکم مبالغہ۔ آپ کی  
 نعلین مبارک کی بزرگی کا کیا بیان کر دوں کہ وہ سروں کا تاج ہے۔ بلکہ نعلین کی  
 خاک بادشاہوں کے سر کا تاج ہے۔ آپ کا یہ بہت ہی لطیف جسم عاشقوں اور آپ کے نام ایوا  
 غلاموں کی جان ہے اور آپ کا سراپا اپنی تقدیس و رفعت کے اعتبار سے تمام جہان کی جان  
 ہے۔ آپ کے جسم مبارک کا سایہ چونکہ جان جہاں ہے اسی لئے کسی کو نظر نہیں آتا کہ جان مرنی  
 شے نہیں ہے جیسا کہ اس ناچیز نے عرض کیا ہے۔

تلوے ترے سیپ کو دیں اگر اک بوند سیت ۽ بڑھ کے لالی کی آب خلد کا سینچے چمن  
**شرح** حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کف پاکی تابانی کا یہ عالم ہے کہ کف پا دھونے  
 کے بعد اس سے جو نورانی بوندیں ٹپک رہی ہیں اگر صدف میں اس کی ایک بوند چسپاں  
 تو موتیوں کی آب کی فراوانی کا یہ عالم ہو کہ ان موتیوں کی آب خلد کا سارا چمن سینچ ڈالے اور پھر بھی وہ  
 آب ختم نہ ہو یہ امر ذہن نشین رہے کہ عدن جو ملک یمن کا ساحلی علاقہ ہے اس کے تمام بحیرہ میں ایسی  
 صدف کثرت سے پائی جاتی ہے جس کے بطن میں موتی ہوتا ہے۔

پانی ہو سارا گلاب بلبے بلبیل بنیں ۽ گامیں ملاروں میں نعت نور کی برسے بھرن  
**شرح** عسارہ کف پاکی ایک بوند کی عطر بنی سے عدن کا سارا پانی گلاب بن جائے  
 اور اس کے تمام بلبے یعنی حباب بلبوں کی طرح نغمہ سرائی کرنے لگیں اور ملار کے سروں  
 میں یہ بلبیں نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم گانے لگیں اور نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض سے نور کی  
 پھوار گرنے لگے۔

چرخ پہ جائے اگر ذکر سگ کوئے یار ۽ پہلے چرن لینے آئے جبہ کا پہلا چرن

را معارفِ رضا شمارہ ۶۱۹۸ء ص ۹۹/۹۸ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

**حل لغات** | چرن لینا۔ قدم چومنا۔ قدم لینا (ازراہ تعظیم و تکریم) جبہ بالفتح۔ پیشانی اور برج اسد کی پیشانی (قریب اوپر کی جانب) چارستارے میں اور یہ منازل قمر

سے منزل دہم سے پہلا چرن۔ پہلا قدم۔

**شرح** | اس محبوب (سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مگلی کے کتے میں ہے کہ اگر اس

کا ذکر چھیڑ دیا جائے تو قمر کی منزل دہم کے چارستارے جو برج اسد کی پیشانی پر

واقع ہیں اس جبہ کا پہلا قدم یہ ہو کہ وہ سب کو نئے یار کے قدم لینے کو آگے بڑھے اور قدم چھو کر

شرف و بزرگی حاصل کرے۔ منزل قمر ہونے میں یہ شرف نہیں جتنا شرف سب کو نئے

دوست کے قدم چھونے میں ہے۔ ۱۔

یہ شب و شبنم نجوم ڈالے ہیں سستی کی دھوم اے مدنی آفتاب پردہ زرخ بر فگن

ہستی کی دھوم۔ اپنی ہستی کا دعویٰ زور و شور سے کر رہے ہیں۔ آفتاب کے

سامنے شب کا نجوم اور شبنم کا دعویٰ وجود میں جس طرح باطل ہو جاتا ہے کہ

نور شید کے طلوع ہوتے ہی نہ شب باقی رہتی ہے نہ نجوم کا وجود باقی رہتا ہے اور نہ شبنم

کہ سورج کی کرنوں کی تمازت سے شبنم بھاپ بن کر اڑ جاتی ہے۔

**شرح** | یہ شب، نجوم اور شبنم بڑے زور و شور سے اپنے وجود کا دعویٰ کر رہے ہیں اے

مدینے کے آفتاب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ذرا اپنے رخ سے دم بھر کے لئے

پردہ اٹھا دیجئے تاکہ ان کے دعوے کا بھرم کھل جائے۔ کہنا یہ ہے کہ آپ کے روئے انور کی

نخلی کے سامنے نہ شب کی سیاہی باقی رہتی ہے نہ نجوم کی تابانی اور نہ شبنم کی درخشانی۔ ان سب کا

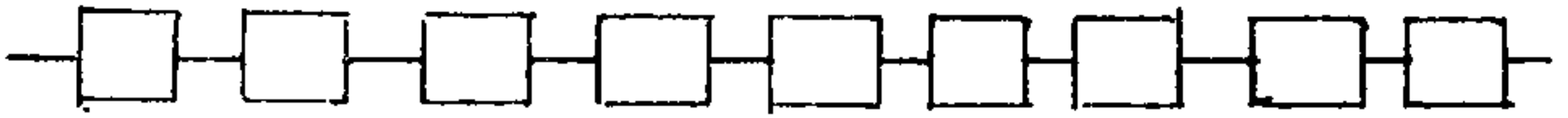
وجود آپ کے پر تو جمال کے سامنے آن کی آن میں فنا ہو جائے اگر آپ رخ اور سے پردہ اٹھائیں

۱۰۲/۱۰۱ مطبوعہ کراچی

۱۰۵/۱۰۴

رنگ نے مینا کی تاروں نے ہیرے جڑے بازوئے در کو فلک ہونہ سکے لوزن  
**حل لغات** مینا کا کام۔ سونے چاندی کے زیور میں اس کی سطح میں خلا پیدا کر کے مختلف رنگ بھرتے ہیں۔ اور پھر رنگ کے انبار کو چھیل کر باقی سطح کے برابر کر دیتے ہیں اس طرح سونے چاندی کے زیوروں پر خوبصورت نقش و نگار بن جاتے ہیں جو اتین میں مینا کے کام کا زیور بہت پسند کیا جاتا ہے۔ لوزن بازو پر پہننے کا ایک زیور ہے۔ دست بند کڑے، پنچی ہاتھ میں پہننے کے زیور میں اور لوزن یا لوزنگے بازو بند اور جوشن وغیرہ بازو پر پہننے کے زیور میں اس کی شکل اس طرح ہوتی ہے۔

بازو بند \_\_\_\_\_ یا \_\_\_\_\_ لوزن



اس لوزن یا بازو بند کے ہر خانے میں از قسم جواہر ایک ایک قسم کا جوہر پیوست کیا جاتا ہے اس اعتبار سے یہ نہایت قیمتی زیور ہے اور امرار و سلاطین کی خواتین ہی استعمال کرتی ہیں لوزن یا لوز جواہر یہ ہیں ① لعل ② الماس ③ زرد ④ یاقوت ⑤ فیروزہ ⑥ مرجان ⑦ نیلم ⑧ عقیق ⑨ عین الہر۔ اس کے علاوہ حجر الیہود اور مردارید وغیرہ بھی جواہر میں شمار ہوتے ہیں اس شعر میں لوزن بازو بند کی رعایت سے زیور ہے اور لوزن سے مراد جواہر ہیں جن کے اسماء اور پیش کر دیئے گئے ہیں۔

**شرح** فلک نیلگوں نے تیرے شبتاں میں اپنے رنگ سے مینا کار کی ہے اور تاروں نے اس میں الماس یا ہیرے جڑے ہیں لیکن بایں ہمہ تابانی و رنگینی تیرے شبتاں کے در کے بازو کے لئے یہ لوز فلک لوزن کا زیور نہ بن سکے۔

جتنے دو عالم کے کام ان سے فزول تیرا جود جتنے مرادوں کے نام ان سے زیادہ منن  
**حل لغات** فزول زیادہ۔ جود۔ کرم۔ احسان۔

اے شہنشاہِ دین میں آپ کے جو دو بخشش کی کیا کیفیت بیان کروں۔ دونوں عالم میں جس قدر بھی کام ممکن ہیں تیری سخاوت تیرا وجود ان سے بڑھ کر ہے یعنی دو عالم کے کاموں کو تیرا جو پورا کرتا ہے جس قدر بھی مرادوں کے نام لئے جاسکتے ہیں یعنی بھی مرادیں ہیں، ان سے کہیں زیادہ تیرا کرم اور احسان ہے۔ مدعا یہ ہے کہ ہر ایک کی جائز مرادیں تیرے کرم سے پوری ہوتی ہے اور ہر ایک مراد تیرے اسطفت و احسان سے برآئی ہے۔ حضرت رخصتا بیلوی نے مذکورہ قصیدہ میں خیال آفرینی، حدت و ندرت، رفعت و تخیل، تشبیہات و استعارات، صنعتوں کا استعمال، شکوہ الفاظ، بندش و چستی، الفاظ کا در و بست، محاوروں اور علاقائی بولیوں کی گھما گھمی سے ایسی ایسی گل کاریاں کی ہیں اور وہ بھی صنعتِ نعت میں کہ جس کو پڑھنے کے بعد ایک طرف تعجب ہوتا ہے تو دوسری طرف روح گوش برآوار ہو جاتی ہے۔

علمِ ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں نعتِ انگاری کوئی آسان بات نہیں بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اکثر نعت نگار حضرات عام بول چال کی زبان میں نعت کہنے سے عاجز و قاصر رہے ہیں۔ علمِ ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں تو نعت کہنا بہت دور کی بات ہے اور اگر ہمت کر کے پیش رفت بھی کی تو ان کے پاسے فکر کو بھٹو کر لگی اور دارین کی رو سیانی ان کا مقدر بن کر رہ گئی۔

مگر حضرت رخصتا بیلوی نعت کے پلصراط سے نغمہ سنجی کرتے کر بولنے چشمِ زدن میں اس طرح ثابت قدمی کے ساتھ گذر گئے ہیں کہ عقل و رطہ حیرت میں بچکولے کھلانے لگتی ہے اور دل کو کسی طرح یقین ہی نہیں آتا کہ ابھی ابھی کوئی اس پر خطر وادی سے نعت رسول گنگنا تا ہو گذرا ہے اور اگر یقین آتا بھی ہے تو بے ساختہ زبان سے نکل پڑتا ہے "اللہ اگر تو نیک نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں" مقالہ نگار کے نزدیک حضرت رخصتا بیلوی کا مذکورہ قصیدہ اولیاتِ رخصتا سے تو ہے ہی مگر شعری اصنافِ ادب بالخصوص نعتیہ ادب میں بھی اس کو اولیت کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔

مدعا رت رشا، شمارہ ۶، ادارہ تحقیقات، ۱۸۱ احمد رضا کراچی ملتان

تیسرا باب

(الف)

فن لغت گوئی

فاضل بریلوی کے خصوصی حوالے سے

مولانا احمد رضا بریلوی کے عہد تک پہنچتے پہنچتے لغت گوئی کا فن ترقی کر کے کمال بلوغ کو پہنچ گیا تھا۔ زبان بھی عروج و ارتقار کی سرحدوں کو عبور کر گئی تھی۔ صفائی، سحرانی، متانت، سنجیدگی لطافت اور شستگی زبان کا مقدر بن چکی تھی۔ مگر ان سب کے باوجود لغت کے فن یا لغتِ شاعری میں عشق رسول کی جو سچی تڑپ اور کسک ہونا چاہیے اس سے ہنوز یہ فن محروم تھا۔ حضرت رضنا بریلوی نے لغت کے فن میں عشق رسول کی سچی تڑپ اور کسک پیدا کر کے اس فن کو سرحدِ کمال سے آگے کا سفر کرا دیا۔

حضرت رضنا بریلوی فن لغت کے اسرا اور موزر سے پوری طرح واقف تھے اور صرف واقف ہی نہ تھے بلکہ وہ اس فن کے شناور، عوام اور ایک ماہر فن استاد تھے۔ چنانچہ ایک بار ۸ مئی ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء میں ایک صاحب محمد آصف نے مولانا بریلوی کو خط لکھا کہ وہ دیوان (حدائق بخشش) کے ایک مصرعہ

”حاجیو آؤ شہنشاہ کاروضہ دیکھو“

میں لفظ ”شہنشاہ“ کو حذف کر کے یوں بنا دیں

”حاجیو آؤ مرے شاہ کاروضہ دیکھو“

محمد آصف صاحب کو لفظ شہنشاہ پر اعتراض تھا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے استعمال کرنا مناسب نہیں۔ مولانا بریلوی کا موقف یہ تھا کہ یہ لفظ مناسب ہے چنانچہ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں مندرجہ ذیل حضرات علماء و صوفیاء کی نگارشات سے ۳۳ - حوالے پیش کئے اور یہ ثابت کیا کہ ان حضرات نے شہنشاہ، ملک الملوک، سلطان السلاطین وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں:

(۱) امام رکن الدین ابوبکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید کرمانی (جو اہر الفتاویٰ)

(۲) علامہ خیر الدین زرکلی (فتاویٰ خیریہ)

(۳) مولانا جلال الدرومی (مشنوی شریف)

(۴) شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی

(۵) حضرت امیر خسرو (قران السعدین)

(۶) مولانا نور الدین جامی (تحفة الاحرار)

(۷) شمس الدین شیرازی

(۸) مولانا نقی گنجوی

(۹) شیخ شہاب الدین (بجرتواج) ۷

یوں ہی ایک دفعہ مولانا احمد بخش تونسوی علیہ الرحمہ نے ۱۱۴۲ھ - اشعار کا ایک مدحیہ قصیدہ برائے اصلاح حاضر کیا تو بیماری کے باوجود اور کتب حوالہ کی عدم دستیابی کے باوصف ۱۰۱ شعروں میں ترمیم و اصلاح فرمائی ۱۰۲ اشعار بدل دیئے اور اپنی جانب سے اضافہ کر دیا۔ اصلاح کا ایک ایک لفظ شہادت دے رہا ہے کہ لغوی، مہرئی، نحوی اور عرضی کوئی بھی پہلو نظر انداز نہیں ہوا اور سب سے بڑھ کر قیام کی عظمت کے خیال سے مجموعی تاثر کی بھی اصلاح فرمائی۔ مولانا عقائد اور نظریات میں رعایت کے قائل نہ تھے اسلئے جہاں ایسا محسوس ہوا فوراً ترمیم کی مثلاً ایک شعر تھا

ان كنت عوناً ایامالکی

من قدرک الی فلا یقلل

اس میں اولاً "عوناً" کو "عون العبد" بنایا کہ معاونت سرکارِ مجددیت کا شکار نہ ہو پھر "ایامالکی" کو "ایامالکی" کیا اور آخر میں "من قدرک الی فلا یقلل" کر دیا۔ حاشیہ پر ترمیم کی وجہ لکھی آیا وھنیا وھمزہ کے ساتھ اللہ ورسول کو ندامت مند نہیں۔ یونہی اردو میں "او" کے ساتھ گراں گذرتی ہے اور معمولات جزا کی ت پر تقدیم نہیں ہوتی۔

محبوب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ کو ہر لمحہ قریب تر جاننے والے پر بید کی ندا گراں گذرتی

۷ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد بی بی صلا

ہے ایک شعر ہے

لکننی ابنی شغفتہ بہ

حبا و لکن قد یلتاھل

اس شعر کو مکمل طور پر بدل دیا اور لکھا ہے

مولائی بنی ابن قد شغفتہ

حبا و لکن ار بنی یجھل

وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ ابنی میں ہمزہ وصل ہے اور یہاں فاعلن نامطبوع اور تساھل

غالباً سعدی بنفسہ نہیں اور تالیس تھی اور پہلا لکن بے محل تھا ۱۔

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں اس بات کا حکم قطعی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نعت

گوئی کے فن پر ماہرانہ قدرت رکھتے تھے اور جس کی وجہ سے اپنے ہم عصر نعت گو شعرا کے مرتابھی

سے چنانچہ مشہور شاعر جناب اہلہر پوڑی مرحوم نے حضرت رحنابریلوی کی خدمت میں ایک نعت

ارسال کی جس کا مطلع تھا

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے

مجنوں کھڑے ہیں خیمہ سیلی کے سامنے

حضرت فاعلن بریلوی نے برہم ہو کر فرمایا، مصرعہ ثانی منصب رسالت سے فروتر ہے

جیب کبریٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سیلے سے، گنبد خضریٰ کو خیمہ سیلی سے تشبیہ دینا سخت

بے ادبی ہے اور یوں قلم برداشتہ اصلاح فرمائی ہے

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے

قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے ۲۔

۱۔ معارف رضا شمارہ ۱۹۹ء مطبوعہ کراچی منشا ۱۰/۱

۲۔ . . . ۱۹۸۶ء . . . ۱۶۵



ایک مرتبہ ایک سائل نے مندرجہ ذیل اشعار کے بارے میں آپ سے سوال کیا کہ فنی و شرعی نقطہ نظر سے ایسے اشعار کا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

مسئلہ: عبد الرحمن طالب علم مدرسہ تحصیل احمد آباد گجرات۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع تین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک مرید نے اپنے پیر کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا اور پیر نے اس قصیدے کو سن کر پڑھنے والے سے کہا کہ تو میرا حبیب ہے اور اس کے بعد یہ قصیدہ وہ مرید منبر پر پڑھنے لگا اور یہ کہا کہ اس قصیدے کا جواز میرے پیر کے پاس ہے اس کے چند اشعار اس طرح ہیں ۵

مرحبا یا مرحبا شاہ لواری مرحبا	لوزا الہدیٰ خیر الوری یا شاہ لواری مرحبا
یا امام العالمین و انتحاب اولین	ختم ولایت مقتدا یا شاہ لواری مرحبا
پیشوائے اولیاء تو برگزیدہ ذوالجلال	شافع ہر دوسرا یا شاہ لواری مرحبا
کن عطا فضل و کرم امروز فروائے کریم	صانع بجز تو نیست کس یا شاہ لواری مرحبا
یا بشیر و نذیر والے شہ اولوالعزم	بجائے والا صفت یا شاہ لواری مرحبا
منعم و مسجود قیوم ہر سال ہر کرم	طالب و مطلوب و مقدر یا شاہ لواری مرحبا
ذات لواحد و بے سیم موجودات او	مخلوق عالم را سبب یا شاہ لواری مرحبا
قیام تو بین لوتی گفت ما زاغ البصر	جانے تو اشک مدینہ یا شاہ لواری مرحبا
سید کونین سالار سل گنج نہاں	یا نحمدن الزماں یا شاہ لواری مرحبا
ہست مدعا منظر ذات تو مسند نشین	لا یموت و لم یزل یا شاہ لواری مرحبا
مشکل کشا احمد زماں الصاہ اللہ بہر ما	آوارہ پرور حافظ یا شاہ لواری مرحبا

الجواب:- یہ خالص کفر ہے اور اس کا قائل اس کا اجازت دہندہ اس کا پستد کنندہ سب مرتد ہیں۔ کسی امسی کو آل سرور عالم کہنا، علیہ الصلوٰۃ کہنا، مسجود و مخلوق کہنا، خیر الوری کہنا، انتخاب اولین کہنا، شافع ہر دوسرا کہنا، سید کونین کہنا حرام و جزاوت تھا یوں ہی خلق

عالم را سبب اور قاب تو سین، مازاغ البصر اور جائے تو رشک مدینہ کہنا ان میں بہت کلمات موہم کفر یا منجر کفر ہیں، مگر ذات تو احد اور سالار رسل اور سند نشین لم یزل کہنا قطعاً یقیناً کفر ہے یوں ہی فقہائے کرام نے قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی ہے۔ مجمع الانہر اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء الملتصقہ بالخالق حبل وعلا لحو القلوس والقیوم والرحمن وغیرہا یکفر والله اعلم، ع

حضرت فاضل بریلوی نے مقتدر سخن ور اور شعرا کے کلام کی شرح بھی تلمبند کی ہے اور سماعی و مفاہیم کے ایسے ایسے زاویے متعین کئے ہیں کہ جس کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر فن شاعری پر ملکہ رکھتے تھے۔

حضرت فاضل بریلوی کی شعر گوئی بالنت کے فن پر قدرت و مہارت کو سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل شعر کافی ہے جس کو انہوں نے تحدیث نعمت کے طور پر ایک نعت کے مقطع میں قلم بند کیا ہے فرماتے ہیں سے

طلب سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم  
جس سمت آگئے ہو سکے بھا دیئے ہیں  
چنانچہ سید شاہ نور عالم نے مارہرہ سے مرزا محمد رفیع سودا کے قصیدے کا شعر

لکھا ہے

ہو جب کفر ثابت ہے یہ تمناے مسلمانی  
نہ لٹنی شیخ سے زنا رتبیج سلیمانی

اور ساتھ ہی یہ لکھا کہ اجاب میں یہ مصرعہ زیر بحث ہے بہت عنور و فکر کیا کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ مولانا امجد علی نے یہ خط پڑھ کر سنایا اور عرض کیا کہ اس شعر کا مفہوم کیا ہے۔؟

علا قتلوی رضویہ جلد ۶ امام احمد رضا بریلوی قادری۔ مطبوعہ اعظم کڈھ ۱۹۶/۱۹۵

مولانا بریلوی نے سید شاہ نور عالم کو مندرجہ ذیل خط املا کرایا۔

بشرف ملاحظہ حضرت والادامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ظاہر مطلب شعر جہاں تک شاعر نے مراد لیا ہوگا صرف اتنی مناسبت دیکھ لینا ہے کہ دائرہ سلیمانی میں جس کی تسبیح عباد و زہاد رکھتے ہیں شکل زنا موجود ہے شاعر کہ مذہب سنی نہ تھا اور بدگمانی تغائے شرار ہے۔ غالباً اس سے زائد کچھ نہ سمجھا ہوگا اور یہ ایک بیہودہ معنی تھے مگر اتفاقاً اس کے قلم سے ایک ایسا لفظ نکل گیا جس نے اس شعر کو با معنی اور پر مغز کر دیا۔ وہ کیا؟ یعنی لفظ ثابت۔ زنا کہ کفار باندھتے ہیں۔ زنا زائل ہے کہ ایک جھٹکے میں ٹوٹ سکتا ہے اور دائرہ سلیمانی میں اس کی تصویر ثابت ہے کہ جب تک دائرہ قائم رہے گا قائم رہے گی۔ یوں ہی کفر کی دو قسم ہے ایک کفر کفار ہے اور جس کی سزا خلود فی النار ہے ہر کافر موت کے بعد اس سے باز آتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ والتخذوا من دون اللہ الہة لیکونوا الہم عزاکلہ سیکفرون بعد اتہم و یكونون علیہم حنڈاً

دوسرا کفر ثابت جو ابداً آباد تک قائم رہے گا جسے علماء دین نے جزو ایمان فرمایا ہے جیسے قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے۔ فمن یکفرباطاعوت ولیؤمن باللہ فقد استمسک بالعروة الوثقی لا انفصام لہا واللہ سميع علیم ہ

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ انا براء وامنکم ومما بعد من دون اللہ کفرونا یکم ہم بیزار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے ہم تم سے کفر و انکار رکھتے ہیں۔

صحیح حدیث میں ہے جب میز پرستا ہے اور مسلمان کہتا ہے ہمیں اللہ کے فضل و کرم سے مینہ ملا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ہو من بی وکافربا لکواکب مجھ پر ایمان رکھتا

ہے اور پختہ سے کفر و انکار۔

الحمد للہ طاعت و شیطان و بت جملہ معبودان باطل کے ساتھ مسلمانوں کا یہ کفر و انکار ابد الابد تک قائم رہے گا۔ بخلاف کفر کفار کے کہ اللہ و رسول سے ان کا کفر قیامت بلکہ برزخ بلکہ سینے پر دم آتے ہی جس وقت ملائکہ عذاب کو دیکھیں گے زائل ہو جائے گا مگر کیا فائدہ السن وقد عصیت قبل اب معنی واضح ہو گئے کہ جو کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمان بلکہ جزو ایمان ہے۔ بخلاف کفر زائل کے والیہا ذی اللہ تعالیٰ ہے۔

---

برایات مولانا احمد رضا خاں بریلوی - ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ عیسوی ۱۹۳/۱۹۴

(۱۱)

حضرت مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ

کے عہد میں

نعت گوئی کا معیار اور عام آروش۔

مولانا احمد رضا بریلوی قدس سرہ الغزیز کے عہد میں نعتیہ شاعری کا معیار کم و بیش وہی تھا جو انیسویں صدی کے نصف آخر میں نظر آتا تھا جس کا ذکر دور ثالث کے تحت آچکا ہے مولانا احمد رضا بریلوی کا تعلق بھی اسی عہد انتشار و افتراق امت مسلمہ ہند سے تھا۔ اس لئے ان کی شاعری میں بھی وہی تمام عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔

مولانا احمد رضا کے عہد میں نعت گوئی کا جو معیار قائم ہو چکا تھا اسے آسانی سے نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ فاضل بریلوی نے بیسویں صدی کی ابتدائی دو دہائیاں بھی دیکھی تھیں وہ معیار جو محسن، حالی، شبلی اور نظم طباطبائی نے قائم کیا تھا اس میں کچھ مزید رنگوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

ہم اس حقیقت سے واقف ہیں کہ تمام اصناف سخن بلکہ تمام اصناف ادب اپنے جزوی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اثر پذیر بھی ہوتے ہیں۔

اس دور میں نعتیہ شاعری واضح طور پر دو خیموں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ نعت گو شعرا کا ایک حلقہ حالی، شبلی، محسن، نظم طباطبائی کے زیر اثر تھا تو دوسرا طبقہ شعرا نعت گو امیر مینائی اور داغ دہلوی کے زیر اثر تھا اول الذکر کے یہاں مسائل حاضرہ بھی نعت کے دامن میں جکڑ پاتے تھے جبکہ آخر الذکر شعرا کے یہاں نعت میں تغزل کا فن اور لسانی درو بست نظر آتا ہے اور آخر الذکر شعرا کے یہاں نعت کا روایتی اسلوب بھی خاصہ نمایاں ہے گویا گردش ایام چھے کی طرف لوٹ رہی تھی اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شعرا کے زخم اب اتنے تازہ نہیں رہے تھے۔ لیکن اول الذکر شعرا نے اس کک کو اپنے نعت گوئی میں قائم رکھا جو زوال امت مسلمہ سے دلوں میں پیدا ہوئی تھی۔

ایک گروہ کی زمام میلاوا کبروالے اکبر میرٹھی کے ہاتھ میں تھی تو اول الذکر کی تیادت مولانا ظفر علی خاں اور اقبال وغیرہ کے ہاتھوں میں تھی۔ اس منظر نامے میں فاضل بریلوی کی آواز ایک تیسری آواز کے طور پر شامل تھی اس آواز میں عشق رسول کی کچھ ایسی سمتیں شامل ہو گئی تھیں جو اس سے پہلے لغتہ شائری کا مقدر نہ بن سکی تھیں۔

دنیا کی تمام زبانوں میں نعت پاک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذخیرے موجود ہیں اور ساری دنیا میں مسلمان اور مجمع رسالت کے پرانے موجود ہیں۔ نعت مسلمانوں کیلئے سرمایہ آخرت ہے اور غیر مسلم اس محفل میں شرکت کو اپنے لئے اپنے طور پر باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ کرہ ارض پر جہاں بھی ذی روح موجود ہے وہاں ذکر پاک رسول بھی موجود ہے ہندوستانی یا ہندوی زبانوں کی تو بات ہی دیگر ہے دنیا کی ساری زبانیں اور بولیاں بھی حب نبی کی گواہ ہیں۔ فاضل بریلوی کے علم و فضل و کمال سے تو سب واقف ہیں حالانکہ واقف ہونے کی حد تک واقفیت کا ادعا نہیں کیا جاسکتا۔ بہر کیف یہ سب جانتے ہیں کہ ان سے بڑا مستشرق اس عہد میں کوئی دوسرا نہ تھا عربی، فارسی، اردو، ہندی، ترکی تو خیر وہ جانتے ہی تھے اور دسترس کی سی حد تک نہیں بلکہ وہ ان زبانوں کے عواص کی حدیث رکھتے تھے لیکن ان سب پر مستزاد یہ کہ وہ شمالی ہندوستان کی مختلف بولیوں اور لہجوں پر ماہرانہ قدرت رکھتے تھے اودھی اور برج سے بھی ان کی واقفیت محض رسمی نہ تھی انہوں نے اپنے ماہر لسانیات ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ان سے ایک ماہر لسانیات کی طرح واقف تھے۔ ہر بولی جسے ہم کھڑی بولی کہتے ہیں اس پر بھی وہ دستگاہ رکھتے تھے تمام مقامی بولیاں ان کے لئے گھر کی چیز تھیں ان زبانوں کا برملا اردو کے ساتھ رشتہ و پیوند ماہر قدرت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ انہوں نے اپنی لغتوں میں جس طرح عربی، فارسی، ہندی، اودھی، برجی

پنجابی اور ہریانوی لفظوں کے ساتھ ہم آہنگ کیا ہے اور جس طرح ان سب کے اتصال سے ایک نئے لہجے کو جو جنم دیا ہے وہ دیدتی ہے۔

فاضل بریلوی سے پہلے ایسے نمونے شاذ ہی نظر آسکتے ہیں مگر جو نمونے نہیں بھی وہ براہِ بیت ہی میں یا تقنین طبع کے طور پر وجود میں لائے گئے ہیں۔ فاضل بریلوی کا معاملہ بالکل الگ ہے انہوں نے اس طرح کے تجربات کو تقنین طبع کے طور پر نہیں لیا بلکہ ایک سنجیدہ فطری نظریے کے طور پر اس تجربے کو آگے بڑھایا ہے۔ ان کے یہاں تجربات عالمانہ شان کے ساتھ وجود میں آتے ہیں۔

شمال مغرب، شمال مشرق، شمال جنوب کا احاطہ بولیوں کی سطح پر ان کی لغتوں میں عکس ریز ہے۔ شمال مغرب میں یہ سلسلہ پنجاب تک ہی نہیں کشمیر کے نواح تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی طرح شمال مشرق میں بلیا گورکھپور اور اعظم گڑھ تک یہ سلسلہ دراز ہے جنوب میں بندیل کھنڈ کی ہاڑلوں سے یہ سلسلہ جا ملتا ہے۔ اس پورے علاقے کے نوع بہ نوع لسانی تصورات کا ان کی فکر فلک سما احاطہ کرتی تھی۔ فاضل بریلوی نے اپنے تمام چشموں اور معصروں کو اسی وادی سرچوش میں بہت بیچھے چھوڑ دیا ہے کوئی بھی ان کے دامن تک تو کیا ان کی گرد سفر تک بھی نہیں پہنچتا۔

فلسفہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن وسیع پوری کائنات پر اس طرح پھیلا ہوا ہے کہ اس کا اثر ہر گوشہ کائنات میں ہے۔ اس کا حق ادا کرنا یا اس کا احاطہ کرنا اربابِ عقل و فہم سے ماورا ہے اس میں حضرت فاضل بریلوی کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہاں اس راہ میں جو تک و تاز اور جست و خیز فاضل بریلوی کے حصے میں آئی اس میں ان کا کوئی شریک و ہم نہیں انہوں نے لغت گوئی میں نئے نئے گوشوں اور نئی نئی یافتوں سے ہمیں روشناس کرایا ہے مقامی زبانوں کا عربی و فارسی کے ساتھ جس طرح ایک مخصوص آمیز لغت نبی میں تیار کیا ہے وہ زبانوں کے لئے باعثِ فخر ہے۔ مختلف نسلوں کی زبانوں کو باہم ارتباط دیکر جس طرح



جوڑا گیا ہے وہ دیدنی ہے۔

مندرجہ بالا تحریر اس لئے وضع ہے کہ یہ کامیاب تجربہ بن گیا ہے۔ ورنہ ہمارے بہت سے تجربات جو محض جوہریت فکر کو چمکانے اور اس کی نمائش کرنے کے لئے وجود میں لائے جاتے ہیں وہ اکثر ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں مگر جو تجربے نعت نبی کے حوالے سے فاضل بریلوی نے پیش کئے ہیں وہ چمک اٹھے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ تجربات خود ملہم غیبی کے اشارے پر وجود میں آئے ہیں اس سلسلہ کی سب سے مشہور نعت سے

لَمْ يَأْتِ نَنْظِيرُكَ فِي نَنْظِيرِ مِثْلٍ تَوْنَهُ شَدِيدًا جَانَا

لوائے سروش بن کر قلب مسلم رنگراں ہے۔

فاضل بریلوی کی ہمہ دانی ایک طرف لیکن اس نعت کا پڑھنے والا فن کے رموز سے آشنا قاری اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اس میں برائے شاعری اور چیز بھی شامل ہے جس کا کوئی تعلق فنِ مل و کمال یا ہمہ دانی سے نہیں اور وہ چیز سوائے عشق رسول کے اور کما ہو سکتی ہے۔ ساری تراکیب اور سارے مختلف النسل لفظوں کا انتخاب اسی نکتے سے عماری کرتا ہے۔

## مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعت

الحمد لله المتوحد  
 وصلواته دو ما علی  
 والاول والاصحاب هم  
 فانی العظیم بتوشلی  
 وادام صلواتك والسلام  
 والال امطار السندی  
 وجعل بها احمد رحنا  
 بحلاله المتفرج  
 خیر الانام محمد  
 ماوی عند الشدايد  
 بکتابه و باحمد  
 علی المحبب الاحب  
 والمحب سحیح عوائد  
 عبدا بحسرت السید

(۱) تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں جو یکتا اور جلیل القدر ہے۔ اور درود کامل ہوا اس ذات گرامی رحمن کا نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور جو ذات کائنات میں سب سے افضل ہے۔

(۲) اور ان کے آل و اصحاب پر جو معائب کے وقت میں ہماری پناہ گاہ ہیں۔  
 (۳) بس اللہ العظیم کی طرف میں دو چیزوں کو وسیلہ بناتا ہوں۔ ایک اس کی کتاب  
 (۴) قرآن، اور ایک آل کے پیارے بنی جن کا اکم گرامی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے  
 (۵) اور اے اللہ تو اپنا درود و سلام اپنے سب سے زیادہ سخی اور کرم والے بنی پر قائم  
 دو انم رکھ۔

(۶) اور ان کی اولاد رحمن کی حیثیت بارانِ رحمت کی ہے اور ان کے اصحاب پر جنکی حیثیت نفع  
 بخش بادل کی سی ہے (۷) اور اے اللہ! احمد رضا کو بھی بنائے تو ایسا بندہ جو اپنے سردار کے حفظ و امان میں ہوگا

علامہ معارفِ رضا شمارہ نہم ۱۹۵۹ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۱۴/۲۱۵

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے اس قصیدے کے بارے میں ڈاکٹر حامد علی خاں لکچرار شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ رقم طراز ہیں۔

امام احمد رضا کے ایک خلیفہ اجل مولانا شیخ ضیاء الدین مدنی نے مولانا حافظ احسان صاحب دگو برالوالہ سے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر کے فاضل ترین علماء کرام کے اجتماع میں نے اعلیٰ حضرت کا درج ذیل (مندرجہ بالا) عربی قصیدہ پڑھا تو انہوں نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم دین کا لکھا ہوا ہے۔

میں نے بتایا کہ اس قصیدے کے لکھنے والے مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں جو عربی نہیں بلکہ غجبی ہیں۔ علماء مصر تیرت کے سمندر میں ڈوب گئے۔ وہ غجبی ہو کر عربی میں اتنے

ماہر ہیں۔ ۱

پروفیسر مجید اللہ قادری نے اپنے مقالہ "فقہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب" میں مولانا احمد رضا بریلوی کی عربی لغت کے درج ذیل چار اشعار اور نقل کئے ہیں

وکل خیر من عطاء المصطفى	صلی علیہ اللہ مع من یمسطنیٰ
اللہ یعطیٰ و المحیب الفتاح	صلی علیہ القادة الکرام
مانال من سورہ فائل	کل ولا یرحی لغیر فائل
منہ المرچی منہ العطا منہ المدد	فی الدین والدنیا والاخری الابد

ترجمہ :- ہر خیر ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین و دنیا ہیں آخرت میں روز ازل سے آج تک آج سے ابد الابد تک جسے ملے یا ملنی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملنی ہے۔ معطی حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے آپ ہیں دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی ملی نہ ملے، ۲

۱۔ ماہنامہ قاری دہلی (امام احمد رضا تبر، ص ۲۳۵)

۲۔ فقہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب۔ پروفیسر مجید اللہ قادری۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۰۰



کی تعداد ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کی تعداد سے بھی زیادہ بتاتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔  
 "احقر نے اعلیٰ حضرت کے مخطوطات اور عربی اشعار کے حصول کی طرف بھی خاص  
 توجہ کی جس کا نتیجہ ۵۰۰ خطوط اور گیارہ سو پینتالیس اشعار کا ذخیرہ عظیم ہے،" ط  
 غرضیکہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی عربی کے ایک قادر الکلام اور پُر گو شاعر تھے جن کی  
 عربی شاعری من شاعری کے جمیع اوصاف و محامد کی شاہکار ہے۔

---

ط مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے گیارہ عربی اشعار - محمود احمد قادری، اصلاح پبلیکیشنز، کانونی، راجہ فیض الہمان ص ۳

# مولانا احمد رضا خاں صاحب بلوی

بکارِ خویش میرا نم اغثنی یا رسول اللہ  
پریشا نم پریشا نم اغثنی یا رسول اللہ

ندارم جز تو مجھے نہ دارم جز تو ماوا ہے  
توئی خود ساز و سامانم اغثنی یا رسول اللہ

شہا بیکس نوازی کن طبیباً چارہ سازی کن  
مریض درد عصیانم اغثنی یا رسول اللہ

ز فتنم راہ بینایاں فتادم در پیر عصیان  
میا اے جبل رحمانم اغثنی یا رسول اللہ

گند بر سر بلا بارد ولم درد ہوا دارد  
کہ داند جز تو در مانم اغثنی یا رسول اللہ

اگر رانی اگر خوانی سلامم انت سلطان  
دیگر چیز سے مئی دانم اغثنی یا رسول اللہ

بچہف رحمتم پر در ز قلمم منہ کمتر  
سگ در گاہ سلطانم اغثنی یا رسول اللہ

گندہ در جانم آتش زد قیامت شعلہ می نبرد  
مدا اے آب حیوانم اغثنی یا رسول اللہ

چوں مرگم نخل جاں سوز و بہارم را خزاں سوزد  
نہ ریزد برگ ایمانم اغثنی یا رسول اللہ

چول محشر فتنہ انگیز و بلائے بے اماں خیز و  
بجویم از تو در ماتم اعنشی یا رسول اللہ

پدر رفتہ آید سپر او حشت افزاید  
تو گمبیدی زید و امام اعنشی یا رسول اللہ

عزیزاں گشتہ دور از من ہمہ یاراں نفور از من  
دریں دمشت ترا خواہم اعنشی یا رسول اللہ

گدائے آدائے سلطان با امید کرم تالاں  
تہی داماں مگر و امام اعنشی یا رسول اللہ

اگر مسیر انیم از در بمن بہماور سے ویکر  
کجا ناظم کرا خواہم اعنشی یا رسول اللہ

مگر منتارم رہائی وہ مسیحا مومیائی وہ  
شکستہ رنگ سامان اعنشی یا رسول اللہ

رہنایت سائل بے پر تونی سلطان ناتہنر

شہا بہرے ازیں تو امام اعنشی یا رسول اللہ

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی فارسی کے کبھی قادر الکلام تھے۔ ان کی قادر الکلامی

کا جائزہ پہلے باب میں ان کی فقہیت کے تحت لیا جائے گا۔ ان کی فارسی کی لنتیں مکمل طور سے عشق

رسول میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ان کی فارسی لنتوں کو پڑھنے کے بعد یہ قطعی محسوس نہیں ہوتا کہ ہم کسی غیر

فارسی گو کا کلام پڑھ رہے ہیں زبان و بیان سادگی و پرکاری، اثر و تاثیر، معانی و بیان غرضیکہ ہر اعتبار

سے فاضل بریلوی کا کلام جامع اور معیاری ہے۔ مگر انیسویں صدی کے عربی دیوان کی طرح آپ کا فارسی دیوان بھی

مرتب ہو کر شائع نہیں ہو سکا۔ اور نہ ہی کسی فارسی اسکالر نے اس کام کی طرف توجیہ ہی کی۔ اگر آج ان کا عربی

معدن بخشش۔ دیوان مولانا احمد رضا بریلوی۔ رضوی کتاب گھر بیونڈی ص ۱۱۸

دو فارسی دیوان مرتب ہو کر منظر عام پر آگیا ہوتا تو اہل علم خود ہی اس بات کا فیصلہ کرتے کہ عربی و فارسی نعت گو  
کی حیثیت سے حضرت فاضل بریلوی کا مقام کیا ہے۔ ابھی مقالہ نگار نے جب فارسی کی نعتیہ شاعری پر  
کام کرنا شروع کیا تو فاضل بریلوی کی ایک غیر مطبوعہ فارسی نعت ملی جو درج ذیل ہے۔

وعدت عیان ز جلوہ شانِ محمد است

توحید کشف راز ہنسانِ محمد است

دانی کہ چہیت رونق تقدیر کائنات ؟

حق جلوہ گر ز نام و نشانِ محمد است

آں جانِ جاں کہ پردہ ز رو عانیوں گزنت

جانِ محمد است و جہانِ محمد است

توزیر علم غیب بہر جوہرے کجا

ایں شب چراغ گوہر کانِ محمد است

حرفے کہ جز خدائے شگودید حدیث اوست

قرآن گر تمام زبانِ محمد است

مشیت اندر فنا بندگانِ عشق

تقدیر نادر کے ز کمانِ محمد است

اس طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی یہ معلوم کتنی نعتیں اور فارسی تخلیقات

زمانے کی دست برد کی نذر ہو گئی ہوں گی۔ جن کی حفاظت اور تدوین و ترتیب کی سخت ضرورت

ہے جو فاضل بریلوی کی شخصیت کو ابھارنے میں ایک نمایاں کردار ادا کر سکتی ہیں۔



(ب)

تغوت اور منقبت کے

درمیان

حکدِ فاضل

حضرت رضا بریلوی نے نعتوں کے علاوہ صحابہ کرام، ازواج مطہرات، خاتونِ جنت اور بزرگانِ دین کی شان میں وافر مقدار میں منقبتیں اور مدحیہ قصائد قلم بند کئے ہیں۔ مگر نعت کی فضا اور اس کے وقار کو کہیں مکدر و مجروح نہیں ہونے دیا ہے اور منقبت کے اسلوب و وقار کو بھی برقرار رکھا ہے۔

ان کے نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" اول دوم اور خاص کر تیسرے حصے کے مطالعے سے انگشاف ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ سے لیکر اپنے دور تک کے تمام مشاہیر بزرگانِ دین کی شان میں اپنی عقیدتوں کا خراجِ مدحیہ قصائد اور منقبتوں کی شکل میں پیش کیا ہے جس کی ایک تجلی یہاں پر مثال کے لئے پیش ہے

## حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی شان میں

### منقبت

نورِ بنتِ نور و زوجِ نور و اُمّ نور و نور  
 نورِ مطلق کی کنیز اللہ سے بہت نور کا  
 باد لے کی اور ٹھنی ہے تار بارانِ درود  
 گو کھر و چٹکی بنتِ محکا سالہ نور کا  
 تابشِ عقدِ انامل سے ہے پھلے پور پور  
 ہے علی بند اس کفِ نور میں سب سے نور کا  
 مجھ کو کیا مسندِ عرض کا لیکن ملائک یوں کہیں  
 شاہزادی در پہ حاضر ہے یہ سنگتِ نور کا

کہد و نقد دے دیں سونے کا نوزال نوز کا  
اپنے بچوں کا تصدق دے دو صدقہ نوز کا

حضرت فاضل بریلوی نے اسی طرز و آہنگ اور اسی زمین میں ایک لغتیہ قصیدہ "قصیدہ نوز"  
بھی لکھا ہے مگر لغت و منقبت کے ملحوظات اور آداب کو قائم رکھا ہے۔ دونوں کا بہ نظر غائر مطالعہ  
کرنے کے بعد لغت و منقبت کے درمیان حد فاصل قائم کرنے میں کوئی تکلف نہیں محسوس ہوتا  
جس سے حضرت فاضل بریلوی کے شاعرانہ تدبیر و دانش کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر لغت  
و منقبت کے نازک رشتہ سے آشنا تھے ورنہ ایک ہی بحر و وزن اور ایک ہی زمین میں لغت  
و منقبت کہنا کوئی آسان کام نہیں۔ پیش میں نمونے کے طور پر قصیدہ نوز کے چند اشعار

صبح طیبہ میں ہوئی بنتا ہے باڑا نوز کا  
صدقہ لینے نوز کا آیا ہے تارا نوز کا

باغ طیبہ میں سہانا کھول کھول نوز کا  
مست بوئیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نوز کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نوز کا  
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نوز کا

ان کے قصر خلد سے خلد ایک کمر نوز کا  
سدرہ پائیں باغ میں سنھاسا پودا نوز کا

عرش بھی فر دوس بھی اس شاہ والا نوز کا  
یہ شمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نوز کا

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نوز کا  
ماہ سنت مہر طلعت لے لے بد لہ نوز کا

ملہ مدائن بخش حصہ سوم۔ امام احمد رضا بریلوی ص ۷ مطبوعہ بریلی۔

تیرے ہی ماتھے پر اے جان سپہرا لوزکا

بخت جاگا لوزکا چمکا ستارا لوزکا

میں گدا تو بادشاہ بھروسے پیالہ لوزکا  
لوزون وونا تزا دے ڈال صدقہ لوزکا

## حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں

### منقبت

ایا دلے کہ رسیدت غم و الم بسیار

سیاہ حضرت صدیق شاہ صدق شمار

یہی ہیں اکرمکم اور یہی ہیں اتقیاکم

یہی ہیں ثانی امین اذہمک فی العمار

وہ دوہی ہیں کہ جن دو کا تیسرا ہے خدا

یہ دو وہی ہیں کہ جن کا خدا ہے وصف شمار

نہیں ہے ان پر کچھ احصال کسی کا دنیا میں  
کہ اس کے بدلے میں کرتے ہیں رحمتیں ایثار

غرض ہے صرف رہنا کے حق اس سخاوت سے

خدا گواہ ہے شاہد ہیں احمد مختار

دار عداق بخشش کامل مطبوعہ کراچی ص ۱۱/۱۲

جو ان سے دل میں رکھے سچ و تاب انہی سال  
خدائی مار ہوا اس پر شمتی ہو وہ فی السار

امیر خیل صحابہ توام دین الہ  
وزیر خسر و عالم امام اہل و ستار

نظام بزم خلافت حسام رزم جہاد  
خدا کے شکر جزار کے سپہ سالار

نہیں ہے بعد رسل ان کا مثل عالم میں  
یہی ہے میرا عقیدہ یہی ہے راہ خیار

یہ اہل بیت کے و اصف وہ ان کے مدح طراز  
یہ ان پہ جان سے قربان وہ ان پر دل سے نثار

ریاض قدس میں جو گل نسیم کھلائے  
وہ پہلے آ کے بنے ان کا طرہ و دستار

انہیں کے واسطے شایاں ہے الذین معہ  
وہ جوش بزمیت رہا کہ حد نہ کنتار

ملا ہے نشوونما گلبن حجاز کے ساکت  
رہی ہے تا دم آخر حضورِ دربار

نہ چھوڑا بعد فنا بھی نبی کے قدموں کو  
انہیں گے دست بدست جناب روز شمار ما

# حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں

## منقبت

عمر وہ عمر جس کی عمر گرامی  
ہوئی حضرت ارضائے خلائق و آب

عمر قصر دین نبی کی عمارت  
عمر عمر باقی دین اطائب

عمر راحت روح شریع الہی  
عمر آفت جان ادیان کاذب

عمر در مکنون درج کمانہ  
عمر کوکب ڈری برج غالب

وہ ملک خدا کا اولوالعزم ناظم  
وہ شریع رسالت کا ذوالقدر نائب

شہدائین ذات الہی کا پر تو  
ترا تاج سر ہو یہی تھا مناسب

تختی رحمت کا چشمہ سمٹ کر  
ہوا تیرے میم کمر کا مصائب

اگر چشمہ میم مضروب پی لے  
مضروب اور ہو جائے ہے عرق خراب

یہاں عین شمس اور ماہِ نو ہے  
سرِ مہم تصویرِ باقی کو اکب

ترے نام کے بھیس میں گر نہ آتی  
نہ ہوتا کوئی عمرِ فانی کا راعب

رہا نامِ نامی یہ بھی عدلِ شیدا  
یہ وصفِ عدالت ہے اسے ابنِ جناب

سیہ زراغِ ظلماتِ ظلم و جفا پر  
سیاست کا ٹوٹا عتابِ معاقب

فقط اک الف لفظِ عامر سے کم ہے

کہ تھا شکلِ ناوک ہوا یاں سے غائب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں

## منقبت

آج فردوس میں کس کاں جیا کا ہے گذر

حکم ہے سبزہ بیگانے کو باہر باہر

پنچہ تارنگہ و سوزنِ مشرگاں سے کرے

آج آنکھوں میں ہے اک بلبلی بیباک نظر

مددِ ائق بخشِ حصہ سوم۔ امام احمد رضا بریلوی مطبوعہ بریلی ص ۱۹۰

رہا اٹھے آنکھ رہنے اپنی حالت آج رنگا ہ

ہے یہ خود بینی ندائیں کی جانب منجر

پستلی اندھانہ بنا سب میں فلک سے شفات  
سات پر دے ہیں نمائش کے زحل سال تجھ پر

مردم دیدہ نظر بند ہیں اب لے کے عصا

پہرہ دیتا رہے دنبالہ سرمہ در پر

تھیں جو بے پردہ عنادل میں عروسانِ حین  
شرم سے لیتی ہیں دامنِ صبا اب منھ پر

چلمنیں چھوڑ دو پلکوں کی چکیں ڈال دو جلد

کہہ دو مردم کو کہ دامن نگہ لیں منھ پر  
نیل ڈھل جائے گا آنکھوں کا فلک یا در ہے  
داگریوں ہی رہے آج بھی چشمِ اختر

گرچہ دست ہو جس دہر سے دامن بے بری

مگر آوارہ ہر جا ہے عروسِ خاور

روح مشوقہ بے خوش تھی رابِ دخل نہیں

بار پائے مزے آغوشِ بدن میں لیکر

شوخی دیدہ کو رکھیں اہل حین آنکھوں میں

زنگس از بس ہے پریشاں نظری کی خوگر

خاک اڑائی پھری آوارہ ہر دشت حین

اب حضوری کی ہوا سر میں ہے اے بادِ سحر



خدمتِ گشتِ معاف آج رہے گوشہ نشین  
حکیم سرکار ہے اے بندہ داعیِ مقرر

# حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شان میں

## منقبت

السلام اے احمدت صہر و برادر آمدہ  
حمزہ سردارِ شہیدان عم اکتبر آمدہ

جعفرے کومی پرد صبح و مسابا قدسیاں  
با تو ہم مسکن بہ تبطن پاکِ مادر آمدہ

بنت احمد رولق کاشانہ و بالونے تو  
گوشت و خونِ تو بہ بخش شیر و شکر آمدہ

ہر دور بجانِ نبی گل ہائے تو ز اگل زمین  
بہر گل چینت زمین باغ برتر آمدہ

می حمیدی گلبن در باغ اسلام و ہنوز  
غنیاتِ نشگفت دے نخلے دیگر برآمدہ

ملا عدالت بخش حصہ سوم . امام احمد رضا قادری بریلوی . مطبوعہ بریلی ص ۲۶

زم زم از زم زامن چیدہ رفتہ باد تند  
یا علی چوں بزبان شمع مسطر آمدہ

حل مشکل کن بروئے من در رحمت کشا

اے بنام تو مسلم فتح خیر آمدہ

مرحبا اے قاتلِ محبِ امیرِ الاشجعین  
در خط لالِ ذوالفتارت شورِ محشر آمدہ

سینہ ام را مشرق تہاں کن نورِ معرفت

اے کہ نام سایہ ات خورشید خاور آمدہ

کے رسد مولیٰ بہ مہر تاجناکت کلیمِ شام  
گوبہ نور صحبت او صبحِ انور آمدہ

ناصبی را بنفش تو سوئے جہنم رہ نمود

رافضی از حبِ کاذب در سفر دور آمدہ

من ز حق می خواہم اے خورشید حق آل مہر تو  
کز منیہ اش عالم ایماں منور آمدہ

بہراستر چادر مہتاب و این زریں پرند

ناپذیراے کلیمِ بخت قنبر آمدہ

تشنہ کام خود رہنائے خستہ را ہم جرعه  
شکر آلِ نعمت کہ شاہِ کوش آمدہ

اس کے علاوہ بھی حضرت رہنما بریلوی نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں منقبتیں تحریر کی ہیں مگر ایک ہی ردیف و قافیہ اور ایک ہی زمین میں حضرت فاضل بریلوی نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، سید الشہداء حضرت امام حسین، حضرت عنوت اعظم محی الدین سے عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور دیگر بزرگوں کی شان میں بھی منقبتیں قلمبند کی ہیں نیز اسی ردیف و قافیہ اور اسی زمین میں ایک لغتیہ استغاثہ بھی لکھا ہے۔ مگر حضرت فاضل بریلوی پرتن من دھن لٹا دینے کو جی چاہتا ہے کہ انہوں نے کس قدر جگر کا دیوں اور حزم و احتیاط کو مشعل راہ فکر بنایا ہے کہ ایک دوسرے کے مضامین و مواد میں کسی طرح کا کوئی تشابہ یا تناسب نہیں پایا جاتا۔ استغاثہ کی فکری جولانی الگ اور منقبتوں کی شعوری پرواز الگ ہر ایک کے فرق مراتب اور حد فاصل کو قائم کر کے دونوں قافیا برو کی حفاظت کی ہے اور اپنی منہی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی ہی چابک دستی کے ساتھ اس دشوار گزار راہ سے گذر گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو ہر ایک سے نمونہ کلام۔

## حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت

مرقعی مشیر خدا مرعب کش و خیر کش  
سرور شرکات مشکل کشا امداد کن

حیدر اثر و دریا صرعام ہائل منظر  
شہر عرفاں را در روشن در امداد کن

ضیغنا غیظ و عنما زینغ و فتن را اغما  
پہلوان حق امیر لافنی امداد کن

اے خدا را تیغِ دوائے اندامِ احمد را سپر  
یا علی یا ابو الحسن یا ابو العسلی امداد کن

یا ید اللہ یا قوی یا زورِ بازو سے بنی  
من ز پا انتادم اے دستِ خدا امداد کن

## حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں

### منقبت

یا شہیدِ کربلا یا واقعِ کرب و بلا!  
گلِ رحمتِ شہزادہ گلگونِ شبِ امداد کن

اے حسین اے مصطفیٰ را راحتِ جاں نوزِ عین  
راحتِ جاں نوزِ عینم وہ بیا امداد کن

اے ز حسنِ خلق و حسنِ خلقِ احمد اشرف  
سینہ تاپا شکلِ محبوبِ خدا امداد کن

جانِ حسن، ایمانِ حسن اے کانِ حسن اے شانِ حسن  
اے جمالتِ بلعِ شمعِ من را می امداد کن

جانِ زہرا و شہیدا و زور و ظہیر  
زہرت از ہر تسلیم و رشنا امداد کن

ردِ عدالتِ بخشش و کاملہ امام احمد رضا قادری بریلوی، مطبوعہ کراچی ص ۳۲۱

اے بواقع بیکسان دہر راز سیا کسے  
وے بظاہر بیکس دشت جہن امداد کن

اے گلویت گہر لبان مصطفیٰ را بوسہ گاہ

کہ لب تیغ لعین واحد امداد کن

اے تن تو کہ سوار شہسوار عرش ناز

کہ چنناں پامال خیل اشقی امداد کن

اے دل و جان ہا فدائے تشنہ کامیہا تو

اے لب ت شرح رضینا بالقضا امداد کن

اے کہ سوزت غامان آب را آتش زوے

گرنہ بودے گریہ ارض و سما امداد کن

ہے چہ بجز و تفتگی کو شرب و این تشنگی

خاک بر فرق فسرات از لب مرا امداد کن

ابر گوہر گر مبار و نہر گوہر گر مرینہ

خود لب تسلیم و نیضت حنڈا امداد کن

**حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں**

**منقبت**

آہ یا غوثاہ یا غوثاہ یا امداد کن

یا حیوۃ الجود یا روح الملئ امداد کن

مذہب حدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ۳۲۲/۳۲۳

یا ولی الاولیاء ابن نبی الانبیا

اے کہ پائیت بر رقاب اولیاء ادا کن

دست بخش حضرت حماد زب دست خود

از تو دستے خواهد این بے دست و پا ادا کن

مجمع ہر دو طریق و مرجع ہر دو فریق

فاصلوں وواصلوں را مقتدا ادا کن

داسنیال بر بندہ از ہر سو ہجوم آورده اند

یا عزیز و ماتا تلاً عند الوفا ادا کن یا

## نعتیہ استغاثہ

یا خدا بہر جناب مصطفیٰ ادا کن

یا رسول اللہ از بہر خدا ادا کن

یا شفیع المذنبین یا رحمۃ للعالمین

یا امان المحن نفیس یا ملتجی ادا کن

حرز من لا حرزلہ یا کنز من لا کنزلہ

عز من لا عزلہ یا مربی ادا کن

اے شہادت بے شہوتاں اے قوت بے قوتیاں

اے پناہ بیکیساں اے غمزد ادا کن

مدار حقائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۳۲۶/۳۲۷

اے مفیض الجود یا سیر الوجود اے تخم بود  
 اے بہائے ابتداء و انتہا امداد کن  
 نعمت بے محنت اے منت بے منتہا  
 رحمت بے رحمتا عین عطا امداد کن  
 نیر نور الہدی بدر الدجی شمس الصبحی  
 اے رُخت آئینہ ذات خدا امداد کن

اے قریشی، ہاشمی، طیبی، ہتھامی، اطمحی  
 عزت بیت اللہ و عذر او قب امداد کن  
 نیز حضرت رضا بریلوی نے ایک ہی طرز و آہنگ اور ایک ہی ردیف و قافیہ میں  
 حضرت سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں لغت اور حضرت عنوش اعظم محی الدین  
 عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں منقبت کو فکری جامہ پہنایا ہے۔ مگر لغت و  
 منقبت کے ملحوظات و آداب اور دو قول کے امتیازات اور حدود و فاصل کو یہاں  
 بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ جس سے لغت و منقبت کے فن پر حضرت فاضل بریلوی کی  
 فنی بالغ نظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو نمونہ کلام۔

## لغت پاک

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحا تیسرا  
 نہیں، سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیسرا

۱۔ حدائق بخشش کامل۔ امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ۳۱۴/۳۱۸

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا  
 تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا  
 فیض ہے یا شہ تسنیم نزالا تیرا  
 آپ یا سول کے تجسس میں ہے دریا تیرا  
 اگنیا پلے پھیر سے وہ ہے باڑا تیرا  
 اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا  
 فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں  
 خسروا غرش پہ اڑتا ہے پھریدا تیرا  
 آسماں خوان زمین خوان زمانہ ہمسماں  
 صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

## منقبت

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا  
 اونچے اونچوں کے سرول سے قدم اعلیٰ تیرا  
 سر کھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا  
 اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا  
 کیا دے جس پر حمایت کا ہونچہ تیرا  
 شیر کو خطرے میں لاتا نہیں گستا تیرا

۱۔ عدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی صفحہ ۹





اس جزو وزن کے علاوہ دوسری بجز واو وزن میں کبھی ان کی دوسری منقبتیں پائی جاتی ہیں جیسا  
اشعار ملاحظہ ہوں سے

بندہ و تاور کا بھی، قادر بھی ہے عبد القادر

سرباطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبد القادر

مفتی شریع بھی ہے قاضی ملت بھی ہے

علم اسرار سے ماہر بھی ہے عبد القادر

منیع فیض بھی ہے مجمع افضال بھی ہے

مہر عرفاں کا منور بھی ہے عبد القادر

رشکِ بلبیل ہے رضالالہ صدواغ بھی ہے

آپ کا واصف و ذاکر بھی ہے عبد القادر

ایک دوسری زمین میں منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں سے

طلب کا منہ تو کس قابل ہے یا عنوث

مگر تیرا کرم کامل ہے یا عنوث

دُہائی یا محی الدّٰی دُہائی

بلا اسلام پر نازل ہے یا عنوث

وہ سنگیں بدعتیں وہ تیزی کفر

کہ سر پر تیغِ دل پر سل ہے یا عنوث

خدارا ناخدا، آ، دے سہارا

ہوا بگڑھی بھنور حائل ہے یا عنوث

ملاحظہ ہوں بخشش کامل امام احمد رضا قادری — مطبوعہ کراچی ۲۲۲/۲۲۳

۲۵۵/۲۵۶

# حضرت پیدشاہ ابوالحسن احمد نوری کی شان میں

## منقبت

برتر قیاس سے مقام ابوالحسن  
 سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسن  
 وارستہ پلے بستہ دارم ابوالحسن  
 آزاد نار سے ہے غلام ابوالحسن  
 خط سید میں نوراہی کی تابشیں  
 کہ صبح نوراہی ہے شام ابوالحسن  
 ساقی سناوے شیشہ بند ادکی ٹپک  
 ہلکی ہے بوئے گل سے مدام ابوالحسن  
 بوئے کیاب سوختہ آئی ہے میکشو  
 کھلا شراب پشت سے جا ابوالحسن  
 انہیں کی شان میں ایک منقبت کے چند اشعار اور پیش ہیں  
 ماہ سیما ہے احمد نوری  
 نور والا ہے احمد نوری  
 نہ کھلا کجا ہے احمد نوری  
 دور پہنچا ہے احمد نوری  
 مہر جلوہ ہے احمد نوری  
 نور والا ہے احمد نوری  
 راز بستہ ہے احمد نوری  
 بہت اونچا ہے احمد نوری!

مکہ حدائق بخشش حصہ سوم مطبوعہ بریلی ص ۲۵۸

مکہ حدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری ص ۲۵۸

# حضرت سید شاہ اچھے میاں صاحبان ہر وی کی شان میں

## منقبت

اسے بدور خود امام اہل ایفان آمدہ  
جان انس و جان جان و جان جلال آمدہ  
قامت تو سرو ناز جو سبب معرفت  
روئے تو خورشید عالم تاپ ایماں آمدہ  
بوئے زلف عنبرینت قوت روح ہدی  
رنگ رویت غازہ دین مسلمان آمدہ  
رنگ از دلہا زواید خاک بوی درت  
تا بناک از جلوہ ات مرآت احساں آمدہ  
ناتال احمدوا حمد شفیع المذنبین  
زاں دل از دست گنہ پیش تو تالان آمدہ

عہد مدائن بخشش کامل امام احمد رضا تادری بریلوی مطبوعہ کراچی ۳۱۵/۳۱۴

# حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کی شان میں منقبت

قصیدہ مسمیٰ باسم تاریخی "پراغِ انیس"

۱۳۱۵ھ

اے امام الہدیٰ محبتِ رسول  
 دین کے مقتدا محبتِ رسول  
 نائبِ مصطفیٰ محبتِ رسول -!  
 صاحبِ اصطفیٰ محبتِ رسول  
 خادمِ مرتضیٰ محبتِ رسول  
 منظرِ ارتضا محبتِ رسول  
 عینِ حق کا بنا محبتِ رسول  
 عینِ حق کی بنا محبتِ رسول  
 زبدۃ الالقیاء محبتِ رسول  
 عمدۃ الازکیاء محبتِ رسول

برادری بخشش کامل - امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ۳۰/۲۹

(ج)

صَنَائِعُ بِدَائِعِ اَوَّلِ

عَالِمِ عَرُوضِ

سے

ماہرانہ واقفیت

صنائع و بدائع کی تحقیق کے سلسلے میں ایک فاضل سید اسماعیل رضا ریح تریذی لکھتے ہیں:

”بدیع کا مادہ ”بدع“ ہے جس کے معنی ہیں نئی بات کرنا اہل علم اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ البدیع والبدع الشئ الذی یکون اولاً۔ یعنی وہ شے جو سب سے پہلے پیدا ہوئی ہو اور اس سے پہلے کچھ نہ ہو۔ بدیع کے معنی ”المحدث العجیب“ (عجیب نئی چیز) کے بھی ہیں۔ اور بدیع بمعنی ”مبدع“ بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ بدیع السموات والارض۔ گو یا بدیع اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اس کے علاوہ بدیع اپنے مفعولی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی نئی معلوم کی ہوئی یا نئی ایجاد کی ہوئی چیز۔ اسی بنا پر خلفاء عباسیہ کے دور میں نئی نئی ادبی تشبیہات و استعارات اور صنائع کو بدیع کہنے لگے اس کے بعد یہ اصطلاح اپنے وسیع تر مفہوم میں ہر ادبی حسن کے لئے استعمال ہونے لگی۔ یہاں تک کہ بدیع ایک علم کی حیثیت سے مرتب ہوا اور ادبی دنیا میں بلاغت کا ایک ایسا شعبہ قرار پایا جس کا تعلق ادبی اسلوب میں حسن پیدا کرنے سے رہا ہو۔

دوسری صدی ہجری میں بشار اور مسلم بن ولید العتائی جیسے عہد عباسی کے شعرا نے شعری صنعت گرمی کے اس فن کو اس قدر وسعت دی کہ صنائع کا استعمال وسیع سماتے رہنے لگا اس کے بعد ابن المعتز نے اس علم پر محققانہ کام کیا اور بدیع کو پانچ بڑی انواع میں تقسیم کیا یعنی استعارہ، تخیل، طباق و تضاد، رد العجز، علی الصدر اور لف و نشر۔ فن بدیع کو ان پانچ قسموں میں تقسیم کرنے کے باوجود ابن المعتز کو احساس ہوا کہ یہ تعداد کم و بیش بھی ہو سکتی ہے۔ اس احساس کی بنا پر اس نے بارہ محاسن کا اور اضافہ کیا اس کے ایک صدی کے بعد یعنی چوتھی صدی ہجری میں ابو ہلال عسکری نے فن بدیع کو ایک قدم اور اگے بڑھایا اور اس کی چھتیس انواع بیان کیں۔

ابن رشیق نے اپنی کتاب "العمدہ" میں "المنزاع والبدیع" کے عنوان کے تحت ساٹھ سے زائد انواع بدیع کی توضیح کی ہے۔ بقول ابن خلدون مغربی ممالک اسلامیہ شمالی افریقہ اور اندلس میں ابن رشیق کی کتاب "العمدہ" بہت مقبول ہوئی چنانچہ وہاں علم بدیع کی بڑی قدر دانی اور ترویج ہوئی۔

چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں الشکاکی کی بدولت علم بدیع کی تاریخ کا علم البلاغت کی ایک جداگانہ شاخ کی حیثیت سے نیا دور شروع ہوا۔

آٹھویں صدی ہجری میں علم بدیع کے دو حصے بیان کئے گئے یعنی صنائع لفظی اور صنائع معنوی۔ پھر ان کی متعدد قسمیں اور صورتیں متحقق ہوئیں۔ پس کلام کا حسن اور شاعری کا جمال صنائع و بدائع کا معتدل استعمال قرار پایا، صنائع و بدائع شاعری کا حسن اور زیور ہے جس سے کلام میں جان اور لطف پیدا ہوتا ہے اس کے بغیر شاعری جد بے روح معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کے استعمال میں بڑے ہی قرینے اور سلیقے کی ضرورت ہے اعتدال شرط اولین ہے۔ اس لئے کہ اگر شاعر اعتدال کو خیر باد کہہ کر صرف صنعتوں کی دنیا میں کھو کر شعر کی تخلیق کرے گا تو ایسی صورت میں یقیناً شاعر کی تخلیق آبد کے بجائے آرد کی نذر ہو جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شاعر کی تخلیق میں بے کیفی اور کم مائیگی کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی جو شاعری کے معائب سے ہے۔ انہیں خدشات کا احساس دلاتے ہوئے سید عابد علی عابد اپنی کتاب "شعر اقبال" میں لکھتے ہیں:

”معانی لطیف کو لفظوں کا پیراہن حریری پہنانے کی کوششوں میں کبھی کبھی تانے بانے الجھ جاتے ہیں اور کبھی یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ پیراہن پھٹ جاتا ہے اور معانی



کا جسم عریاں الفاظ کے پیراہن سے جھانکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ۱۔

پروفیسر سید سعید حسن رضوی ادیب لکھتے ہیں۔

”جو صنعتیں کلام کا زیور ہیں ان کے استعمال کے لئے بھی ایک خاص سلیقے کی

منزوریت ہوتی ہے اور یہ سلیقہ بھی فطرت کی تائید کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ خالی زیور نہ

حسن کی آرائش کر سکتا ہے نہ افزائش، جب تک سلیقہ اس کا ساتھ نہ دے اگر کوئی گلے

کا زیور پاؤں میں اور پاؤں کا زیور کان اور ناک میں لٹکا دے یا زیوروں اور اعضاء میں

تناسب کا خیال نہ رکھے یا مناسب مقدار سے زیادہ پہن لے تو نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی حال

صنعتوں کا بھی ہے کہ اگر محل اور مقدار کی مناسبت کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ان کا استعمال

کلام کا حسن نہیں بلکہ عیب بن جائے گا۔ ۲۔

حضرت رضا بریلوی کے دور میں صنائع، بدائع، عروض و بلاغت اور معانی و بیان

وغیرہ کو شاعری کی جان تصور کیا جاتا تھا۔ اس دور میں جناب حسرت موہانی ایک رسالہ۔

”نکات سخن“ کے نام سے نکالتے تھے جس کے مضامین شاعری کے فنی لوازمات ہی ہوتے تھے

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے زمانے میں شعر و سخن کا بڑا غلبہ تھا ان کے ہم عصر شعراء

صنائع و بدائع، علم معانی و بیان اور دیگر لوازمات شاعری سے اپنی تخلیقات کو سزاوار بنا کر

نصب العین سمجھتے تھے اس لئے وہ اس پر بڑی گہری نظر اور وسعت مطالعہ رکھتے تھے

اس زمانے کا ہر شاعر اس موضوع پر بیسیوں سے زائد کتابوں کو اپنے مطالعہ میں رکھتا تھا اور دین

و توانی کو لوگ ہلک سے آراستہ رکھتے تھے۔ عرصیکہ آداب شاعری کی بجا آوری میں ایک

لمحہ بھی فرو گذاشت نہیں کرتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں رضا بریلوی کے تخر علم اور ان کی عبقریت نے ہر صاحب علم و

۱۔ شعر اقبال۔ سید عابد علی عابد۔ بزم اقبال قلب روڈ لاہور ص ۲۶۵ طبع دوم جون ۱۹۷۷ء

۲۔ ہماری شاعری معیار و مسائل۔ پروفیسر سید سعید حسن رضوی ادیب۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۱۲/۱۱۳

دانش کے درگوش پہ دستک دے کر ان کو اپنی جانب ہر تن متوجہ کر لیا تھا۔ اور ہر ایک نے ہوش و خرد کے عالم میں ان کے تبحر علمی کو بسر و چشم تسلیم بھی کر لیا تھا۔ اپنے اور بیگانے ان کے تبحر علمی کے تسلیم کرنے کے نقطہ نظر سے ایک ہی صفت میں دست بستہ نظر آنے لگے تھے ایسے عالم میں نعماتِ رحمان نے سبکو مسحور کر دیا اور ان کی صناعتی فن سے واقفیت اور رموز و نکات نے یہ تاثر قائم کر دیا کہ اس جذبے میں ڈوب کر جو کہا گیا اس کی کیا بات عالم کرامت ہے، طلسمات ہے اور استاد غزل جناب داغ دہلوی نے جب حضرت رخصتا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اسے بہار پھرتے ہیں

تو عیش عیش کراٹھے اور کھنسنے لگے۔

”مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے“۔

ملاحظہ ہوں حضرت رخصتا بریلوی کے کلام سے صنائع و بدائع کی دلکش اور پین چھلکیاں

کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو تعداد و نقاط و اعراب میں ایک  
**اصنوعتِ جنینس** ہی جیسے ہوں لیکن ان کے معنی الگ الگ ہوں۔ جنینس

کی کسی قسم میں ہیں لیکن ان کا استعمال تکلف اور تصنع سے پاک ہو۔

سونا یا اس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیلے

تو کہتا ہے مٹی نیند ہے تیری مت ہی زالی ہے

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا

نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

د. معارف رضا شمارہ ۱۹۵۲ء مطبوعہ راجہ پورہ ۱۵۵

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی

چاند بدلی سے نکلا ہمارا بنی

۲۔ صنعت اشتقاق | وہ سنت ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ لائے جائیں جو آپس میں ملتے جلتے ہوں لیکن ایک ماخذ سے نہ ہوں

بظاہر ایک ماخذ سے معلوم ہوتے ہوں

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے

سرکار میں نہ لانا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

۳۔ صنعت اقتباس | قرآن پاک کی کسی آیت یا اس کے جزو کو شعر میں لایا جائے یہ صنعت غزل یا قصیدے میں بہت

ہی کم استعمال ہوتی ہے البتہ لغت پاک میں اس کے استعمال کے مواقع بکثرت ہیں لیکن عالمانہ شعور اس کے لئے درکار ہے اور حضرت رفقا کے یہاں اس شعور کی کمی نہیں۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ كَأَنَّ سَائِبَ سَحْبٍ يَرُ

بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

مَنْ زَارَ تَرْبِيَّتِي وَجِئْتُ لَهُ شِفَا عَنِّي  
ان پر درود جن سے لوید اس بشر کی ہے

۴۔ حسن تلمیح | ایسی نظم لکھنا جس کے ہر شعر کا ایک حصہ ایک زبان میں ہو اور دوسرا حصہ دوسری زبان میں ہو جیسے

لَمْ يَأْتِ نَظِيرَكَ فِي نَظِيرِ مَثَلٍ تَوْنَهُ شَدِيدٌ جَانَانِ -  
جگ راج کو تاج لورے سر ہے تجھ کو شہِ دگر اجانا

۵۔ صنعت عکس مستوی | ایک عبارت بیان کرنا پھر اس کو الٹ کر اس طرح بیان کرنا کہ تراکیب الفاظ وہی رہیں

یہ سر آدرا در وہ خاک در وہ خاک در ہو اور یہ سر  
رہنا اگر چاہیں لو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

۶۔ صنعت تراپ | وہ صنعت ہے کہ شعر میں دو مصرعے کے تمام الفاظ پہلے مصرعے سے ہم قافیہ بنائے جیسے

زمین وزماں تمہارے لئے مکین و مکارے لئے

چناین و چنایاں تمہارے لئے بنے دو جہاں اس لئے

اب تک حضرت رخصتا بریلوی کے حوالے سے جن مہنتوں کا ذکر کیا گیا ان کا تعلق لفظ سے تھا یعنی وہ صنعت لفظی کا بیان تھا۔ لیکن جس طرح لفظی صنعتیں ہوتی ہیں اسی طرح معنوی بھی ہوتی ہیں۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص معنوی صنعتوں کا ذکر بھی حضرت رخصتا بریلوی کے خصوصی مطالعہ سے کر دیا جائے۔ ملاحظہ ہو۔

صنعت تضاد | صنایع معنوی میں صنعت تضاد بہت ہی کثرت سے استعمال ہوتی ہے جو عامۃ الورد ہے۔ ہر غزل میں ایک

دو اشعار آپ کو ایسے مل جائیں گے جن میں دو الفاظ ایسے ہوں گے جو معنی کے لحاظ سے متضاد و مخالف ہوں گے جیسے

شش سمت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال

دھوم و اونچم میں ہے آپ کی مینائی کی

صدتے رحمت کے کہاں پھول کہاں خار کا کام

خود ہے دامن کش بیل گل خندان عرب

## صنعتِ تنسیقِ اوصاف

وہ صنعت ہے جس کے ذریعہ ممدوح کی متعدد صفات  
ایک یا دو نون مصرعوں میں بیان کی جائیں جیسے

ترامندناز ہے عرش بریں تراحم راز ہے روح ملی  
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے ہمارا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی زالی ہاتھ میں  
شکرِ زبے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

کسی ایک لفظ کو اصل شعر قرار دیکھیں اس کے مناسبات بیان کرنا  
مثلاً باغ کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ کھنول شاخ ، پتی اور خوشبو

## مراعاة النظر

نسیم کا ذکر کیا جائے۔ اسی قبیل کے اور مناسبات مذکور ہوں۔ ہر صنف شاعری میں یہ صنعت  
عامۃ الورد ہے جس سے کلام میں حسن پیدا ہو جاتا ہے مثلاً  
وہ سرگرم شفاعت میں عرق انشاں ہے پیمان  
کرم کر عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھاتی ہے

بزم شنائے زلف میں میری عروسِ فکر کو  
ساری بہارِ ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

## حسن تعلیل

تفصلاً کی طرح صنائع معنوی میں حسن تعلیل کا استعمال بھی بکثرت ہوتا ہے  
اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حسن تعلیل شاعری کی جان ہے۔ شاعر کی قوت  
متعمدہ اشیاء کے کائنات کے مشاہدے اور مطالعے سے ایسے نتائج اخذ کر لیتی ہے جو حقیقتی  
نہیں ہوتے لیکن شاعر اپنی قوت بیانی سے ان کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ قاری اور سامع  
اس کی بیان کردہ توجیہ اور علت کو علتِ حقیقی سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ نعت و منقبت میں اس

صنعت کا استعمال بہت مشکل اور دشوار ہے مگر حضرت رضا بریلوی نے لغت و منقبت میں اس کا استعمال نہایت ادب و احترام، جزم و احتیاط اور قاعد سے قریب سے کیا ہے وہ فرماتے ہیں

باغ عرب کا سر و ناز و کچھ لیا ہے ورنہ آج  
قری جان غمزہ کو سنج کے چہ چہائی کیوں

خم ہو گئی پشت فلک اس طعن زمیں سے  
سن ہم یہ مدینہ ہے یہ رتبہ ہے ہمارا  
ایک ایسا لفظ لانا جس کے دو معنی ہوں اور کسی قرینے سے جو  
مسنی وہاں فوراً سمجھ میں آیا ہو اور وہ مقصود نہ ہو بلکہ  
دوسرا معنی مراد ہو جیسے

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا  
جان کی اکیر ہے الفت رسول اللہ کی

حورِ جاناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا  
پھیر کے پردہ حجاز و دیس کی چیز گالی کیوں  
صناع معنوی میں یہ صنعت بہت ہی زیادہ استعمال ہوتی ہے کوئی  
شاء بھی ایسا نہیں جس کے کلام میں یہ صنعت موجود ہو۔ مذہبی تاریخی  
سماجی اور ثقافتی روایات و واقعات میں سے کسی ایک قصہ یا واقعہ کی طرف شعر میں اشارہ  
کرنا تلمیح ہے جیسے  
کیوں جناب بوہر یہ تھا وہ کیا جام شیر  
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سرکھاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

**لف و نشر** صنایع معنوی میں یہ بھی کثیر الاستعمال اور عامۃ الورد صنعت ہے۔ اس صنعت میں شاعر پہلے مصرعہ میں چند چیزیں بیان کرتا ہے اور پھر اس ترتیب سے ان کے مناسبات دوسرے مصرعہ میں پیش کرتا ہے۔ اگر دونوں مصرعوں میں ترتیب موجود ہے تو اس کو لفظ و نشر مرتب کہا جائے گا اور اگر ترتیب نہیں بلکہ بے ترتیبی ہے تو اس کو لفظ و نشر غیر مرتب کہا جائے گا۔

خوار و بیمار و خطاوار و گنہگار نہیں

رائع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

**لف و نشر مرتب**

دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی

ہیں در عدن معلّٰیٰ شگ ختن پھول

دیکھو قرآن میں شب تدر سے تا مطلع فجر  
یعنی نزدیک میں عارض کے وہ پیارے کیسو

**لف و نشر غیر مرتب**

دل بستہ، بیقرار، جگر چاک، شک بار

غنیچہ ہوں گل ہوں، برق تپاں ہوں، کباب ہوں

اب تک صرف صنایع کا ذکر ہوا لیکن اب ہم یہاں سے بدیع (یعنی بدائع) کا

ذکر کریں گے جیسا کہ ہمارے اس مقالے کا بنیادی مقصد ہے جس سے کہ حضرت رضا بریلوی

کے کلام کی خوبوں کا اندازہ ہو سکے۔

بدائع کے بارے میں منقول ہے کہ "شاعری اور علم بیان و بدیع کا چولی دامن کا

ساتھ ہے، اور شاعری کی تخلیق کے لئے بہترین کسوٹی، انہیں لوازمات پر شاعر کی تخلیق کو اہل نقد و نظر پرکھتے ہیں۔ اور اس کے بعد اس کے محاسن و معائب کی نشاندہی کرتے ہیں کہ شاعر فن شاعری اور علوم شاعری پر کس قدر مہارت و دستگاہ رکھتا ہے علم عروض پر اس کی گرفت کتنی مضبوط ہے حرف ردی، تشبیہ، استعارہ، کنایہ اور مجاز مرسل سے کلام کس حد تک مرصع ہے، ملاحظہ ہو حضرت رضا بریلوی کے کلام سے بیان و بدیع کی حسین و دلکش جھلکیاں۔

## تشبیہ

سرتا بقدم ہے تن سلطانِ زمین بھول  
لب بھول دہن بھول ذقن بھول بدن بھول

جا بجا پر تو فلگن ہیں آسماں پر ایڑیاں  
دن کو ہیں نور شدید شب کو ماہ و انتر ایڑیاں

## استعارہ

واللہ جو مل جائے مرے گل کا سینہ  
مانگے نہ خمبھی عطر نہ پھر چاہے دہن بھول

منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد

اے خضر لے خبر میری اے ماہ لے خبر  
تشبیہ میں ایک چیز کو دوسری چیز سے مثال دیتے ہیں استعارہ میں تشبیہ کے  
تعلق سے دوسرے معنی مراد لیتے ہیں۔ مجاز میں دوسرے معنی مراد لیتے ہیں  
لیکن اصلی اور غیر اصلی معنی میں تعلق تشبیہ کا نہیں ہوتا اور کچھ تعلق ہوتا ہے اور پہلے معنی  
مراد نہیں ہوتے۔ کنایہ میں لفظ کے اصلی معنی بھی مقصود ہوتے ہیں اور اس سے جو نتیجہ نکلتا



ہے وہ معنی بھی مراد ہوتا ہے یعنی لازم و ملزوم دونوں معنی مقصود ہوتے ہیں۔ اہل علم کہتے ہیں کہ اس کے استعمال کے لئے بڑے سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلا ہو رہتا بریلوی کے استعارے  
میل سے کس درجہ سحر ہے وہ بتلا نوز کا  
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نوز کا

آپ زربنتا ہے عارض پر پسینہ نوز کا  
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نوز کا

## مجاز مرسل

ایک لفظ کے معنی جب اصل لفظ کے خلاف لیں۔ اگر وہ معنی تشبیہ کے  
علاقہ سے لئے جائیں تو اسے استعارہ کہیں گے اور اگر کسی دوسرے تعلق  
سے اس کے معنی مراد لئے جائیں تو مجاز مرسل کہیں گے۔ مجاز مرسل کے قرینے اور اس کے استعمالات،  
استعارہ اور تشبیہ سے بالکل الگ تھلگ ہوتے ہیں۔ یہاں لفظ اپنے حقیقی معنی میں مطلقاً  
استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے معنی ہمیشہ مجازی ہوتے ہیں مگر ان معنی مجازی اور لفظ مستعملہ  
میں کوئی نہ کوئی قرینہ مراد ضرور ہوتا ہے یعنی کبھی کل بول کر جزو مراد لیتے ہیں اور کبھی جزو بول  
کر کل۔ کبھی سبب بول کر مسبب اور کبھی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔ کبھی ظرف  
بول کر مظلوف اور کبھی مظلوف بول کر ظرف اسی طرح چند اور قرینے بھی ہیں لیکن شاعری میں  
عموماً مذکورہ بالا قرینے ہی استعمال ہوتے ہیں۔ بہر حال مجاز مرسل بھی تشبیہ، استعارہ اور کنایہ کی  
طرح سے آرائش کلام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے محل استعمال سے کلام ابلغ ہو  
جاتا ہے۔

فیض ہے یا شہ تسنیم زالاتیرا  
آپ پیاسوں کے بخش میں ہے دریاتیرا

حقیقی اور ادبی جائزہ - علامہ شمس بریلوی، مطبوعہ کراچی ۱۵۹/۱۵۸

یہاں عزت بول کر منظور یعنی دریا بول کر پانی مراد لیا ہے ۷  
 بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا  
 خود بھجا جائے کلیجہ مرا پھینٹا تیرا

## علم عروض

حضرت رضا بریلوی کو دیگر علوم و فنون کی طرح علم عروض پر بھی ماہرانہ دسترس حاصل تھی۔ صنائع  
 بدائع اور علم عروض پر حضرت رضا بریلوی کی تحقیقی تصنیفات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جیسا کہ اس کی  
 ایک جھلک حضرت رضا بریلوی کی علمی و ادبی خدمات کے تحت سامنے آچکی ہے۔ اگر اس  
 موضوع پر تحقیق و تفحص سے کام کیا جائے تو حضرت رضا بریلوی کی شخصیت یگانہ روزگار کی  
 حیثیت سے سامنے آسکتی ہے۔

چنانچہ علامہ محمد قمر الحسن قمر بستوی ایم اے علیگ حضرت رضا بریلوی کی ایک شہرہ آفاق  
 نعت کا علم عروض کی روشنی میں تجزیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔  
 "اس نعت میں اس قدر تسلسل ہے کہ زیر و بم کی نغمگی قلب و دماغ پر سرعت سے  
 اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر ذرا بھی حرکتوں میں تبدیلی کر دی جائے تو لفظوں کا باہمی ربط برباع  
 ہو جائے۔"

بحر سالم کی افادیل عروضی کے دو سبب خفیف اور ایک و تد مجموع کی ترکیب  
 سے وزن میں اس قدر روانی پائی جاتی ہے جیسے کوئی کوہ البرز کی وادیوں کی سخت  
 چٹانوں سے رستا ہوا میٹھا پشمہ فاز سے نشیب کی جانب گ رہا ہو اور اس کی روانی  
 سے پیدا ہونے والی آواز پر وہ سماع پر ایک ابہتاج انگیز اثر چھوڑ رہی ہو۔ مثال  
 کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

مُسْتَفْعِلُنْ وہ بھی نہیں وہ بھی نہیں	مُسْتَفْعِلُنْ یہ بھی نہیں یہ بھی نہیں	مُسْتَفْعِلُنْ مہرِ سما مشکِ ختا	مُسْتَفْعِلُنْ رخِ دن ہے یا شبِ زلفِ یا
--	--	--	---

وزن کا تسلسل موضوع کے تسلسل کو مستلزم ہے۔ افاغیل عروضی کی بحر جز اگرچہ اس میں دو سبب حقیقت کے بعد ایک و مجموع کا التزام ہے مگر موزونیت میں یہ بحر بڑی وسعت کی حامل ہے اس بحر کے موزوں اشعار میں بڑی نغمگی اور ترنم، تسلسل اور ربط و آہنگ اور تہج و موسیقیت اور دل آویزی دیگر بحروں کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس وزن پر موزوں کئے ہوئے اشعار اگرچہ سامع کے ذہن میں معنوی طور پر کوئی گدگدی نہ پیدا کر سکیں مگر نفس وزن سے ذہن خاصا متاثر ہوتا ہے اور غیر شعوری وجدان پیدا ہو جاتا ہے کہ دل ابرہاری کی طرح جھومنے لگتا ہے لیکن اس نعت میں جہاں وزن کی دل آویزی اثر انداز ہے وہیں شعر کے مفہوم و معانی کی بلندیاں بھی سامع کو اس سے کہیں زیادہ متاثر کرتی ہیں۔

اور ڈاکٹر فضل الرحمن شتر مصباحی حضرت رخصتا بریلوی کی علم عروض پر جا بجا کا ذکر کرتے ہوئے ان کی ایک نعت (جس کا مطلع ہے)

سونا جنگل رات اندھیری چھانی بدلی کالی ہے

سونے والو جاگتے رہو چوروں کی رکھولی ہے

کا عروضی نقطہ نظر سے تجزیہ کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

”جیسا کہ تحریر کیا گیا اس بحر کو متدارک مخبون مسکن اخذ سے متماز کرنے

کے لئے بحر متقارب کا کوئی مخصوص رکن لانا چاہیے۔ فاضل بریلوی نے اس نعت کے مطلع میں مخصوص رکن کے ذریعہ بحر کو متعین کر دیا ہے اور انتہائے احتیاط یہ کہ ہر ایسے شعر میں

جس کا ایک مصرعہ بجز متدارک میں سما سکتا تھا۔ دوسرے مصرعے میں کسی لازمی رکن کا اضافہ کر کے رفع اشتباہ کر دیا ہے مثلاً

سپہر تھمبھلا کر سروے ٹنگوں چلے مولیٰ والی ہے

دیکھو مجھ بکس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے  
یہ تینوں مصرعے بجز متدارک میں سما سکتے ہیں لیکن ان کے مصاریح اولیٰ میں خط کشیدہ  
ارکان نے بجز متقارب کو مستعین کر دیا۔  
سامتی سامتی کہہ کے پکاروں سامتی ہو تو جواب آئے

متم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو ۱۰۱

دنیا کو تو کیا جانے یہ لبس کی گانٹھ ہے حیرانہ

اگر یہ صفحات گذشتہ میں حضرت رخصتا بریلوی کی فن سے واقفیت اور فنی رموز و نکات کا ذکر کافی تفصیل سے آچکا ہے مگر اس کے باوجود اس موضوع کو مکمل بنانے کے لئے مزید رخصتا بریلوی کے چند مخصوص فنی رموز و نکات کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے ایک ماہر فن اور وحید روزگار لغت گو کی حیثیت سے ان کا درجہ مستعین کیا جاسکے۔  
چنانچہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں حضرت رخصتا بریلوی کی فنی رموز و نکات سے واقفیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۱۰ ماہنامہ اشرفیہ - مارچ اپریل ۱۹۸۵ء مطبوعہ، نظم گو، ص ۳۳

یہ پھر اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ وہ کوئی ایسی نعت لکھتے جو بے مثل ہوتی۔ چنانچہ ایک نعت انہوں نے صنعت ملمع میں لکھی۔ دراصل ملمع اس صنعت کو کہتے ہیں کہ ایک مصرعہ یا ایک شعر عربی کا ہو اور دوسرا مصرعہ یا دوسرا شعر فارسی کا ہو اس میں زیادہ سے زیادہ میں اشعار ہوا کرتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ملمع مکشوف یعنی جب ایک مصرعہ عربی اور ایک فارسی میں ہو۔

(۲) ملمع محجوب۔ یعنی جب ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا شعر فارسی میں ہو۔

لیکن اعلیٰ حضرت نے ایسے ملمع میں اشعار لکھے ہیں جن میں عربی فارسی ہندی

دھبہ اور ارو چار زبانوں کے الفاظ ہیں۔

لَمْ يَأْتِ زَيْطِرُكَ فِي نَظَرٍ مِثْلِ تَوْنِ شَدِيدٍ جَانَا

جگ راج کوتاج تورے سر سو ہے تجھ کو شبہ دوسرا جانا، ۱۔

یوں ہی حضرت رفنا بریلوی کے قصیدہ درود یہ (سلام) کے بارے میں علامہ شمس

بریلوی اظہار خیال فرماتے ہیں۔

”یہ سلام بھی اسی ساخت کے اعتبار سے اولیات رفنا میں ہے یہ پورا سلام

صنعت بالایلزم اور اس کا مصرعہ اول صنعت ذوقانیتین میں ہے۔ مصرعہ اول میں

حضرت رفنا قدس سرہ نے یہ التزام رکھا ہے کہ مصرعہ ذوقانیتین ہو ساتھ ہی مصرعہ اول

میں قافیہ باعتبار حروف ہمار رکھا ہے۔ میری نظر سے ایسا التزام اب تک نہیں گذرا۔

ذوقانیتین مصرعے شعرا نے ضرور کہے ہیں لیکن حرف ہجائی قید کے ساتھ ذوقانیتین

مصرعے کہنا اولیات رفنا میں شامل ہے۔ ۱۔

ملاحظہ ہوں قصیدہ مذکور کے چند منتخب اشعار

۱۔ معارف رفنا شمارہ ۱۹۸۳ء مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۲۲

۲۔ مدائق بخشش۔ امام احمد رفنا قادری مطبوعہ کراچی صفحہ ۱۹۲

کئے کے بدرالبدی تم پہ کروروں درود طیبہ کے شمس الفصحی تم پہ کروروں درود  
 دل کروٹھٹا مارا وہ کف پا چاند سا (ا) سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود  
 ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب (ب) نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروروں درود  
 تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات (ت) اصل سے غل بندھا تم پہ کروروں درود  
 تم ہو حفیظ و معینت کیلئے وہ دشمن خبیث (ث) تم ہو تو پھر خون کیا تم پہ کروروں درود  
 وہ شب معراج راج وہ صفت محشر کا تاج (ج) کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروروں درود  
 جان و جہاں سچ واہ کیا دل سے حسیب (ح) نبض چھٹیں دل چلا تم پہ کروروں درود  
 ان وہ رہ سنگلاخ آہ یہ پاشاخ شاخ (خ) اے مرے مشکل کشا تم پہ کروروں درود  
 تم سے کھلابا وجود تم سے ہے سب کا وجود (د) تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروروں درود  
 خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ملاذ (ذ) آگے جوشہ کی رضا تم پہ کروروں درود  
 گرچہ میں بید تصور تم ہو عفو و عفور (ر) بخشو و جرم و خطا تم پہ کروروں درود  
 بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز (ز) ایک تمہارے سوا تم پہ کروروں درود  
 آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہی آس (س) بس ہے یہی آسرا تم پہ کروروں درود  
 طارم اعلیٰ کا عرش جس کف پا کا ہے فرش (ش) آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود  
 کہنے کو ہیں عام خاص ایک تمہیں ہو خلاص (ص) بند سے کر دو رہا تم پہ کروروں درود  
 تم ہو شفا کے مرض خلق خدا خود غرض (ض) خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروروں درود  
 آہ وہ راہ صراط بندوں کی کنتی بساط (ط) المدد اے رہنما تم پہ کروروں درود  
 بے ادب و بد لجاظا کرنے سکا کچھ حفاظ (ظ) عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروروں درود  
 لوتہ دامن کہ شمع جھونکوں میں ہے رو جمع (غ) آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروروں درود  
 سینہ ہے کہ داغ داغ کہد و کرے باغ باغ (غ) طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروروں درود  
 گیسو و قد لام الف کر دو بلا نصرت (ف) لاکے تہ تیغ لا تم پہ کروروں درود

تم نے برنگِ خلق جیب جہاں کر کے شق (۱) لوز کا تڑکا کیا تم پہ کمروروں درود  
 لوزیت درہیں فلکِ خادم درہیں ملک (۲) تم ہو جہاں بلو شام تم پہ کمروروں درود  
 خلق تمہاری جمیل خلق بہتارا حلیل (۳) خلق تمہاری گدا تم پہ کمروروں درود  
 طیبہ کے ماہِ تمام جملہ رسل کے امام (۴) لوزتہ ملکِ خدا تم پہ کمروروں درود  
 گندے نچے کھین مہنگے تو کوڑی کے تین (۵) کون ہمیں پالتا تم پہ کمروروں درود  
 گرنے کو ہوں روک لو غوطہ لگے ہا کھڑو (۶) اسیوں پر ایسی عطا تم پہ کمروروں درود  
 کر کے تمہارے گناہ مانگے تمہاری پناہ (۷) تم کہو دامن میں آتم پہ کمروروں درود  
 ہم نے خطا میں نہ کمی تم نے عطا میں نہ کمی (۸) کوئی کمی سرور اتم پہ کمروروں درود  
 کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے (۹) ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کمروروں درود  
 حضرت رخصتا بریلوی کوفن شاعری کے جملہ رموز و نکات سے کما حقہ واقفیت تھی وہ  
 شاعری کے زیر، زبر اور لفظ غرضیکہ تمامی حرکات و سکنات سے آشنا تھے چنانچہ انہوں  
 نے اپنے ایک قصیدے میں ایک جگہ لفظ خط توام کا استعمال فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں یہ

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک  
 حن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما لوز کا

ہمان شکل پاک ہے دولوں کے طنے سے عیاں  
 خط توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ لوز کا  
 مولانا وارث جمال قادری ان اشعار کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے خط توام کے  
 بارے میں لکھتے ہیں :

۱۔ امام شعر و ادب - مولانا وارث جمال مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۸۹

**خطِ توأم** | وہ خط ہے جس کے لکھنے کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ کاغذ کے دو صفحے لئے جاتے صفحہ ۱ پر مضمون کا ایک حرف اور صفحہ ۲ پر مضمون کا دوسرا حرف لکھا جاتا اس طرح سے مضمون کو پورا کیا جاتا۔ پہلے دونوں صفحوں میں سے صرف ایک ہی بھیجا جاتا جب پہلا صفحہ اپنی منزل تک پہنچ جاتا تو دوسرا صفحہ ارسال کیا جاتا۔ اس کے بعد مکتوب ایہ خط کے ان دونوں ٹکڑوں کو آٹنے سامنے رکھ کر خط کا مفہوم آسانی سے سمجھ جاتا تھا۔ فوجی، ملکی، سیاسی یا کسی بھی نوعیت کے اہم رازوں کو ادھر ادھر کرنے کے لئے یہ طریقہ بھی اپنایا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر درج ذیل مضمون کو ملاحظہ فرمائیں۔

ہندوستان میں ایک قومی نظریہ کے فتنہ کا بانی اکبر بادشاہ ہے جس کا بچا پلنار کے ساتھ مجددِ اہلِ ثانی نے مکمل استیصال فرمایا اور پھر تو دھویں صدی ہجری میں اسلامیان ہند کو اپنی لپیٹ میں لے کر ترک موالات کی شکل میں ایک طوفان بن کر اٹھا جو امام احمد رضا بریلوی کی علمی عبقریت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔

دکھنا، شعروادب، مولانا وارث جمال، مطبوعہ اعظم گڑھ ۸۹





(۷)

زبان و بیان سے واقفیت

شاعر کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے عہد کا ترجمان ہوتا ہے وہ جو کچھ دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اور جو کچھ اس پر گزرتی ہے اس کو وہ اپنی زبان اپنے بیان اور اپنے انداز و لہجہ میں نظم کرتا ہے۔ کسی بھی شاعر کی تخلیقات کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد آسانی کے ساتھ اس کی تخلیقات کی زبان و بیان کا تعین کیا جاسکتا ہے کہ یہ فلاں عہد کا شاعر ہے اس کی زبان فلاں عہد کی ہے۔

حضرت رفنا بریلوی کے زمانے میں شاعری کا بڑا غلغلہ تھا زبان و بیان کی دھوم مچی ہوئی تھی خصوصاً داغ دہلوی کی شاعری اور ان کی زبان و بیان کی صفائی و سحرانی نیز شوخی کلام قبول عام کی سند حاصل کر چکی تھی بچے بچے کی زبان ران کے اشعار گونج رہے تھے اور فردوس گوش بنے ہوئے تھے۔ ان کی شہرت نے ان کے رنگ کو ٹیکسالی رنگ میں رنگ دیا تھا۔

شاعر اپنے زمانے اور ماحول میں جیسی شاعرانہ خصوصیات کو اپنانا اپنے لئے لازمی قرار دیتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کی شاعری عام قبولیت کی سند سے محروم رہ جائیگی چونکہ انیسویں صدی کے ربع آخر میں اردو شاعری کا آفتاب نصف النہار تک جا پہنچا تھا اور اردو شاعری ایک مہذب و متحضر قطع کے سانچے میں ڈھل چکی تھی اور داغ دہلوی کے زبان و بیان کی دھوم مچی ہوئی تھی اور تمام شعراء داغ، امیر مینائی اور اسیر نکھنوی جیسے بزرگوں کے رنگ اور ان کی زبان و بیان کی تقلید کر رہے تھے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت رفنا بریلوی یا داغ دہلوی اور ان کے ہم عصر مشاہیر و مقدر شعراء کی زبان و بیان کا معیار کیا تھا؟ اور وہ کون سا وصف تھا جو قبول عام کا سبب تھا؟

اس سوال کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبان کی صحت کے ساتھ ساتھ سلاست، سادگی، پاکیزگی اور صفائی اس دور کی شاعری کا وصف اور مقدر تھی۔ چنانچہ

علامہ شمس بریلوی حضرت رَمنا بریلوی کی زبان کے بارے میں مختصر از میں:

حضرت رَمنا قدس سرہ کی زبان کے سلسلے میں ان کے معاصرین کی شاعری سے پھیلے اوراق میں بہ طور نمونہ کچھ شعر پیش کئے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ حضرت رَمنا اپنے معاصرین کا زبان دانہ میں کہاں تک ساتھ دے سکے ہیں اور ان کی زبان کی شستگی، سنگتگی اور سلاست ان کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن میں نے حضرت رَمنا قدس سرہ جیسے باکمال نعت گو کی سلاست زبان اور اس کی شستگی کے لئے ان کے معاصرین کی عشقیہ شاعری کو پیش کیا ہے جیسا کہ کسی جگہ عرض کر چکا ہوں۔ عشقیہ شاعری میں زبان و بیان کے لئے حدود معین ہیں اور نہ ہی اس کے آداب و لوازم۔ آپ جس مضمون کو چاہیں زبان کی چاشنی، بیان کی ندرت اور انداز بیان کے تسکین کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن نعت میں شاعر کو بڑی ہشیاری کے ساتھ حدود آداب کے اندر رہتے ہوئے قدم اٹھانا پڑتا ہے نہ یہاں بے راہ و می کی گنجائش ہے اور نہ ہی بے باکی کی یہ رُ۔

اسی لئے تو جناب محسن کا کوروی نے تحدیث نعت کے طور پر اپنی زبان و بیان کے بارے میں کہا تھا مے

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لئے

زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لئے ۲

اور حضرت رَمنا بریلوی جناب محسن کا کوروی سے دو قدم آگے بڑھ کر فرماتے

ہیں

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدی نکلی شاخ

مانگوں نعت نبی نکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

۱۔ تحقیقی اور ریل بانو ۵۔ علامہ شمس بریلوی، مطبوعہ کراچی ص ۷۷

۲۔ ان میں نعت شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق، مطبوعہ کراچی ص ۲۳۵

ڈاکٹر الہی بخش اختر اعوان حضرت رخصتا بریلوی کے انداز بیان کی پذیرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”جس طرح ان کے بیان کی توضیح و شواہد ہے اسی طرح انداز بیان کی توضیح و شواہد ہے ان کا خلوص، ان کا جذبہ صداقت، ان کا والہانہ عشق، ان کی عقیدت، ان کا تبحر علم، ان کی روحانی بلندی، ان کی زباں دانی، ان کی فصاحت و بلاغت، ان کا تخیل، ان کا تفکر اور سب سے بڑھ کر ان کی پرکشش اور ہمہ جہت شخصیت ان کے انداز بیان کی قوس و قزح کے حسین رنگ میں ان رنگوں کے حسین امتزاج کا دوسرا نام جناب رخصتا کا انداز بیان ہے۔“

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدی منگلی شاخ

مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

اس شعر میں نازک خیالی، تخیل کی بلندی و آفرین، نکتہ آفرینی، خیال کی ندرت، فکر کا اچھوتا انداز اور جذبے کا تقدس قابل ستائش ہے۔ روح قدس سے طوبیٰ کی سب سے اونچی سیدی شاخ کی طلب اور اس شاخ کے قلم سے نعت نبی لکھنے کی تمنا نے شعر کو فن کی اعلیٰ ترین منزلوں پر پہنچا دیا ہے۔ پھر یہی نہیں شاعر کے خلوص نے انداز بیان میں وہ مہک پیدا کر دی ہے جو انہیں کا حصہ ہے۔“

چنانچہ غالب نے کیا ہی خوب کہا تھا

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

ملاحظہ ہوں حضرت رخصتا قدس سرہ کے کلام سے زبان و بیان کی گلکاریاں زبان

کا لطف اٹھاتے ہوئے بے ساختگی کا مشاہدہ کیجئے۔ فرماتے ہیں

ملا عرفانِ رخصتا، ڈاکٹر الہی بخش اختر اعوان، مطبوعہ انجم گڑھ ص ۶۳/۶۴

غم ہو گئے بے شمار آقا  
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا  
مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے  
گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی  
تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے  
جس کی مرضی خدا نہ ٹالے

بندہ تیرے نثار آقا  
آقا! آقا! سنو آقا  
تم کو تو ہے اختیار آقا  
ڈوبا! ڈوبا! اتار آقا  
میں وہ کہ بدی کو عار آقا  
میرا ہے وہ نام دار آقا

مصطفیٰ خیر الوری ہو  
اپنے اچھوں کا لصدق  
کس کے پھر ہو کر میں تم  
بد نہیں تم ان کی خاطر  
ہم وہی قابل سزا کے  
وہ کس روضے کا چمکا

سرور ہر دوسرا ہو!  
ہم بدوں کو بھی بنا ہو  
گر تمہیں ہم کونہ چاہو  
رات بھر رو کر ا ہو  
تم وہی رحم خدا ہو  
سر جھکا و کج کلا ہو

راہ پر خار ہے کیا ہونا ہے  
خشک ہے خوں کہ دشمن ظالم  
تن کی اب کون خبر لے ہے ہے  
ہائے بگڑی تو کہاں آ کر ناؤ  
ان کو رحم آئے تو آئے ورنہ  
ساتھ والوں نے یہیں چھوڑ دیا

پاؤں اذکار ہے کیا ہونا ہے  
سخت خو بخوار ہے کیا ہونا ہے  
دل کا آزار ہے کیا ہونا ہے  
عین منجہ ہا ہے کیا ہونا ہے  
وہ کڑی مار ہے کیا ہونا ہے  
بے کسی یار ہے کیا ہونا ہے

پھرنہ کروٹ لی مدینے کی طرف  
من تیرا سناہ دیکھا نہ سنا  
لب سیراب کا صدقہ پانی  
ہو گیا دھک سے کلیجہ میرا  
عاصیو تھام لو دامن ان کا  
ابر رحمت کے سلاخی رہنا  
دیکھ اوزختم دل اپنے کو بھال  
ارے یہ جلوہ گہ جاناں ہے

ارے چل چھوڑو ہانے والے  
کہتے ہیں اگلے زمانے والے  
اے نگہ دل کی بھانے والے  
ہائے رخصت کی سناہ والے  
وہ نہیں ہاتھ بٹکنے والے  
پھلتے ہیں پودے نکلنے والے  
بھوٹ بھتے ہیں تپکنے والے  
کچھ ادب بھی ہے پھر کفنے والے

مندرجہ بالا نمونہ کلام حضرت رفقا بریلوی کے کلام سے چھوٹی بحرول سے پیش کیا گیا۔ شعر کے درمیان چھوٹی بحرول کی خاصی مقبولیت ہے۔ علامہ شمس بریلوی لکھتے ہیں۔

”چھوٹی چھوٹی بحرول میں غزلیں کہنا متوسطین اور متاخرین شعرار کا خاص وصف رہا ہے مومن، غالب، داع، امیر مینائی وغیرہم کے یہاں یہ خاص انداز موجود ہے۔ چھوٹی چھوٹی بحرولیں لطف زبان کے اظہار کے لئے اختیار کی جاتی تھیں۔ داع نے ان چھوٹی بحرول میں زبان کی شوخی اور بانگین خوب دکھایا ہے۔“

غزل کے لئے یہ میدان تو بڑا وسیع اور کیف ہے۔ لیکن لغت مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ ایک کڑی منزل ہے کہ چھوٹی بحرول میں مضمون آفرینی کی گنجائش بہت کم ہے۔ مرکبات کی بندش ان میں سمونا ممکن نہیں ہوتا اور لغت میں جس قدر مضمون آفرینی ہوتی ہے اتنی ہی وہ پر کیفیت ہوتی ہے لیکن خامہ رفنا نے ان چھوٹی چھوٹی بحرول میں عجیب عجیب گکاریاں کی ہیں۔“

اب ملاحظہ ہوں طویل اور لمبی بحرول میں حضرت رفقا بریلوی کی زبان کی سلاست

۱۔ تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۹۴

مجھ سے بیکس کی دولت پہ لاکھوں سلام  
مجھ سے بے بس کی ثروت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ جید درود  
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا  
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے  
اس چمک والی زنگت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں  
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے  
ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

صبح طیبہ میں ہوئی بتا ہے باڑا نور کا  
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

بارغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا  
مست بوہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا  
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا



میل سے کس درجہ سہتر ہے یہ پتلا نور کا  
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا  
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا  
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں  
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھر برا تیرا  
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی  
مجھ سے سولا کھ کو کافی ہے اشارہ تیرا  
تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر نہ ڈال  
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں  
تیرے دن اسے بہار پھرتے ہیں  
باہیں رستے نہ جا مسافر سن  
مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

کانٹھ سے جگر سے غم روزگار کا یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو  
دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے بیکی لوٹ لے خدا نہ کرے

چنانچہ حضرت رضا بریلوی کے قصیدہ معراجیہ کی زبان پر اظہار خیال فرماتے ہوئے پرفیض نظام الدین بیگ لکھتے ہیں :

” اس کی زبان نہایت سادہ سشتہ اور با محاورہ ہے۔ روزمرہ کا بر محل اور مناسب استعمال قریب قریب ہر شعر میں نظر آتا ہے۔ زبان کی سلاست یہاں تک ملحوظ رکھی گئی ہے کہ آیات کریمہ یا احادیث کی لمبیچات تک سے امرکافی طور پر بچانے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ معراج کے ذکر میں ایسا کرنا بہت دشوار ہے۔ ایسا نہیں کہ امام احمد رضا کی فکر نے ان مقامات کو چھوٹا کر نہیں جہاں ملمیح کے علاوہ کوئی چارہ نہیں بلکہ ان مقامات کو ایسے سلیس انداز میں بیان کرتے ہیں جہاں اس کی ضرورت ہی ختم ہو جاتی ہے اور مطلب واضح ہو جاتا ہے مثلاً

محبیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل

کھمان جبریت میں سر جھبکائے عجیب حیرت میں وارے تھے

عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ جو صوفی اعتبار سے سماعت رگراں گذرتے ہیں بہت کم استعمال ہوتے ہیں بیشتر خالص اردو کے مترجم الفاظ مصرعوں میں نیگننے کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں سے

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رت سہمانی گھڑی پھرے گی

رہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

اکھی جو کہ درہ منور وہ نور رسا کہ راستے تبصر

گھرے تھے مادل بھرے تھے جل نخل امڈ کے جنگل میں بے تھے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام احمد رضا کی زبان کی یہ سشتگی مرنی اور غیر مرنی دونوں تھی۔ مرنی اس لحاظ سے کہ فن شاعری کے ذوق نے انہیں اساتذہ فن کے اوتکار سے آشنا کیا ہوگا۔ ان کا زمانہ باعتبار ترقی زبان کلاسیکی عہد ہے یہ وہ زمانہ ہے جس میں

و آغ و بلہوی کی فصیح البیانی اور سحر طرازی کا طوطی بول رہا تھا۔ کوئی وجہ نہیں کہ و آغ کی شیریں بیانی حضرت رضا کے گوش زمرہ نوش نہ ہوئی ہو جبکہ ان کے برادر خورد مولانا محمد حسن رضا خاں و آغ کے شاگرد تھے۔ لہذا زبان کی سادگی اور صفائی یہ بطور خاص ان کی توجہ رہی ہوگی۔

زبان کی سادگی غیر مرئی اس لحاظ سے کہہ رہا ہوں کہ ان کے تہنیت نامہ معراج میں مضامین کی آورد نہیں بلکہ آمد ہی آمد ہے۔ بیان میں تصنع کے بجائے خلوص کی کار فرمائی ہے۔ ان کی فکر شعری کے سوتے ذہن سے نہیں بلکہ قلب کی گہرائیوں سے پھوٹتے ہیں۔ اپنے معراج نامے میں امام احمد رضا نے عروس فن کے لب و رخسار کو خاص طور پر الفاظ اور بندشوں کے سامان آرائش سے بجا پایا ہے اور اس کاوش میں ایک ماہر فن کی جواہر دستی کا پورا پورا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں فن کے تمام محاسن موجود ہیں جو ایک ایسے فن پارے میں ضروری سمجھے جاتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں کلام رضا سے بیان کی وجد آفریں جھلکیاں جو دیدنی ہیں۔

بکار خویش جیزانم اغثنی یا رسول اللہ

پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ

ندارم جز تو ملجائے ندانم جز تو ماواے

توئی خود ساز و ساز نام اغثنی یا رسول اللہ

شہا بکس توازی کن طبیباً چارہ سازی کن

مریضی درد عصبانم اغثنی یا رسول اللہ

اگر رانی دگر خوانی غلام انت سلطانی

دگر حزن معنی دانم اغثنی یا رسول اللہ

بکہف حتم پرور زقطیرم منہ کمت

سگ درگاہ سلطانم اغثنی یا رسول اللہ

ملاحظہ معراجیہ۔ پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ، مطبوعہ کراچی ص ۳۱/۳

رضایت سائل بے رتوی سلطان لاتہر  
شہا بہرازیں خواہم اغثنی یا رسول اللہ

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام  
یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام  
خوبی انہیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام  
تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام  
کلے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے

عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السلام  
لمجاہ بارگاہ و عار و اثر کی ہے

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام  
راجت انہیں کے قدموں میں شوریدہ ہر کی ہے

خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام  
مرہم نہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام  
یہ جلوہ گاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے

سب کرو فر سلام کو حاضر ہیں السلام  
لوٹی نہیں تو خاک پہ ہر کرو فر کی ہے

اہل نظر سلام کو حاضر ہیں السلام  
یہ گروہی تو سر رہ سب اہل نظر کی ہے  
آنسو بہا کے بہہ گئے کالے گز کے ڈھیر  
ماضی ڈباؤ جھیل یہاں چشم تر کی ہے

بے بسی ہے جو مجھے پریش احوال کے وقت  
دوستو! کیا کہوں اس وقت تمنا کیا ہے  
کاش فریاد مری سن کے یہ فرمائیں حضور  
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے  
کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے  
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے  
کس سے کہتا ہے کہ شہر خیر لیجے مری  
کیوں ہے بے تاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے  
اس کی بے چینی سے ہے خاطر اقدس پہ ملال  
بے کسی کیسی ہے پوچھو کوئی گذرا کیا ہے  
یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے  
اس سے پریش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے  
آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رسل  
بندہ بکیں ہے شہارِ حم میں وقفہ کیا ہے  
اب کوئی دم میں گرفتارِ بلا ہوتا ہوں  
آپ آجائیں تو کیا خوف ہے کھٹکا کیا ہے

سن کے یہ عرض مری بحر کرم جوش میں اُسے  
یوں طلائک کو ہوار شاد ٹھہرنا کیا ہے

کس کو تم موردِ آفات کیا چاہتے ہو  
ہم بھی تو اُس کے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے

ان کی آواز پہ کراکھٹوں میں بے ساختہ شور  
اور تڑپا کر کے کہوں اب مجھے پروا کیا ہے

یو وہ آیا مرا حامی مرا عم خوارِ احم  
اگئی جاں تن بے جاں میں یہ کہنا کیا ہے

پھر مجھے دامنِ اقدس میں چھپالیں سرور  
اور فرمائیں ہو اس پہ نقتا نہ کیا ہے

اس طرح یہ پوری نظم انداز بیان کی ایک ایسی اچھوتی مثال ہے جس کا کوئی  
جواب نہیں۔ چند اور منتخب اشعار اسی قبیل کے ملاحظہ ہوں۔  
تاسفلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی  
مشکل آسان الہی مری تنہائی کی

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرتے  
بکیسی لوٹ لے خدا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں  
کون ان بزموں پہ سزا نہ کرے

سب طبیعوں نے دے دیا ہے جواب  
آہ عیسیٰ اگر دوانہ کرے

دل میں روشن ہے شمع عشقِ حصور  
کاش جوشِ ہوس ہو انہ کرے

لے رضا سب چلے مدینے کو - !

میں نہ جاؤں ارے خدانہ کرے

حضرت رضا بریلوی کا یہ سارا وصف بہ ساری خوبیاں کسی استاد کی رہنمائی کی بدولت نہیں حاصل ہوئی تھیں بلکہ مبداءِ فیاض نے خود اپنی جانب سے تجربہ علمی کی شکل میں مرحمت فرمائی تھیں جس کی وجہ سے انہیں کسی استاد کی رہنمائی کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی۔ تجربہ علمی نے ان کے اسلوبِ رنگارنگ کو اتنا پختہ بنا دیا تھا کہ ان کی انشائیہ رد از میں کسی کو انگشتِ نمائی کا موقع ہی نہیں ملتا۔ ان کے تجربہ علمی کا یہ عالم تھا کہ جب وہ کسی مفہوم کو تحریر کا جامہ پہنانے کا ارادہ کرتے تو الفاظِ معانی کے تناسب سے خود تحریر کا لباس زریں پہن کر اتر آتے۔ چنانچہ ایک فاضلِ ملک شیر محمد خاں اعوان اپنے مقالہ مولانا احمد رضا خاں کی لغتِ شاعری "میں رقمطراز ہیں۔

"مولانا کے اشعار علم و عرفان کی ایک دنیا اپنے اندر رہنا رکھتے ہیں۔ مرزا سودا کے مستعار کہا گیا تھا کہ وہ الفاظ کے بادشاہ تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے جس لفظ کو چاہتے شعر میں چسپاں کر دیتے اور وہاں یہ لفظ نیکنے کی طرح جڑ جاتا اگر اسے نکال کر کوئی اور لفظ استعمال کیا جاتا تو کلام کا مزہ پھیکا پڑ جاتا میں مولانا کے متعلق بھی بجا طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ الفاظ و معانی کے بادشاہ تھے۔"

مولانا احمد رضا خاں کی لغتِ شاعری - ملک شیر محمد خاں اعوان، مطبوعہ لاہور ص ۳۶

(۱۱۱)

علاقائی بولیوں سے واقفیت

مقامی بولیوں میں لغت گوئی



حضرت رضا بریلوی علاقائی اور مقامی بولیوں پر بھی عالمانہ دسترس رکھتے تھے ان کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کے غار مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علاقائی اور مقامی بولیوں سے کس حد تک واقف تھے وہ الفاظ یا وہ بولیاں جو مختلف بلاد و اصرار کے علاقوں میں بولی جاتی تھیں یا بولی جاتی ہیں جو معنوی نقطہ نگاہ سے ادب میں جگہ پانے کی مجاز تھیں مگر حضرت رضا بریلوی کے عہد تک کے شاعروں اور ادیبوں کی فکری جولانگاہ بننے سے محروم رہ گئی تھیں ان ارباب سخن نے ان الفاظ کو محض ناما لوسبت کی بنا پر نظر انداز کر دیا تھا۔ مگر ایک شاعر و ادیب کا یہ طریقہ کار قطعی نہیں ہونا چاہیے کہ لفظ کی وسعت و معنویت کے باوجود اس کو فراموش کر دے بلکہ ایک شاعر و ادیب کو اپنے مضافات میں بولے جانے والے الفاظ پر گہری نظر رکھتے ہوئے ان کو اپنی نگارشات میں مزین کر کے ان کو فروغ دینا چاہیے۔

جب ہم اس نقطہ نظر سے حضرت رضا بریلوی کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں تو اس طرح کے الفاظ ان کے کلام میں اچھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔ چونکہ مقالہ نگار مشرقی اتر و دیش کا متولد و متوطن ہے اس لئے مشرقی اتر و دیش میں بولے جانے والے الفاظ اور بولیوں سے کافی حد تک واقفیت رکھتا ہے اس لئے کلامِ رضا سے ایسے الفاظ کے انتخاب میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے مگر اس کے باوجود بھی جن علاقوں کی بولیوں سے قدرے شناسائی ہے اس کی بھی نشاندہی کی جائے گی۔ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی حضرت رضا بریلوی کی اسی بصیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

اب میں دو چار منٹ آپ کے اور لوں گا تا کہ امام احمد رضا خاں صاحب کے زندگی کا وہ گوشہ پیش کروں جس میں ان کی ذات سب سے زیادہ کامیابی سے جھلکتی ہے یعنی ان کی نعت گوئی۔ ملاحظہ فرمائیے کہ ان کی نعتوں میں ہنح کر الفاظ نئی معنویت حاصل کر لیتے ہیں۔ میں آج ہی پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو پستیوں

سے ابھار کر عیسیٰ اومیوں کو پستیوں سے نکال کر انسانیت کی منزل تک پہنچا دیا اور اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انٹالوں کی قدر و منزلت کی امام احمد رضا نے اپنی لغتوں میں اردو کے الفاظ کی وہی قدر و منزلت کی یہ لیت اور حقیر الفاظ ان کے یہاں آکر بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں مثلاً

میل سے کس درجہ سحر ہے یہ پتلا نور کا

ہے گلے میں آج تک کوراہی کرتا نور کا

یہ شعر جب میرے سامنے آیا تو میں نے غور کیا کہ یہ لفظ تو ہمارے بچے بھی نہیں جانتے کہ کوراہی کسے کہتے ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ کوراہی ہمیں لباس تقویٰ کی طرف لے جاتا ہے جو قرآن کی ایک مستقل اصطلاح ہے یعنی جو لباس تقویٰ کا ہے وہی سب سے اچھا لباس ہے۔ مثلاً یہ دوسرا شعر ملاحظہ ہو

کیا بنا نام خدا اسرہی کا دولہا نور کا

سر میں بہر انور کا بر میں سہانا نور کا

اب آپ یہ دیکھئے کہ شادی کی نسبت سے رسوم اور یہ معراج نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ معراج ہے اور معراج کا واقعہ معراج کبریٰ ہے اسی

معراج کبریٰ سے یہ لفظ دولہا جس طرح ایک نقطہ معراج کی طرح یہاں آتا ہے اس کا

جواب نہیں۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اردو کی لغت مرتب فرما رہے ہیں اور آپ یہ غور فرمائیے

کہ آج واقعی اردو کی لغت مرتب کرنے میں بہر انور کا، انلی نور کا، اہلا نور کا، نور انور کا

یہ وہ الفاظ ہیں جو اردو میں متروک ہو جاتے اگر امام احمد رضا خاں نے ان کو اپنی لغتوں

میں استعمال نہ کیا ہوتا۔۔۔

چنانچہ حضرت رمنابرلیوی فرماتے ہیں سے

وہ سرگرم شفاءت میں عرق انشاں ہے پیشانی

مکرم کا عطر حندل کی زمیں رحمت کی گھائی ہے

لفظ گھائی مشرقی اتر پریش کے منافیاتی علاقوں میں بولا جاتا ہے خصوصاً ان علاقوں

کے یہی علاقوں میں جو سرحدوں سے جاملتے ہیں خود مقالہ نگار نے اس لفظ کو پارہا پری

واری کی زبان سے سنا ہے

کبھی زندگی کے ارماں کبھی مرگ انوکا خواہاں

وہ جیسا کہ مرگ تریاں وہ مونا کہ زینت نایا

کچھ روح پاں صبا یا

اسی طرح لفظ جیا اور موا بھی ہے جو بیٹے اور چنے (زندگی اور دست) کی جگہ بول

جاتا ہے اور خصوصاً اس لفظ کو مشرقی اتر پریش کے منافیاتی علاقوں میں اہل ہند

بولتے ہیں

یاں بھی دارغ سجدہ طیبہ سے متغایوزکا

اے نتر کیا تیر سے ہی مانتے ہے ٹیکانورکا

لفظ ٹیکا جو تشنہ (اور بندیا) کا ہم معنی ہے تقریباً پورے ہندوستان کے

شمالی علاقوں میں بولا جاتا ہے جس کے اہل ہندو اپنی عام بول چال کی زبان میں استعمال

کرتے ہیں

تاج والوں کا یہاں خاک یہ مانتا دیکھا

سارے داراؤں کی دارا ہونی دارانی دست

۱۱۵ | مہا صائق بخشش دوم مطبوعہ مہینہ ہندی ۱۱۵

۱۱۵ | مہا صائق بخشش اول مطبوعہ مہینہ ہندی ۱۱۵

۳۲ | " " اول " " ۳۲

۳۲ | " " دوم " " ۳۲

اسی طرح لفظ ماتھا کا استعمال بھی بالکل لفظ ٹریکا کی طرح ہے۔  
 ہم بھی چلتے ہیں ذرا قافلے والو کھٹھرو!  
 گھٹھریاں تو شہ امید کی بندھ جانے دو۔  
 لفظ گھٹھری بھی مشرقی اصناف کے سرحدی مصنفاتی علاقوں میں بولا جاتا ہے۔  
 وسط گلستان میں نہر نہر کے ہر سمت دوہ  
 دوہ میں بوئے ہزار بولوں میں درعدن  
 حضرت رنبار بلوی نے اس شعر میں لفظ دوہ کا استعمال کیا ہے۔ دوہ ایک  
 مخصوص گھاس ہوتی ہے جس کو جالوز بہت پسند کرتے ہیں یہ حضرت رنبار بلوی کی ایسی  
 انفرادیت ہے کہ اس لفظ کو اپنے لغتی تفسیر میں استعمال فرمایا۔ اس لفظ کو بھی مشرقی  
 اتر ویش کے مصنفات میں استعمال کیا جاتا ہے اور خصوصاً وہ لوگ استعمال  
 کرتے ہیں جو زراعت پیشہ ہیں۔

جب سے شہ سلج نے زک شہ ایرال کو دی  
 سک زک کے عوہن کوڑیوں کا ہے حلین  
 لہنا کڑی کا شمار مقامی بولیوں کے زمرے میں ہوتا ہے۔  
 کچھ ترے پر وانے کو نام کی پروانہ ہو  
 لاکھ جلیں ساتوں شمع بارہ کنولوں لکن

کالی بندھ دھارے پیچھے کہ مچھلی ڈگن

۱۔ حلالی بخش کامل مطبوند کراچی

۲۔ حلالی بخش مطبوعہ بریلی

۳۔ حلالی بخش حلالی مطبوعہ بریلی



تجھ سے دور سے تنگ اور گھٹے محکونبیت  
بیر جاگرن میں بھی ہے دور کا ڈورا پیرا

آپ رتھیر سے کھلنا پور سے جئے  
اس ریاض نجا بر سے پہ لاکھوں سلام  
لفظ پیرتا، چک، ڈورا، جمناء، وغیرہ علاقائی بولیاں ہیں سے  
آخر حج غم امتیں پریشاں ہو کر  
تیرہ بختوں کی شفاعت کو بردھارے کیوں

ہکے رہے فوجی پوومی دل جو پھینے سا لگا  
چھک کے مہک میں بھول کی کرتے گی مہا کرپوں

تیرے ابرو کے تصدق میاں کے  
بند کرے ہیں گزفتاروں کے ۳  
مذکورہ اشعار میں حضرت رضی اللہ عنہما پر بلوی نے لفظ "سارہارے" محک "اور کرے"  
کا استعمال کیا ہے۔ یہ الفاظ جنوبی اتر پردیش کے مضافاتی علاقوں میں بولے جاتے ہیں۔  
چند اشعار اور ملاحظہ ہوں سے

دام القیش کل مطبوخہ کراچی ص ۹۰

۲۰ . . . . . ص ۶۹

۳۰ . . . . . ص ۱۶۲

عاقلو ان کی نظر سیدھی رہتے  
 بوروں کا بھی کام ہو جی جائے گا

منزل کر ہی ہے شانِ تسمیٰ کرم کرے  
 تاروں کی چھاؤں لڑ کے لڑ کے سفر کریں

حشر میں کیا کیا منہ رازِ ثقی کے لوں رخصتا

لوٹ جاؤں یا کے وہ رمانِ عالی ہاتھیں

مندرجہ بالا اشعار میں لفظ بوروں، ، راز کے ، اور ، لوٹ جاؤں ، مقامی اور علاقائی  
 بولیوں میں شامل ہیں۔ چنانچہ کچھ علاقائی اور مقامی بولیوں کی نشاندہی عبدالنعیم عزیز نے  
 بھی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: لفظ ، بجار ، جو ساکن کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور خاص  
 طور سے روہیل کھنڈ یعنی بریلی کے علاقوں میں بولا جاتا ہے۔ لفظ ، اہلا ، سیلاب کے  
 معنی میں استعمال ہوتا ہے اور خاص طور سے بریلی کے علاقے میں بولا جاتا ہے اور دہلی  
 لفظ ہے۔ اس کا استعمال حضرت رضوانے کیا ہے اور بریلی خوبصورتی کے ساتھ ملاحظہ

ہوے

نفس یہ کوئی چال ہے ظالم!  
 جیسے خاصے بجار پھرتے ہیں

۱۔ حدائقِ بخشش، کامل، مطبوعہ کراچی ص ۱۹

۲۔ " " " " " " ص ۷۵

۳۔ " " " " " " ص ۸۰





سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے  
سونے والو جاگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرائیں یاں وہ چور بلا کے ہیں  
تیری گھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے ماری رکھے گا  
ہائے مسافر دم میں نہ انا مت کیسی سوتالی ہے

سونایا س ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے  
تو کہتا ہے مسیحا نیند ہے تیری مت ہی زالی ہے

جگڑ چکے پتہ کھڑ کے مجھ تہنا کا دل دھڑکے  
ڈر سمجھائے کوئی پون بے یا اگیا بیتالی ہے

بادل گرجے بجلی رٹپے دھک سے کلیم ہو جائے  
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت سیسی کالی کالی ہے

پاؤں اٹھا اور کھڑو کر کھائی پھر سنبھلا اور اونڈھے منہ  
میں نے کھپلن کر دی اور دھڑک تک کھائی نالی ہے

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ  
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش  
اس مردار پر کیا لپکانا دنیا رکھی بھالی ہے

مولی تیرے عشو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے  
در نہ رہنا سے چور یہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

حضرت رشتا بریلوی کا قصیدہ سراجیہ بھی مقامی بولیوں کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔

پندرہ اشعار طائفہ ہوں سے

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے زمانے طرب کے سماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

یہ جوت بڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک جان بھنی تھی

وہ رات کیا جگمگاری تھی جگمگایاں آئینے تھے

ہنا کے نہروں نے وہ دمکا لباس آپ رواں کا ہنا

کہ موتیں پھریاں تھیں دھار پکا جاتا باں کے تھل تھے

وہی تو اب تک جھنک رہا ہے وہی تو جو بن ٹیک رہا ہے

ہنا نے میں جو گرا تھا پانی کھوڑے تاروں نے بھر لئے تھے

بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ روغن

ہنہوں نے دواہا کی پانی اترن وہ پھول گزار لوز کے تھے

اکھی جو گردِ درہ منور وہ لوز برسا کہ راستے بھبر

گھرے تھے بادل بھرے تھے گل نکل مڈ کے جنگل بل رہے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھجو کا پھوٹا

زور کے جنگل میں پھول پیکا دہر دہر پیر جل رہے تھے

ہوا نہ آخر کہ ایک بجا متوج بجر ہو میں ابھرا

دنی کی گودی میں ان کو نے کرنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

نٹائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا۔

نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے تانبے تھے

(س) اے  
حَقِّقَتْ رَضًا بِرَبِّكَ

قَصَادٌ وَرَبَّاعِيَاتٌ مُشْتَبِهَاتٌ  
 وَوَسَدٌ مَّرْبُوعٌ

نَعْتِ شَاعِرِي كَا حَبِيبُ  
 نَزْوِ

## قصیدہ

حضرت رمضان بریلوی کے لغتیہ دیوان "حدائق بخشش" اول دوم اور سوم میں ان کے قصائد کی کل تعداد تقریباً بارہ ہے جن میں چار قصائد حصہ اول و دوم میں ہیں اور سچھ قصائد حصہ سوم میں حصہ اول میں جو قصائد میں ان کا پس منظر اس طرح ہے۔

① قصیدہ نوریہ

② قصیدہ درودیہ

③ قصیدہ سلامیہ

④ قصیدہ معراجیہ (موسوم بہ درہمنیت شادی اسرمی)

اور حدائق بخشش حصہ سوم میں جو قصائد میں ان کا پس منظر اس طرح ہے۔

① قصیدہ درشان حضرت امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

② قصیدہ درشان حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

③ قصیدہ درشان ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

④ قصیدہ درشان حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

⑤ قصیدہ در اصطلاحات علم ہیئت و نجوم

⑥ قصیدہ درشان حضرت ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

حدائق بخشش حصہ سوم میں دو غیر مکمل قصیدوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

① قصیدہ در اصطلاحات علمیہ

② قصیدہ در بیان آمد بہار ماہ ربیع الاول شریف

بلکہ ان کے علاوہ حضرت رمضان بریلوی کے دوسرے قصیدوں کا ذکر بھی الگ سے ملتا ہے جیسے - قصیدتان رائقان -

اور قصیدہ "آمال الابرار" وغیرہ - سراج احمد ستوی

مگر حضرت رضا بریلوی نے ہر ایک قصیدہ میں نعت کی فضا کو بدرجہ اتم قائم رکھا ہے کسی بھی قصیدے میں نعت کی فضا کو مجروح و ملحد نہیں ہونے دیا ہے۔

جناب نظیر لدھیانوی حضرت رضا بریلوی کے لغتہ دیوان "حدائق بخشش" حصہ سوم کے قصائد پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حدائق بخشش" حصہ سوم میں مولانا کے اور بھی کئی اعلیٰ پائے کے قصائد درج ہیں اور بعض سخت مشکل زمیوں میں ہیں۔ شعر ارادو میں صہرت مومن خال مومن نے اہل دول کے بجائے خلفا راشدین رضی اللہ عنہم کی مدح میں قصائد کہے ہیں۔ مومن کے بعد صہرت حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کے مجموعہ کلام میں ایسے بلند پایہ قصائد نظر آتے ہیں۔ جن میں خلفا راشدین اور مشوایان دین کے مناقب اور فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ ..... حدائق بخشش حصہ سوم میں کسی نا درمیز میں ان میں ایک سو پچیس اشعار کا وہ لغتہ قصیدہ بھی ہے جس میں علم ہدایت اور نجوم کی اصطلاحات کے حوالے ہیں۔ یہ قصیدہ اردو ادب میں بے نظیر ہے۔ اس کا مفصل ذکر میں آخر میں کروں گا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح میں جو قصیدہ ہے اس کی زمین نہایت مشکل اور قوافی کا میدان نہایت تنگ ہے۔ پھر بھی اشعار کی تعداد دو سو سولہ ہے اس قصیدہ میں آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جملہ فضائل کے علاوہ عام شاعر کی روش کے مطابق حضرت عمر کے اسپہا زنتار اور تیغ براں کی تعریف میں بھی مستورا اشعار کہے ہیں۔ یہ تمام قصائد اپنی ایک افادی حیثیت رکھتے ہیں۔"

حضرت رضا بریلوی کے جتنے بھی قصائد کا ذکر ملتا ہے وہ سب کے سب مذہبی ہیں اس لئے کہ حضرت رضا بریلوی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے اہلبیت کے علاوہ دیگر لوگوں کی مدح سرائی کو روا نہیں رکھتے تھے اس سلسلے میں وہ اپنے ضمیر کی آواز کو بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کلام رضا نظیر لدھیانوی، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۸۳ھ/۸۲

مکروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا مراون پارہ ناں نہیں

حضرت رتنا بریلوی سے قبل ناز و دلہوی نے بھی کچھ اسی طرح کی بات کہی تھی وہ فرماتے ہیں

ہیں نے لوگوں کی مدح نہیں کی کہ اس سے گدائی کی بو آتی ہے۔ قدر اس معاملے میں کمبو

تھے اس لئے کہ بادشاہوں کی فرمائش سے شعر کہتے تھے یا ان کی مدح میں تاکہ تقرب کا ذریعہ

باقہ آئے۔ میں ان دونوں سے بری ہوں کیونکہ اپنی نشانی چھوڑنے کے سوا کوئی غرض اور مطلب

نہیں ہے اور بادشاہ حقیقی کے سوا کوئی مدح کے قابل نہیں ہے۔ یا ائمہ ہدیٰ کی مدح کرنی چاہئے

کہ موجب ثواب اور کار خیر ہے۔ دیوی اغراض کے لئے اپنے مثل کو سراہتا عقل کے نزدیک مستحسن

نہیں ہے۔

قصیدہ کے چار ارکان ہیں ۱۔ تشبیب یا نیب ۲۔ گریز ۳۔ مدح یا ذم ۴۔ دعا۔

تشبیب کا پہلا شعر قصیدہ کا پہلا شعر مطلع ہوتا ہے اور یہیں سے شاعر کے کمال کا امتحان شروع ہوتا ہے

مطلع کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ بلند پایہ اور شگفتہ ہو۔ اس میں کوئی نئی اور بدلت آئینہ بات

بیان کی جائے تاکہ سننے والا ہمتن گوش ہو جائے اور بعد کے استعار کا اچھا اثر مرتب ہو۔

حضرت رتنا بریلوی نے اپنے تمام قصائد میں مذکورہ شرائط کا اہتمام رکھا ہے چنانچہ جب وہ

قصیدہ سراجیہ کا آغاز فرماتے ہیں تو اس کی تشبیب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں

وہ سرور کشور رسالت جو عش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے زائے طرب کے سامان عرب کے مہمان کے لئے تھے

اور اپنے شہرہ آفاق قصیدہ "قصیدہ در اصطلاحات علم ہدیت و نجوم" کی تشبیب کا

آغاز اس طرح فرماتے ہیں

۱۔ قصیدہ نگاران اتر پردیش۔ علی جواد زیدی۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۲۔

۲۔ اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد نجم۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۸۱۔

خالقِ افلاک نے طرفہ کھلائے سپمن  
اک گلِ سوسن میں میں لاکھوں گلِ یاسمن  
ڈاکٹر ابو محمد سحر نے قصیدے کے لئے ایک اور شرط بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔  
تشبیہ کے لئے ایک اور شرط بیان کی گئی ہے کہ اس کے اشعار مدح سے زیادہ نہ ہوں۔  
ابن رشیق نے اس کو قصیدے کے معانی میں شمار کیا ہے کہ تشبیہ زیادہ ہو اور مدح کم ہو۔  
حضرت فاضل بریلوی نے اس شرط کا بھی پوری طرح التزام رکھتے ہوئے لغت گوئی  
کی فضا کو قائم رکھا ہے۔

قصیدہ کا دوسرا رکن گریز ہے۔ گریز کی یہ خصوصیت ہے کہ تشبیہ اور مدح کے  
درمیان ربط پیدا کرنے کے لئے شاعر کو اپنی تمام تر قابلیت اور صلاحیت کا ثبوت بہم پہنچانا  
پڑتا ہے۔ نفس الامر میں قصیدہ گوئی صلاحیت کی کسوٹی یہی گریز ہے۔ گریز کی بدیہ سور لوتل  
کے ذریعہ تشبیہ اور مدح کے مضمون کو جس قدر ہم آہنگ دکھایا جائے گا اسی قدر شاعر کے  
کمال کا اعتراف کیا جائے گا چنانچہ ڈاکٹر ابو محمد سحر لکھتے ہیں۔  
گریز کا سب سے بڑا حسن یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تشبیہ کہتے کہتے شاعر مدح کی طرف اس  
طرح گھوم جائے جیسے بات میں بات پیدا ہو گئی ہو۔ گریز کی یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے  
وہ قصیدہ کا بہتم بالشان حصہ اور شاعر کے کمال کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ گریز ایک شعر کے ذریعہ سے  
بھی کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ ایک سے زائد اشعار بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔  
چنانچہ حضرت رفقا بریلوی اپنے قصیدہ در اصطلاحات علم ہیئت و نجوم میں گریز کرتے  
ہوئے فرماتے ہیں۔

ملا اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر۔ مطبوعہ نکتہ ۱۹

۲۱/۳۰

مدحتِ غائب ہوئی شوق کی آتش فروز  
گل کی حضوری میں ہو بیل جاں لغمہ زن  
جان و دو عالم نثار وہ ہے مرا تا حصار  
جس کو کہیں جان و ویں جان من ایمان من  
مدحِ سیناں نہ کہہ وصفِ امیراں نہ کر  
خلق انہیں کی حسین خلق انہیں کا حسن

اس قصیدہ میں حضرت رضا بریلوی نے تین اشعار کے ذریعہ گریز کیا ہے۔

قصیدہ کا تیسرا رکن مدح ہے اور لغتہ قصائد میں مدح کو مغز و ماغ کی مانند اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ اس میں سرور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی سعادت حاصل ہوتی ہے لغت گو کو اپنی سکت بھر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب ان کے جو روکھا کوئی نئی جہتوں اور سمتوں میں بیان کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس رکن پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر ابو محمد سکرتمند طراز ہیں۔

۔ قصیدہ کا تیسرا حصہ مدح ہے جس میں شاعر ممدوح کے اوصاف بیان کرتا ہے اس کے عموماً دو ضمنی اجزاء ہوتے ہیں۔ گریز کے بعد پہلے ممدوح کی تعریف صیغہ غائب میں کی جاتی ہے جس کو مدح غائب کہتے ہیں پھر براہ راست ممدوح کو خطاب کر کے تعریف کی جاتی ہے اس کو مدح حاضر کہتے ہیں۔ مدح حاضر کی ابتداء بیشتر نئے مطلع سے کی جاتی ہے: "مدح حاضر" چنانچہ حضرت رضا بریلوی غائب سے حاضر کی طرف گریز کر کے مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مدحتِ غائب ہوئی شوق کی آتش فروز  
گل کی حضوری میں ہو بیل جاں لغمہ زن

مدح حاضر میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سکرتمند۔ مطبوعہ مکتبہ صفا۔





اور مولانا حامد حسن قادری نے ایک نعتیہ رباعی میں جو تھے مصرعے کا اظہار عجیب و غریب انداز میں کیا ہے۔

دنیا میں رسول اور بھی لاکھ سہی  
زیبا ہے مگر حضور کو تاج شہی  
ہے خاتمہ حسن عناصر ان پر  
میں مصرعہ آخر رباعی کے وہی ۱  
اور جناب نظیر لدھیانوی لکھتے ہیں۔

رباعی اصناف سخن میں ایک مشکل صنف ہے۔ بعض لوگ پار مصرعے کے ہر کلام کو رباعی سمجھتے ہیں بخلط ہے۔ قطعات ہر وزن میں کہے جاتے ہیں۔ اور قطعہ کے اشعار کی تعداد بھی مقرر نہیں۔ رباعی کے تمام اوزان ہیں اگر چار ہی نظم رباعی کے مقررہ اوزان میں سے کسی وزن میں نہ ہو تو اسے رباعی نہیں کہہ سکتے اسے قطعہ نہیں کہتے۔ رباعی کے اوزان مقرر ہیں اور اس کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعے کا ہم قافیہ ہوتا ضروری ہے اگر تیسرا مصرعہ بھی ہم قافیہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ فارسی میں عمر خیام اور ابو سعید الواحیدی کی رباعیات بہت مشہور ہیں۔ بے ہند رباعیات ہر شاعر نے کہی ہیں۔ اردو میں میر انیس مزادیر الطاف حسین حالی اور اکبر الازہاری نے کچھ بہت رباعیات کہی ہیں۔ بعد کے دور میں رباعیات کہنے والوں میں عیش نوری، نوری، علی گڑھ، آثر صہبانی، ضیا جعفری اور راقم الحروف شامل ہیں۔ رباعی کی کامیابی کا مختار جو تھے مصرعے کی بے ساختگی اور جستگاری ہے۔ مولانا رضا بلیوکی نے اردو فارسی دونوں زبانوں میں رباعیات کہی ہیں جن میں مختلف مضامین ہیں۔ ۲

رباعی میں اگرچہ زیادہ تر بے ثباتی دینا، شباب کی چہرہ دستیال اور شراب کی دستیال

۱۔ اردو رباعی - ڈاکٹر فرمان صمدی وری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء

۲۔ کلام رہنما۔ نظیر لدھیانوی۔ مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۸۱ء

ہی بیان کی جاتی ہیں مگر اس کے باوجود رباعی کے اندر یہ خوبی ہے کہ اس میں دیگر مضامین و اشعار کو بھی تلمبہ کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر فرمان فتحپوری لکھتے ہیں۔

”رباعی اپنے اختصار کے باوجود اپنے اندر بڑی معنویت و وسعت رکھتی ہے اور اس میں غزل قصیدہ مثنوی مرثیہ اور دوسری اصناف شعر کی خصوصیات جذب کر لینے کی صلاحیت ہے۔“

پھر لکھتے ہیں۔

”رباعی نے ہمیشہ وقت کے تقاضوں کا ساتھ دیا ہے اور جدید رجحانات کو اپنایا ہے۔ معنوی حیثیت سے رباعی میں غزل کی سی لچک اور وسعت ہے جس طرح مختلف دور کی غزلیں مختلف رجحانات کی نمائندگی کرتی ہیں بالکل اسی طرح رباعیات بھی اپنے عہد کی آئینہ دار نظر آتی ہیں اسلئے رباعی کے موضوعات کی حد بندی نہیں کی جاسکتی۔ خاص طور پر آج اردو فارسی رباعی میں زندگی کے جن گونا گوں مسائل کا ذکر ملتا ہے ان کی روشنی میں قدیم تذکرہ نگاروں کی یہ رائے درست نہیں معلوم ہوتی کہ رباعی میں صہرت اخلاقی یا فلسفیانہ مضامین نظم کئے جاتے ہیں۔“

غالباً اسی وسعت و معنویت کی بنا پر لغت گو شعرا نے رباعی میں نعتیں اور مدح و مناسبت تلمبہ کئے ہیں ورنہ لغت جو بذات خود ایک مشکل صنعت سخن ہے جہاں قدم قدم پہ احتیاط کے نقب پاسداری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جہاں ادنیٰ سی لغزش دارین کی ہزیمت و رسوائی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے ایسی صورت میں رباعی میں مدح و منقبت جوئے شیر لانے سے کم نہیں مگر حضرت رہنما بریلوی کا یہ کمال دیکھئے کہ ان ساری مشکلات کے باوجود بھی انہوں نے رباعی میں خوب خوب مدحت و منقبت گوئی کے فرائض انجام دیئے ہیں اور رباعی کی عام

طے اردو رباعی۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری۔ مطبوعہ لاہور ص ۲۶

۲۲/۲۲

فضا کو بدرجہ اتم قائم رکھا ہے اور مدح و مناقب کے وقار پر بھی حرف نہیں اُٹنے دیا ہے جیسا کہ صفحات گذشتہ میں مذکور ہوا کہ رباعی کے لئے کچھ شرائط ہیں یعنی رباعی کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا اور ان کا مخصوص ہونا پورے مضامین کا احاطہ اور اس کی وضاحت۔ حضرت رضنا بریلوی نے ان تمام شرائط کے التزام کے ساتھ ساتھ اپنی فارسی رباعیات میں قافیہ کا التزام جوڑا ہے جہاں کے اعتبار سے کیا ہے جو اولیات رضنا سے ہے اور جس سے تجویبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس صنف سخن پر ان کو کس قدر قدرت حاصل تھی۔ گویا حضرت رضنا بریلوی کی قدرت شعر گوئی، آگہی فکر و نظر اور فنی بصیرت نے رباعی کے فن کو پانی پانی کر دیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں فارسی رباعیات سے نمونہ کلام ہے

باعتبار عروض ہجا۔

ربی آر بی الر جبار عبد القادر  
الدار وسیعہ و ذوالدار کریم  
در حشر کہ جناب عبد القادر  
از تا دریاں بجز اگانہ حساب  
اے عاجز تو قدرت عبد القادر  
از حرمتِ این قدرت و دولت بشتا  
وین را اصل حدیث عبد القادر  
او ما یقول عن الہویٰ این شش  
این رفعت بخش تاج عبد القادر  
اں تاج و سراج باز بر کن یارب  
یاک ست زباک طرح عبد القادر  
جرش کہ تو انداز کلک قدرت

از عمودنا الدطار عبد القادر  
بدر نا حیث بار عبد القادر  
چوں نشتر کنی کتاب عبد القادر  
مدے شمر از حساب عبد القادر  
محتاج ورت دولت عبد القادر  
بر عاجز بر حاجت عبد القادر  
اہل دین را معیث عبد القادر  
قرآن احمد حدیث عبد القادر  
پر لوزکن سراج عبد القادر  
بستاں ز شہاں تراج عبد القادر  
و جہت بری ز جرح عبد القادر  
احمد متن ست و شرح عبد القادر

(در روایت الالف)

(در روایت البار)

(در روایت التار)

(در روایت الثار)

(در روایت الجیم)

(در روایت الحار)

جیسا کہ گذشتہ سطور میں یہ بات گذری کہ رباعی کے اندر اتنی معنویت و وسعت ہے کہ دوسرے اصنافِ ادب قصیدہ، غزل، مثنوی اور مرثیہ وغیرہ کی شعری صلاحیت کو جذب کر سکتی ہے حضرت رضابریلوی نے اس کی اس وسعت و معنویت کو بہت پہلے ہی محسوس کر لیا تھا اسی وجہ سے انہوں نے مندرجہ بالا فارسی رباعیات عنوش اعظم کی منقبت میں کہی ہیں۔ اسی طرح حضرت فاضل بریلوی کی اردو رباعیات بھی ہیں۔ چنانچہ شاعر مکھنوی حضرت فاضل بریلوی کی ایک اردو رباعی کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں سے

اللہ کی سرتابہ قدم شان ہیں یہ

ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں

اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان میں یہ

اس رباعی کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انسانی شرف و برتری کا نقشہ کتنے معتبر انداز میں کھینچا ہے۔ مفہوم کی بلاغت بیان کسے لطافت کس کس ہنر کو سراہا جائے بے ساختہ مر جہا صل علی کے الفاظ زبان پر آتے ہیں۔ پہلے یہ کہا گیا کہ سرکارِ دو جہاں محمد غربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرتابہ قدم اللہ کی شان میں پھر یہ بتایا گیا کہ یہ انسانی لباس میں ہیں لیکن ایسے انسان ہیں جن کی مثال تمام عالم انسانیت میں نہیں ملتی پھر یہ بتایا گیا کہ وہ انسان ہیں جنہیں قرآن ایمان بتاتا ہے۔ پھر چوتھے مصرعے میں ایمان یہ کہتا ہے مری جان میں یہ کہہ کر مفہوم کو فصاحت و بلاغت کے نقطہ عروج پر پہنچا دیا گیا ہے۔

## مثنوی

مثنوی کے بارے میں اہل فن کا کہنا ہے کہ اصنافِ ادب میں سب سے زیادہ کارآمد صنفِ سخن

ملتان ریخ لغت گوئی میں حضرت رضابریلوی کا منصب۔ شاعر مکھنوی، محبوب و لاہور، ۱۹۱۲ء

مثنوی ہے اسلئے کہ اس میں مسلسل مضامین بیان کئے جاتے ہیں بہ نسبت دیگر اصناف ادب کے اس میں  
 ہر شعر میں ایک الگ الگ قافیوں کی چھوٹ ہے اس میں عام طور پر ردیف کی بھی ضرورت نہیں ہوتی مولانا  
 الطاف حسین حالی مثنوی کی افادیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”العروض جمعی صنفیں فارسی اور اردو شاعری میں متداول ہیں ان میں کوئی صنف مسلسل مضامین  
 بیان کرنے کے قابل مثنوی سے بہتر نہیں ہے یہی وہ صنف ہے جس کی وجہ سے فارسی شاعری کو  
 عرب کی شاعری پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔ عرب کی شاعری میں مثنوی کا رواج نہ ہونے یا نہ ہو سکنے  
 کے سبب تاریخ یا تصدیق یا اخلاق یا قصوت میں ظاہر ایک کتاب بھی ایسی نہیں لکھی جاسکی جیسے  
 فارسی میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں لکھی گئی ہیں اسی لئے عرب شائنامے کو قرآن العجم کہتے ہیں اور اسی لئے  
 مثنوی مثنوی کی نسبت ”سہت قرآن در زبان پہلوی“ کہا گیا ہے۔“

دیگر اصناف ادب کی طرح مثنوی میں بھی کچھ باتیں ملحوظ خاطر رکھنی ہوتی ہیں اولاً بیٹوں اور  
 مصرعوں کا باہمی ربط و تسلسل، متانت و سنجیدگی اور واقعہ یا قصہ کا صداقت پر مبنی ہونا وغیرہ  
 وغیرہ۔ حضرت رحمنابریلوی کے تعقیبہ دیوانہ مدالغ بخشش اول و دوم اور سوم میں صرف دو  
 مثنویوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک مثنوی فارسی زبان میں ہے اور دوسری اردو زبان میں۔  
 فارسی زبان میں جو مثنوی ہے اس میں حضرت رحمنابریلوی نے اسلامیات کے اس اہم موضوع کو  
 ایک پورے واقعہ کی صورت میں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پوری  
 کائنات میں تاقیام قیامت کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہے جس کا نام مثنوی رد امثالہ رکھا ہے۔ اور  
 دوسری مثنوی اردو زبان میں ہے جس کا نام مثنوی الوداع جبہ مقدسہ رکھا ہے جس کو انہوں نے  
 سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ تقدس کے فراق میں کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں سے

عک مقدمہ شعر و شاعری - مولانا الطاف حسین حالی مطبوعہ دہلی ص ۲۳

۱۲ ڈاکٹر محمد سعید احمد نے تعقیبہ انال الابرار کو بھی اردو مثنوی قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب

”مدت بریلوی“ ۲۰ انڈیا مسعود احمد مطبوعہ کراچی ص ۴۲ ۱۲ سراج احمد لہنوی

الوداع اے جیہ خیر الوری  
اے لبائیں بادشاہِ دوسرا

اے عبا کے جسم انور الفراق  
جامنہ پاک پیسب الفراق

میدد اے جامنہ جانان مرا  
بوئے تو باو از شمس مصطفیٰ را  
چند ابتدائی اشعار اسی مثنوی کے اور ملاحظہ ہوں سے

آج کیا ہے جو میں سب گر یہ نماں  
خاک بر سر چشم تر سینہ ز نماں  
کیوں تڑپتا ہے مرا دل بیقرار  
کیا ہوا آنکھوں کو کیوں ہیں اشکبار

ماتمی پوش آج کیوں ہے آسماں  
کیوں زمیں سکتہ میں ہے آئینہ سال  
چل گئی کیسی یہ گلشن میں ہوا —؟  
پہول جو دیکھا ہے کہہ لایا ہوا۔

عالم کیا یہ اس دل سوزاں کا ہے  
کیوں گریباں ہم نشیں و اماں کا ہے  
شعر میرے دے رہے ہیں بوئے خوں  
پٹکے ہے ہر بات سے رنگ جنوں سے

۱۔ حدائق بخشش حصہ سوم، مطبوعہ بریلی ص ۶۸

حضرت رضا بریلوی کی اس مثنوی میں کتنی متانت و سنجیدگی اور تسلسل بیان کا رفرما ہے جو ہر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ مصرعوں اور آیات کے باہمی ارتباط اور بیان کی صداقت وغیرہ عوامل نے مل کر اس مثنوی کو شریا کی بلندی عطا کر دی ہے۔ مثنوی میں زیادہ تر واقعات قصوں اور کہانیوں کو ہی قلمبند کیا جاتا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے بھی اپنے ساتھ پیش آنیوالے حادثہ کو ایک حقیقت پر مبنی واقعہ کی صورت میں بیان کیا ہے۔ یعنی اس جہہ مقدسہ کا ان سے جدا ہونا اس سے قلبی لگاؤ اور والہانہ عقیدت اس کے فراق میں گریہ وزاری کرنا اور اس کے بعد اس کی واپسی کی تمنا کرنا وغیرہ وغیرہ عوامل نے مل کر اس مثنوی کو جامع اور مستند مثنوی بنا دیا ہے۔ مثنوی کی خوبیوں میں سے یہاں تمام منظومات کی خوبیوں میں سے ہے کہ جس نظم میں کسی واقعہ کو قلمبند کیا جائے تو اس کے حکایتی عوامل اس سے زائل نہ ہونے پائیں بلکہ وہ قائم رہیں اور جب اس کی تشریح کی جائے تو وہ پوری نظم و واقعہ یا حکایت کی صورت میں جگمگانے لگے۔ کسی واقعہ کو نظم کی شکل یا مثنوی کی شکل میں بیان کرنے کا مقصد صرف اس کو موثر سے موثر تر بنانا ہوتا ہے اس کی سب سے عمدہ مثال مولانا روم کی مثنوی قرار دی جاسکتی ہے۔

حضرت رضا بریلوی کی دوسری مثنوی فارسی زبان میں ہے جس میں انہوں نے قرآن و حدیث اور اپنے اسلمات کے احوال کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشیل و نظیر ہونے کی تردید کی ہے۔ حضرت رضا بریلوی کی اس مثنوی کا ایک فاضل نے اردو میں ترجمہ کیا ہے چند ابتدائی اشعار مع ترجمہ کے ملاحظہ فرمائیں سے

گر یہ کن بسببلا از رنج و غم

چاک کن اسے گل گریباں از ام

اے بیبل تو میرے غم میں شریک ہو کر نئے سرائی کے بجائے گریہ وزاری سے کام لے

اور اے پھول تو بھی دیوانہ وار اپنا گریباں چاک کے مبراشریک الم ہو جا۔



سنبلا از سینہ بر کش آہ سرد

اے تمہارا زہرِ طبعِ غم شور وے زرد

اے سنبل تو بھی اپنے سینے سے آہ سرد کھینچ اور اے چاند تو بھی شدتِ غم سے زہر ہو جا

ہاں صنوبرِ خمیز و فریاد سے بکن

طوطیا جز نالہ ترک ہر سخن

اے صنوبر تو بھی اٹھ اور فریاد کر اور اے طوطی تو بھی سوائے رونے کے کوئی بات مت کر

چہرہ سرخ از اشکِ خونیں ہر گلیت

خون شو عنقیہ زمانِ خندہ نیست

ہر پھول کا چہرہ اپنے خونیں آنسوؤں سے سرخ ہے تو اے کلی تو بھی سراپا خون ہو جا

پارہ سواے سینہ مرہم جو منے

داغ سواے لالہ خونیں کفن

اے چاند کے سینے تو بھی میرے سینے کی طرح پارہ پارہ ہو جا اور اے خونیں کفن

پہننے والے لالہ تو بھی سراپا داغ بن جا۔

خسرو من عیشت لبوزاے برق تیز

اے زمیں برفِ فرقِ خودِ خاک کے بریز

اے برق تیز تو بھی اپنے خسرو من عیشت کو جلا دے اور اے زمین تو بھی اپنے سر پر خاک

ڈال اور میری شریکِ غم ہو جا۔

آفتابا آتشِ غم برفِ روز

شب رسید اے شمع روشن خوش بسوز

اے آفتاب تو بھی آتشِ غم کو اور بھڑکا اور اے شمع روشن رات ہوگی اب تو بھی اچھی طرح جل جا

شرح مشنوی ردائتالیہ۔ غلام محی الدین۔ مطبوعہ رامپور ص ۱۲ تا ۱۵

حضرت رفقا بریلوی کے لغتہ دیوان "حدائق بخشش" میں مسدس مہنس کا بھی ذکر ملتا ہے

ایک مسدس انہوں نے ترجیح بند کی شکل میں لکھا ہے۔ چند بند ملاحظہ فرمائیں

ایں کہ آرام گہ پاک رسول اللہ ست اللہ اللہ چہ عجب درگہ والا جاہست

پیش اوپر خ زمین ست خدا آگاہست گر تو بے باک رسی بند وریں جاہست

بے ادب یا منہ ایں جا کہ عجب درگاہست

سجدہ گاہ ملک وروضہ شاہنشاہست

یہ وہ درگاہ ہے کہ جرم آئے تو غفران ہو جائے اتقا شوق شفاعت میں گنہیاں ہو جائے

نارنجی آئے تو نور چمنستاں ہو جائے غازہ روئے سحر شام غریباں ہو جائے

بے ادب یا منہ ایں جا کہ عجب درگاہست

سجدہ گاہ ملک وروضہ شاہنشاہست

فیض وہ ہے کہ خزاں فصل بہاراں بن جائے شجر خلد ہر اک خار سیا باں بن جائے

یتھ پھل لائے سپر پھول کا بتاں بن جائے بے زباں وح کرے مرغ صفا ہاں بن جائے

بے ادب یا منہ ایں جا کہ عجب درگاہست

سجدہ گاہ ملک وروضہ شاہنشاہست

رعب یہ ہے کہ اگر اس کا گزریاں ہو جائے بے پرو بال ملک یہ ہو کہ انساں ہو جائے

رنگ اڑے زرورخ ماہ درخشاں ہو جائے پنچہ خورشید کا اک پنچہ رزاں ہو جائے

بے ادب یا منہ ایں جا کہ عجب درگاہست

سجدہ گاہ ملک وروضہ شاہنشاہست

(ص)

حضرت رضا بریلوی کے

قصائد اور انکی تشابہیں

گذشتہ سطور میں حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ مقامد کا ذکر تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ یہاں ان کے مقامد کی تشابیب کا ذکر کیا جاتا ہے چونکہ قصیدہ کی کامیابی اس کی تشبیب پر مبنی ہوتی ہے اور خاص کر اس کے مطلع کو اتنا وسیع اور جاندار ہونا چاہیے کہ سامع مطلع سنتے ہی بہت توجہ ہو جائے۔ عربی شعر تشبیب میں عشقیہ مضامین ہی قلمبند کرتے تھے جیسا کہ عربی کی لغت شامی میں اس کا ذکر تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ فارسی اور اردو میں بھی یہ روایت بڑی حد تک قائم ہے مگر اردو قصیدہ گو شعرا نے اس کو کافی وسعت اور تنوع بھی دیا ہے۔ اور عشقیہ مضامین کے علاوہ دیگر مضامین بھی قلمبند کئے ہیں۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر اسکی وسعت و تنوع کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”تشبیب سے وہ اشعار مراد لئے جاتے ہیں جو قصیدہ کی ابتداء میں ہمتیہ کے طور پر لکھے جاتے ہیں عربی شعر اس میں عموماً عشقیہ اشعار قلمبند کرتے تھے۔ اسی رعایت سے اس کو تشبیب یا انیب کے نام سے موسوم کیا گیا۔ فارسی اور اردو میں تشبیب میں عشقیہ مضامین کی تخصیص نہیں رہی بلکہ ہر قسم کے مضامین نظم کئے جاتے لگے۔ موسم بہار، وارداتِ سن و عشق، رندی و مہرستی، دنیا کی بے ثباتی، زلزلے کی شکایت، آسمان کا شکوہ، علم و فن کی ناقدری، پند و موعظت مرکالہ و مناظرہ، خواب کا بیان، نخر و خود ستانی، شاعری کی تعریف، فن شعر سے بحث، ہمارے پلٹن و تفریق، تاریخی واقعات اور ذاتی و ملکی حالات وغیرہ تشبیب کے خاص موضوعات ہیں۔ ہدیت، نجوم، منطق، فلسفہ، حکمت، اخلاق، تصوف، موسیقی اور دیگر مشرقی علوم و فنون کے تصورات اور اصطلاحات پر بھی اکثر تشبیب کے اشعار کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ کبھی کبھی ایک پری یا معشوقہ کا ذکر کیا جاتا ہے یا خوشی کو مجسم تصور کر کے اس کی آدا اور سراپا بیان کیا جاتا ہے۔ ان مضامین کے ساتھ تشبیب میں غزل کی شمولیت کا بھی عام رواج ہے۔ دراصل قصیدہ کا یہی وہ حصہ ہے جس سے اس کے دائرہ عمل میں وسعت اور تنوع پیدا ہوتا ہے۔“

ملہ اردو میں قصیدہ نگاری، ڈاکٹر ابو محمد سحر، مطبوعہ مکتبہ مومناں، ۱۹۱۵ء

مگر حضرت رمنابریلوی نے دو قدم اُگے بڑھ کر تشبیب کے معنائیں میں مزید وسعت و معنویت پیدا کی ہے جس کا بخوبی اندازہ ان کے لغتِ قصائد کی تشابیب سے لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت رمنابریلوی ایک لغتِ قصیدہ کی تشبیب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں سے

## قصیدہ لوزیہ

صبح طیب میں ہوتی بٹسا ہے باڑا لوز کا  
 صدقہ لینے لوز کا آیا ہے ستارا لوز کا  
 باغِ طیب میں سہانا پھول پھولا لوز کا  
 مست بو میں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ لوز کا  
 بارہویں کے چاند کا بحر ہے سجدہ لوز کا  
 بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ لوز کا  
 ان کے قصرِ خلد سے خلد ایک کمرہ لوز کا  
 سدرہ پامیں باغ میں ننھا سا پودا لوز کا  
 عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا لوز کا  
 یہ مہمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ لوز کا  
 آئی بدعت چھپائی ظلمت رنگ بدلا لوز کا  
 ماہِ سنت مہر طلعت لے لے بدل لوز کا  
 تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہر لوز کا  
 بخت جاگا لوز کا چمکا ستارہ لوز کا

## قصیدہ درودِ یہ

کعبے کے بد رالد جسے تم پہ کر و زوں درود  
 طیبہ کے شمس الصغی تم پہ کر و زوں درود  
 شافع روز جزا تم پہ کر و زوں درود  
 دافع جملہ بلا تم پہ کر و زوں درود  
 جان و دل اصفیا تم پہ کر و زوں درود  
 آب و گل انبیا تم پہ کر و زوں درود  
 لائیں تو یہ دوسرا، دوسرا جس کو ملا  
 کوشک عرش و دنی تم پہ کر و زوں درود  
 اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا  
 جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کر و زوں درود  
 طور یہ جو سمع تھا چاند تھا سا غیر کا  
 نیر ناراں ہوا تم پہ کر و زوں درود  
 دل کر دکھنڈا مرادہ کف پا چاند سا  
 سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کر و زوں درود  
 ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب  
 نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کر و زوں درود  
 غایت و علت سبب بہر جہاں تم ہو سب  
 تم سے بنا تم بنا تم پہ کر و زوں درود

## قصیدہ سلامیہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام  
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام  
مہرِ حریخِ نبوت پہ روشن درود  
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام  
شہرِ یارِ ارم تا حیدرِ حرم  
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام  
شبِ امریٰ کے دو لہا پہ دالمِ درود  
نوشتہ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام  
عرش کی زیب و زینت پہ عرشِ درود  
فرش کی طیب و نزهت پہ لاکھوں سلام  
نورِ عینِ لطافت پہ الطفِ درود  
زیب و زینِ نظافت پہ لاکھوں سلام  
سر و نازِ قدمِ مغزِ رازِ حکم  
بیکہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام  
نقطہ سیرِ وحدت پہ یکتا درود  
مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام  
صاحبِ رحمتِ شمس و شوقِ القمہ  
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

ان تینوں قصیدوں کی تشبیہ مکمل طور پر لغتیہ ہے اور ان تینوں قصیدوں کی تشبیہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا گیا ہے جو دوسرے انبیاء کرام کے مابین امتیاز کی لکیر قائم کرتے ہیں۔ حضرت رعنابریوی نے قصائد کی تشبیہ میں اس طرح کے اوصاف کا اضافہ کر کے نئی نئی جہتوں اور سمتوں کی نشاندہی کی جس سے ان کی جولانی فکر اور تنوع طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت رعنابریوی اپنے مشہور و معروف قصیدہ "قصیدہ معراجیہ" کی تشبیہ میں ایک نہایت ہی لطیف منظر بیان کرتے ہیں جس میں تشبیہ و تغزل کا رنگ لائق دید ہے۔ وہ فرماتے ہیں

### قصیدہ معراجیہ

وہ سرورِ کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے  
 نئے نئے زالے طرب کے سماں عرب کے مہمان کے لئے تھے  
 بہار کو شاویاں مبارک چین کو آبادیاں مبارک  
 ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے  
 وہاں فلک پر پہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھولیں —  
 ادھر سے اوزار بنتے آتے ادھر سے نغمات اٹھ رہے تھے  
 یہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی کوشنک چاندنی تھی چھٹکی  
 وہ رات کیا جگمگ رہی تھی جگمگ نصب آئینے تھے  
 نئی دلہن کی کھپن میں کعبہ شکم کے سنورا سنور کے نکھرا —  
 حجر کے صدقے گمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے  
 نظر میں دو لہا کے پیارے جلوے جیسے محراب سر جھبکائے  
 سیاہ پردے کے منبر پہ اپیل تجلی ذاتِ بخت کے تھے



## قصیدہ در شان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

ایا دلے کہ رسیدت عزم و الم بسیار  
 سیا بہ حضرت صدیق شاہ صدق شعار  
 یہی ہیں اگر نغم اور یہی ہیں التفتا کم  
 یہی ہیں ثانی اشکین اذہانی العشار

وہ دو یہی ہیں کہ جن دو کا تیسرا ہے خدا  
 یہ دو وہی ہیں کہ جن کا خدا ہے وصف شمار  
 نہیں ان پر کچھ احساں کسی کا دنیا میں  
 کہ اس کے بدلے میں کرتے ہیں رحمتیں ایثار

غرض ہے صرف رہنا کے حق اس سخاوت سے  
 خدا گواہ ہے شاہد ہیں احمد محنتار  
 جو ان سے دل میں رکھے سچ و تاب یعنی سال  
 خدا کی مار ہو اس پر شہتی ہو وہ فی انار

امیر خیل صحابہ تو ام دین ال  
 وزیر خسرو عالم امام اہل و قسار  
 نظام بزم خلافت حسام رزم جہاد  
 خدا کے شکر جزا کے سپہ سالار

نہیں ہے بعد رسل ان کا مثل عالم میں  
 یہی ہے میرا عقیدہ یہی ہے راہ خیار

## قصیدہ در شان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر وہ عمر جس کی عمر عمر امی  
 ہوئی مہرین ارمنائے خلاق و اہب  
 عمر قصیر زین نبی کی عمارت  
 عمر عمر باقی دین عطا رب  
 عمر راحت روح شرح الہی  
 عمر آفت جان ادیان کا ذب  
 عمر در مکون درج کمنہ  
 عمر کو کب وڑی برج غالب  
 وہ ملک خدا کا اولو المعزم ناظم  
 وہ شرع رسالت کا ذوالقدر نائب  
 شہا عین ذات الہی کا پر تو  
 ترا تاج سر ہو یہی کھانا سب  
 قلبی رحمت کا چشمہ سمت کر  
 ہوا تیرے میم کمر کا مصاحب  
 اگر چشمہ میم مضروب پی لے  
 مضروب اور ہو جائے عرف غائب

حوت :۔ مذکورہ قصیدہ کے تشبیہ کے اشعار (مطلع) عدائق بخشش حمد سوم کے مرتب کو دستیاب نہ ہو سکے  
 سقار نگار کو بھی تلاش بسیار کے باوجود ان کا حصول نہ ہو سکا جسکی وجہ سے مہر مند درج بالا اشعار پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ مزاج احمدی

## قصیدہ در شان حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آج فردوس میں کس کا ان جیا کا ہے گذر  
 حکم ہے سبزہ بیگانہ کو باہر باہر  
 سخنہ تارنگہ سوزنِ مژگاں سے کرے  
 آج آنکھوں میں ہے اک میلِ بیباک نظر  
 نہ اٹھے آنکھ رہے اپنی طرف آج نگاہ  
 ہے یہ خود بینی خدا بینی کی جانب منجر  
 پتلی اندھانہ بنا سب میں فلک کے شفات  
 سات پردے ہیں نمائش کے زحل ہاں کچھ پر  
 مردم دیدہ نظر بند ہیں اب لے کے عصا  
 پہرہ دیتا رہے دنبالہ سرمہ در پر  
 تھیں جو بے پردہ عنادل میں عروسانِ جن  
 شرم سے لیتی ہیں دامانِ صبا اب منہ پر  
 چلمنیں چھوڑ دو پلوں کی چکیں ڈال دو جلد  
 کہہ دو مردم کو کہ دامانِ نگہ لیں منہ پر  
 نیل دھل جائے گا آنکھوں کا فلک یا دہن  
 وا اگر یوں ہی رہی آج بھی چشمِ اختر  
 آنکھیں ہو جائیں گی اے ماہِ جہان دیدہ سفید  
 چشمِ بد دور ہو تو بھی ہے بہت شوخ نظر

## قصیدہ چیراغِ انیس

اے امامِ الہدیٰ، محبِ رسول  
 دین کے مقتدا محبِ رسول  
 نائبِ مصطفیٰ محبِ رسول  
 صاحبِ اصطفا محبِ رسول  
 خادمِ مرتضیٰ محبِ رسول  
 منظرِ ارتقا محبِ رسول  
 زبدۃ الاتقیاء محبِ رسول  
 عمرة الاذکیاء محبِ رسول  
 عزیزِ پرند محبِ رسول  
 امرائے جدا محبِ رسول  
 اے سلفِ اقتدا محبِ رسول  
 اے خلفِ پیشوا محبِ رسول  
 سقمِ دل کی شفا محبِ رسول  
 چشمِ دین کی صفا محبِ رسول  
 شرقِ شانِ دنا محبِ رسول  
 برقِ جان جعنا محبِ رسول  
 اے کرم کی تھٹ محبِ رسول  
 اپنی بارش بڑھا محبِ رسول

## قصیدہ در شان حضرت شاہ ابوالحسن احمد لوزی رحمۃ اللہ علیہ

ماہِ سیماسہ ہے احمد لوزی  
 لوزی والا ہے احمد لوزی  
 نہ کھلا کیا ہے احمد لوزی  
 دور پہنچا ہے احمد لوزی  
 لوزی سینہ ہے احمد لوزی  
 وصف اجلی ہے احمد لوزی  
 عہدِ ادنیٰ ہے احمد لوزی  
 جلب تقویٰ ہے احمد لوزی  
 مہر جلوہ ہے احمد لوزی  
 لوزی والا ہے احمد لوزی  
 راز بستہ ہے احمد لوزی  
 بہت اونچا ہے احمد لوزی  
 طور سینا ہے احمد لوزی  
 کشفِ افعیٰ ہے احمد لوزی  
 شہدِ اصفیٰ ہے احمد لوزی  
 سلبِ طغویٰ ہے احمد لوزی

## قصیدہ در اصطلاحات علم ہدیت و نجوم

خالقِ افلاک نے طرفہ کھلائے حسین  
 اک گلِ سوسن میں ہیں لاکھوں گلِ یاسمن  
 سویتِ یلے کے پھول زیبِ گریبانِ شام  
 جوہی چنبیلی کے گلِ زینتِ زیبِ یمن  
 دامنِ البرز کی کلیوں میں پھولے ہیں پھول  
 کوڑی کی چوٹی میں ہے حاصلِ چندیں چین  
 طرفہ کھلے چار باغ ایک منونے کے تین  
 تینوں میں چار آغوشِ چاروں میں تازہ کھین

تختہ نسری میں ہے گیندے کا صرف ایک بھول  
ایک گل نیلوفر چار گل نارون

نارون و ناروش ناظم بالا حصار  
سرور تسلیم ترک افسر شکر شکن

یہ منہم تند خواگ نہ ہو تو کہسوں سے  
پانی کے اک کیرے سے کر نہ لیا بانگین

وسط گلستاں میں ہنر ہنر کے ہر سمت دوب

دوب میں بوٹے ہزار بوٹوں میں درعدن

۵۷  
اس قصیدہ میں ستاون اشار تثنیب کے ہیں۔ یہ قصیدہ پوری طرح قصیدہ نگاری  
کے اصول کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور اس پورے قصیدے میں صرف علم ہیئت و نجوم  
کی اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے اور ان اصطلاحات میں لغت کی جو گل کاریاں  
حضرت رہنما بریلوی نے کی ہیں یہ ان کا اپنا خاصہ تھا۔ مقالہ نگار کی تحقیق میں علم ہیئت و نجوم  
کی اصطلاح میں اس سے اچھا قصیدہ اردو کی لغت شاعری میں نایاب ہے جیسا کہ صفحات  
گذشتہ میں مذکور ہوا کہ حضرت رہنما بریلوی کے دو غیر مکمل قصیدوں کا بھی ذکر ملتا ہے ان  
کی تثنیب اس طرح ہے۔

### قصیدہ در بیان آمد بہار ماہ ربیع الاول شریف

ادوی ادوی بدلیاں گھرنے لگیں

نخنہ نخنہ بوندیاں برس چلیں

ندیاں پھر آنکھیں دکھلانے لگیں

چھوٹی چھوٹی جھیدیں پھر لہرا چلیں

جھوٹی آنیں نسیمیں نرم نرم :-  
پستلی پستلی ڈالیاں لچکا چلیں  
دل کھلے کانوں میں رس پڑنے لگے  
خوشنما چڑیاں ترانے گا چلیں

باغِ دل میں وجد کے جھولے پڑے  
آرزو میں پھر ملاریں گا چلتیں  
پھر نظر میں گد گدی ہونے لگی  
دھانی دھانی بوٹیاں کھپڑ کا چلیں

### قصیدہ در اصطلاحات علمیہ

عجب نہیں کہ مبادی یہ سلسلے لوٹ آئیں  
عیان ہو دور تسلسل میں دور نا محصور  
نہ مادہ کی مجرد صورت کا دشمن ہے  
ہیویات کی صورت سے مجید ہے نفور  
نہ موجب رہا مغرباً نہ کلیہ کسبری  
نہ شکل دیکھے نتیجے کی حجت منصور  
حدود عرض سے باہر ہے دورِ دل کا ملا  
مکان نیل مفاسدِ خلاق سے ہے سمور  
گراوے چو پنج سے بلبیل جو کوئی گل پھولے  
پتنگِ جل کے کہے شمع سے کہ ہو کافور

پہلے کتاب

(الف)

حضرت رضا بریلوی کی

طرزوں کی انتہا



حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے بعد کے لغت گو شعرا نے ان کی طرزوں کو نشانہ  
منزل کے طور پر مشعل راہ فکر بنایا۔ اور خوب خوب ان کی لغتوں کی طرزوں میں طبع آزمائی کی، ان کی لغتوں  
پر تسمینیں لکھیں، دوسری زبانوں میں ترجمے کئے جس سے مابعد کے لغت گو شعرا کے درمیان  
ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ملا عظیم ان کے مشہور زمانہ سلام، برصطفیٰ اجماع رحمت  
پہ لاکھوں سلام پر چند لغت گو شعرا کی نگارشات اور تسمینیں سے

## زائرِ حرمِ حمیدِ صدیقی لکھنوی

آنتاپ رسالت پہ لاکھوں سلام  
ماہتابِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
خود سروں کو پڑھایا سبقِ غیب کا  
مصدرِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام  
دشمنوں سے بھی پیش آئے جو خلق سے  
ایسی پاکیزہ سیرت پہ لاکھوں سلام

## عاطف صابری

منظہرِ رب اکبر پہ لاکھوں سلام  
شائعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام  
ساقیِ حوضِ کوثر پہ لاکھوں سلام  
دین و دنیا کے رہبر پہ لاکھوں سلام

۱ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، مطبوعہ کراچی ص ۶۵۱/۶۵۲

لوزے جس کے روشن ہے دولوں پہاں  
اس شہنشاہِ لوز پر لاکھوں سلام ۱

## قرامِ نگر کی

فاطمہ کے گل تر پہ لاکھوں سلام  
غنچہ باغِ حیدر پہ لاکھوں سلام  
میں جو انانِ جنت کے سر حوار جو  
ہم شبیہ پمیر پہ لاکھوں سلام

چومتے تھے جسے سید المرسلین  
اس جبینِ موعظ پہ لاکھوں سلام ۲

## مولانا عین الحق جیلانی

رب کے محبوبِ لوز پہ لاکھوں سلام  
سارے عالم کے رہبر پہ لاکھوں سلام  
ساقی حوضِ کوثر پہ بے حد درود  
شایع روزِ محشر پہ لاکھوں سلام  
جسمِ بے مثل وہ جس کا سایہ نہیں  
اس چنیدہ پمیر پہ لاکھوں سلام ۳

۱ ماہنامہ قاری دہلی - شمارہ جون ۱۹۸۵ء ص ۵۳

۲ ماہنامہ مہارِ جدید دہلی شمارہ اگست ۱۹۸۹ء ص ۳۳

۳ ماہنامہ تاجدار کائنات رامپور شمارہ ۱۹۸۴ء ص ۲۸

## ممتازِ راحتِ اجمیری

ماکِ باغِ جنت پہ لاکھوں سلام  
صاحبِ جاہ و حشمت پہ لاکھوں سلام  
روئے روشن سے شرمندہ مہر سما  
آپ کے حسنِ طلعت پہ لاکھوں سلام  
گایاں سن کے بھی دیں دعائیں سدا  
آپ کی شانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

## تخصیصیں

### اخترِ الحامدی صنیائی (پاکستان)

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام  
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام  
جس کی عظمت پہ صدقے وقتِ حرم  
جس کی زلفوں پہ تریباں بہارِ حرم  
لونشہ بزمِ پروردگارِ حرم  
شہرِ یارِ حرم تا حدِ حرم  
نوہیاں شفاعت پہ لاکھوں سلام

پڑ گئی جس پہ محشر میں بحثا گیا  
دیکھا جس سمت ابر کرم چھپا گیا  
رخ بدھ ہو گیا زندگی پا گیا

ماہنامہ استقامت کانپور۔ شمارہ فروری مارچ ۱۹۸۲ء صفحہ ۹۳

جس طوت اٹھ گئی دم میں دم آگیا  
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جن کے قدموں پہ سجدہ کریں حساباً  
منہ سے بولیں سحر دیں گواہی حسیہ  
وہ ہیں محبوب رب مالک بحر و بر

مہاحب رجعت شمس و شمس القدر  
تائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

## بشیر حسین ناظم پاکستان

تاجداروں کے داتا پہ بے حد درود  
بے سہاروں کے مولیٰ پہ بے حد درود  
عزیزوں کے ماوا پہ بے حد درود

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود  
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

مغفرت کی جس چار جانب بیچی  
راستی آگئی مٹ گئی صبر بھی  
جن کے آنے سے بزم رسالت سچی

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جمعی  
ان کھینچوں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

۱۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ فروری ۱۹۴۹ء ص ۳۴

۲۔ آئینہ رمنویات حصہ دوم، ڈاکٹر محمد سعید احمد، مطبوعہ کراچی ۲۴۲/۲۴۳

## سید محفوظ علی صہابرقاوری ریاست پاکستان

ہم مریمینوں کے عیسیٰ پہ بے حد درود  
ہم گداؤں کے آقا پہ بے حد درود  
ہم غلاموں کے مولیٰ پہ بے حد درود

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود  
ہم فقیروں کی شروت پہ لاکھوں سلام

فیض اعجاز سے جس کے مرزے حسین  
وہیں گواہی، رسالت کا کلمہ پڑھیں  
جس کے نوز تبسم سے روتے ہنسے

جس کے جلووں سے مرجھائی کلیاں کھلیں  
اس گل پاک نسبت پہ لاکھوں سلام

## علامہ ریحان رضا خاں رحمانی بریلوی

سیدی مرشدی مصطفیٰ خاں رحمتا  
نازشش القیا اصفیاء اولیا  
عشق احمد سے دل جس نے روشن کیا

جس کے صدقے ہمیں درملا عنوث کا  
اس کے فیض کرامت پہ لاکھوں سلام

علم غیب نبی جس نے ثابت کیا  
اختیار نبی جس نے ثابت کیا  
اور جھوٹوں کو جھوٹا بھی ثابت کیا

ع۔ آئینہ رضویات۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ۲۰۲۲/۲۰۲۳

عشق احمد سے دل جس نے روشن کیا  
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

## پیرزادہ ضمیر نعیمی اکبر آبادی

گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام  
جانِ فخرِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
حامی دین و ملت پہ لاکھوں سلام

منبعِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام  
آفتابِ امامت پہ لاکھوں سلام

جو تھا لختِ دل مصطفیٰ وہ حسین  
جو تھا دلبند مشکل کشا وہ حسین  
جو رہا دلبرِ ناطق وہ حسین

ظلم کی جس پہ تھی انتہا وہ حسین  
اس کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

## محمد عثمان عارف نقشبندی (سابق گورنر اتر پردیش)

رازدارِ حقیقت پہ لاکھوں سلام  
رہنمائے طریقت پہ لاکھوں سلام  
تامبا دارِ شریعت پہ لاکھوں سلام

۱ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ریجان رضایا دگارتیرا شمارہ دسمبر ۱۹۰۵ء ص ۷  
۲ ماہنامہ اعلیٰ حضرت . شمارہ دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۱۳

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام  
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

ان قیامت کا منتظر پیامِ خدا  
ہوش بچھے ہوئے سب کے محشرِ بیا  
شانِ رحمت کا کہنا ہی کیا مرہب

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا  
اس رنگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

مقالہ نگار کی تحقیق میں قصیدہ بردہ حضرت امام ابو صالح شرف الدین بو صبریہ کے  
کے بعد جس لغتیہ کلام پر سب سے زیادہ طبع آزمائی گئی ہے یا تفسیمیں قلمبند کی گئی ہیں  
وہ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ آفاق سلام، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام  
ہے۔ اگر اس سلام پر طبع آزمائی کی جانے والی تخلیقات یا تفسیموں کو سچا کر کے ترتیب دیا جا  
تا تو ایک اچھا خاصا مجموعہ تیار ہو سکتا ہے۔ بالکل یہی حال ان کی لغتوں کا بھی ہے۔ ان کے بعد  
کے لغت گو شعرا نے کثرت سے ان کی لغتوں کی طرزوں میں لغتیں کہی ہیں۔ نمونے کے طور پر چند  
شاعروں کی تخلیقات ملاحظہ فرمائیں۔

**مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں لوزی بریلوی**

محمد مظہر کامل ہے حق کی شانِ وحدت کا، (رضابریلوی)

پڑھوں وہ مطلع لوزی شنائے بہر الوزکا  
ہو جس سے قلب روشن جیسے مطلع بہر محشر کا

سہر عرشِ علی پہ نہیچا قدم جب میرے سرور کا  
زبانِ قدسیاں پر شور تھا اللہ اکبر کا

۱ عقیدت کے چھول، محمد عثمان مارن نقشبندی، مطبوعہ دہلی ۱۳۷۱ھ

دو عالم صدقہ پاتے ہیں مرے سرکار کے در کا  
 اسی سرکار سے ملتا ہے جو کچھ ہے مقدر کا مل

## ضمیر لویسٹ

فدائی کون ہے میرے سوا ایسا محمد کا  
 نظر عاشق زباں عاج دل شیدا محمد کا  
 رہے ہر دم نظر میں اسوۂ حسنا محمد کا  
 چراغِ راہ تیرہ شب ہے نقشِ پا محمد کا  
 کھتی حیراں سن کے دینائے عرب خطبا محمد کا  
 ہے گنجِ علم و حکمت اک اک جملہ محمد کا  
محدث اعظم ہند سید کچھو کچھو

پھر اٹھا دلو کہ یاد مغیلاں عرب (رفنا بریلوی)  
 ۱۔ مرحبا صل علی روح عجم جان عرب  
 عزت دین عرب شوکت ایمان عرب  
 ابروئے پاک ہے یا قتلہ ایمان عرب  
 مصحفِ روئے منور ہے یہ قرآن عرب  
 سلطنت اس کو کہا کرتے ہیں ماشار الشہ  
 ۲۔ ما سوا اللہ کا سلطان ہے سلطان عرب

۱۔ انتخاب کلام لوزی۔ مرتبہ محمد انور علی رضوی مطبوعہ بریلی ص ۱۹

۲۔ ایمان کی خوشبو ضمیر لویسٹ مطبوعہ کلکتہ ص ۳۳  
 ۳۔ فرس پر عرش۔ محدث اعظم ہند مطبوعہ بھوپنڈی ص ۳۷



کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ  
(درمنا بریلوی)

پر سش اعمال میں مہمان داری واہ واہ  
بار پائی اپنی پھر دیدار باری واہ واہ  
بھر گئی جنت گمہنگاروں سے ساری واہ واہ

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ  
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

### اختر رضا خاں ازہری بریلوی

تمہارے ذرے کے پر تو ستارہائے فلک  
(درمنا بریلوی)

جھلکے نہ بار صدا حساں بنا رہ فلک  
تمہارے ذرے کے پر تو ستارہائے فلک  
یہ خاک کو چہ جاناں ہے جس کے بوسہ کو  
نہ جانے کب سے ترستے ہیں دیدہ ہائے فلک

یہ ان کے جلوہ کی تھیں گر میاں شب امری  
نہ لائے تاب نظر بہہ کے دیدہ ہائے فلک

### بیگل اتساری بلرا مپوری

۶۱۱ حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی (درمنا بریلوی)

۱۔ فرش پر عرش۔ محدث اعظم ہند مطبوعہ بھونڈی ۱۳۲۲ء  
۲۔ سفینہ بخشش اختر رضا خاں ازہری۔ مطبوعہ بریلی ۱۱۱۱ء

ہر نفس کی لاج ہے رحمت رسول اللہ کی  
 ہر چمن کی جان ہے نہجست رسول اللہ کی  
 خود کلام حق ثنا خواں ہے باندا از لطیف  
 عین ایماں جاتے طاعت رسول اللہ کی

جس کا جتنا ظن ہے پاتا ہے وہ بے امتیاز  
 بیٹھی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی ۱

شمیم احمد شمیم اعظمی

جس کے دل میں ہے نہاں عظمت رسول اللہ کی  
 بالیقین پائے گا وہ برکت رسول اللہ کی  
 ہو بھلا تار سخی مرقد کا اس کو خوف کیا  
 جس کے دل میں ہے نہاں صورت رسول اللہ کی

سید کونین کی الفت کا ہدوقہ ہے یہ خلد  
 ہے خدا کی بندگی طاعت رسول اللہ کی ۲

ڈاکٹر سید شمیم گوہر

عارضہ شمس و قمر سے بھی ہیں وزیریاں (رضنا بریلوی)

کتنی دکش دلربا دیکر و دلبرایریاں  
 دل میں آنکھوں میں رہیں یہ چاہے سر راپریاں

۱۔ دماغی بیکل اتساہی مطبوعہ دہلی ص ۱۰

۲۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت دہلی شمارہ جون ۱۹۷۶ء ص ۳۳

باعث صد فخر میں عرش بریں پر ایڑیاں  
سرزمین پر سر کے خوں سے ہو گئیں تراڑیاں

من جنت کی بھی رعنائیاں کہستی ہیں یہ  
فخر یا قوت و زور و رشک گوہر ایڑیاں

طیش صدیقی

تخصیص

واہ کیا جو دو کرم ہے شہِ بطنجا تیرا

(رہنما بریلوی)

نام سچا ہے ترا کام ہے پکا تیرا  
دین و دنیا میں ہے دربار بھی اونچا تیرا  
در سے محروم نہ لوٹا تیرے منگتا تیرا

واہ کیا جو دو کرم ہے شہِ بطنجا تیرا  
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

مختار احمد رضوی

ہر عطیہ سے فسزوں تر ہے عطیہ تیرا  
جائیں کیوں غیر کے گھر چھوڑ کے صدقہ تیرا  
کتنا انداز سخاوت ہے زالا تیرا

واہ کیا جو دو کرم ہے شہِ بطنجا تیرا  
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

۱۔ ماہنامہ قاری دہلی شمارہ فروری ۱۹۵۹ء ص ۲۲

۲۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ مارچ ۱۹۶۳ء ص ۶  
۳۔ ماہنامہ سنا دینا بریلی شمارہ اکتوبر ۱۹۹۱ء ص ۳۸

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ دیشان گیا (رہنما بریلوی)

سب کو سمجھاتا ہوا مسمیٰ تر آن گیا  
عام کرتا ہوا اسان پہ احسان گیا  
چا در جو درو سخا لطف و عطمان گیا

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ دیشان گیا  
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلم دان گیا

قمر سلطان پوری

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا (رہنما بریلوی)

جھوٹا پڑھتا ہوا آیاتِ مدر گیا  
کام آیا جذبہ دل اور میں ا خر گیا  
پھر گیا اور پھر گیا پھر جلکے آیا پھر گیا

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا  
لوعہ باطن میں غم نے جلوہ ظاہر گیا

عرشِ اکبری، جنت الفردوس کیا شہزاد  
کل جہاں تیری ہے ملکیت نبی محمد ص  
اللہ اللہ یہ تری شاہی ترا جاہ و حشم

تیری مرضی پاگئی سورج پھر الٹے قدم  
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

۱۱ ماہنامہ مجاز جدید دہلی شمارہ فروری ۱۹۹۲ء ص ۱۱

۱۱ ماہنامہ اعلم حضرت بریلی شمارہ دسمبر ۱۹۹۲ء ص ۱۱

## مولانا ملک الظفر اکمل بہسرامی

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے (رضنا بریلوی)

نازِ خلیل رشکِ سیما کہوں تجھے  
مندانشینِ عرشِ موعظے کہوں تجھے  
کس کس کی آرزو دمتنا کہوں تجھے

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے  
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

## مولانا نسیم بستوی

سلطانِ بزمِ ملتِ بیخا کہوں تجھے  
رشکِ مسیحِ زنازشِ مونی کہوں تجھے  
مندانشینِ عرشِ موعظے کہوں تجھے

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے  
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

## سید معین بہمن

سب سے اعلیٰ و اولے ہمارا نبی (رضنا بریلوی)  
سارے نبیوں سے اعلیٰ ہمارا نبی  
رب کا پیارا ہے کتنا ہمارا نبی

۱۔ ماہنامہ استقامت کانپور شمارہ فروری ۱۹۶۶ء ص ۱۲

۲۔ ماہنامہ سنی دنیا بریلی شمارہ مارچ ۱۹۶۶ء ص ۶

جس جگہ تھا ملک کا پہنچنا محال  
اس بلندی پر پہنچنا ہمارا نبی  
اپنی سیرت سے انسان کو سکھلا گیا  
زندگی کا سلیقہ ہمارا نبی ۱

## مشاور فیض آبادی

شکر خدا کہ آج ٹھٹھی اس سفر کی ہے (رضابریلوی)

اللہ جانتا ہے جو عظمت بشر کی ہے  
آئینے پر نگاہ خود آئینہ مگر کی ہے  
تفسیر جو بھی جلوہ شام و سحر کی ہے  
تزیین زلف و عارض خیر البشر کی ہے  
ہر صبح چومتی ہے درناز مصطفیٰ  
قسمت جو پوچھے تو نسیم سحر کی ہے ۲

## مولانا شمیم القادری

بچپن طیب میں سنبل جو سوارے گیو (رضابریلوی)

میری دنیا کے مصیبت کے مہارے گیو  
کتنے اچھے ہیں شہا آپ کے پیارے گیو  
کھائی قرآن نے قسم جس کی وہ پیارے گیو  
چھائے رہتے ہیں خیالوں میں ہمارے گیو  
نہکت و لوز کی ہر سمت گھٹائیں اٹھیں  
جب بھی سرکار و عالم نے سوارے گیو ۳

۱ ماہنامہ قادریہ بریلی شماره اگست ۱۹۶۱ء ص ۲۷

۲ چین زار ایماں، مشاور فیض آبادی مطبوعہ فیض آباد ص ۵ ۳ ماہنامہ علم حضرت بریلی شماره مئی ۱۹۶۶ء ص ۳۸

## فیاض ٹانڈوی

سرتابہ قدم ہے تن سلطان زمن پھول (رضابریوی)

خوشید رسالت کی ہے اک ایک کرن پھول  
خود مانگنے آتی ہے بہاروں کی دو لہریں پھول  
پاتے ہیں انہیں سے سبھی گار اور چین پھول

سرتابہ قدم ہے تن سلطان زمن پھول  
سب پھول رہن پھول زقن پھول بدن پھول

مختارِ دو عالم تمہیں قدرت نے بنایا  
رو پارہ ہو مہتاب جو ہو جائے اشارا  
واللہ یہ اک زندہ حقیقت ہے کہ آتا

تذکا بھی ہمارے تو بلا کے نہیں ہستا  
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ سخن پھول

مولانا الزار الحق النور رضوی

پیش حق مژدہ شفاعت کا سنا تے جائیں گے

(رضابریوی)

رب سلم کی صدا ہر دم لگاتے جائیں گے  
اس طرح رنج و سخن کو ہم بھلاتے جائیں گے

شافعِ محشر کا اتنا فضل کہ وقتِ حساب  
مجرموں کو اپنے دامن میں چھپاتے جائیں گے

۱۰ ماہنامہ استقامت کانپور شمارہ مئی جون ۱۹۸۴ء ص ۳۱

۱۰ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ مارچ ۱۹۸۹ء ص ۶۱

ب

حضرت رضا بریلوی

کے

نعتیہ رجحانات اور افکار و خیالات

ہی

پذیرائی



## ماہرِ رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد (کراچی)

”یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے کہ ایسا باکمال شاعر جس کی شاعری مصحفِ مقدس کے سرچشمہ صافی سے مستفید ہے اردو تاریخ کے تذکروں میں وہ مقام حاصل نہیں کر سکا بلکہ وہ مقام نہیں دیا جس کا وہ مستحق تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کا زہد و تقویٰ اس امر کا مستقاصی تھا کہ اس کو شعرار کی عام صف میں نہ کھڑا کیا جائے وہ لغت گو شعرار کا امام برحق تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس کو نہ داد و تحسین کی ضرورت تھی نہ صلہ کی پرواہ۔ اس کے کلامِ بلاغت نظام کو سن سن کر مرغانِ چین پورے کا پورا چین نذر کرتے ہیں۔“

## پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوالی (مرصر)

”پرانا مشہور مقولہ ہے کہ شخص واحد میں دو چیزیں تحقیقاتِ علمیہ اور نازک خیالی نہیں پائی جاتیں۔ لیکن مولانا احمد رضا کی ذات گرامی اس تقلیدی نظریہ کے عکس پر بہترین دلیل ہے۔ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے جس پر آپ کے دیوان، ”حدائقِ بخشش“، ”حدائقِ العطیات“، ”مدائحِ رسول“ بہترین شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ فلسفہ، علمِ فلکیات، ریاضی اور دین و ادب میں آپ ہندوستان میں صفتِ اول کے ممتاز علماء اور شعرار میں تھے۔“

## ڈاکٹر فرمان فتحپوری

”علماء دین میں لغت نگار کی حیثیت سے سب سے ممتاز نام مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے وہ مولانا حالی مولانا شبلی امیر سینیائی اور اکبر الہ آبادی وغیرہ کے ہم عصر ہیں تھے۔ ان کی شاعری کا محور خاص آنحضرت کی زندگی و سیرت تھی مولانا صاحب

۱۔ امام شعر و ادب۔ وارث جمال قادری۔ مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۳۹

۲۔ امام احمد رضا ایک فاضل اہل حدیث کی نظر میں۔ ڈاکٹر محی الدین الوالی مطبوعہ لاہور ص ۵

شریعت بھی تھے اور صاحبِ طریقت بھی۔ بہت نعت و سلام اور منقبت کہتے تھے اور بڑی دروہی و لہو بازی کے ساتھ کہتے تھے۔ سادہ و بے تکلف زبان اور برجستہ شگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں ان کے اہم اشعار اور سلام سیرت کے جلسوں میں عام طور پر پڑھے اور سنے جاتے ہیں ان کا سلام، مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام، بہت مقبول ہوا ہے۔

ایک نعت بھی اس کا مطلع ہے، واہ کیا جو دو کرم بے شہ بطحا تیرا  
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

خاصی شہرت رکھتی ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا دیوان، "حقائق بخشش" شائع

ہو چکا ہے :۔  
نیاز فتحپوری

شعر و ادب میرا خاص موضوع اور فن ہے میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاسنیفا پڑھا ہے۔ ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسولِ عربی کا ہے ان کے کلام سے ان کے بکیراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کے بعض اشعار میں اپنی انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے جو ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ نقلی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل حق ہیں۔ مولانا حسرت موہانی بھی مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کے مداح تھے اور معترف بھی۔ مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شے قدر مشترک تھی اور وہ عنوشا اعظم کی ذات و الاصفات سے دونوں کی تمہری وابستگی تھی۔ مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو تسفیع  
جو مرا عنوشا ہے اور لاڈ لایا تیرا۔ ۱

۱۔ عاشق رسول، ڈاکٹر محمد سعید احمد، مطبوعہ لاہور ص ۶۔ ۲۔ عاشق رسول، ڈاکٹر محمد سعید احمد، مطبوعہ لاہور ص ۹

## ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشق رسول یعنی مولانا احمد رضا بریلوی کا ذکر بھی کر دیا جائے جس سے ہمارے ادب نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے حالانکہ یہ غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی طبیعت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

## مولانا گوثر شاہ زئی

بریلی میں ایک شخص پیدا ہوا جو لغت گوئی کا امام تھا امام احمد رضا جس کا نام تھا ان سے ممکن ہے بعض پہلوؤں میں لوگوں کو اختلاف ہو، عقیدوں میں اختلاف ہو لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشق رسول ان کی لغتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔

## ڈاکٹر سید عبداللہ

وہ جید عالم، متبحر حکیم، عبقری، فقیہ، صاحبِ نظر، مفسرِ قرآن، عظیم میراث اور سخن بیان خطیب تھے لیکن ان تمام درجات رفیع سے کبھی بلند ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عشق رسول۔

## ڈاکٹر سلام سنا بریلوی

آپ کی شخصیت و شاعری میں کوئی فاصلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی شخصیت آپ کی شاعری سے اور آپ کی شاعری آپ کی شخصیت سے۔ شخصیت و شاعری ہیں اس قدر گہری ہم آہنگی اردو کے چند ہی شعرا کے یہاں ملے گی۔

۱۱ اقبال و احمد رضا۔ راجور شید محمود مطبوعہ کلکتہ ص ۱۱۱

۱۲ عاشق رسول۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد۔ مطبوعہ لاہور ص ۱۱۱

۱۳ اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر۔ سید نور محمد قادری، مطبوعہ لاہور ص ۱۱۱ جیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد مطبوعہ بمبئی ص ۱۱۱

## ڈاکٹر نسیم قریشی

کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصے میں کہ وہ مقبولین بارگاہ الہی اور نظر کروگان رسالت پناہی کے اس محبوب زمرے میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں ایسا بلند مقام انہیں حسان الہند کے مبارک لقب سے یاد کئے بغیر ان کے بے پناہ جذبہ عشق رسول اور ان کی وجد آفرین لغت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔ ۱۔

## مولانا ہامیر نقادری

مولانا احمد رضا بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے دینی علم و فضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعری بھی تھا اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے ہٹ کر صرف لغت رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا مولانا احمد رضا کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی لغت غزل کا یہ مطلع سے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا

مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے :۔ ۲۔

## پروفیسر افتخار اعظمی

احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معمولی ذہین اور متبحر عالم تھے۔ وہ عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف کم توجہ دی گئی حالانکہ ان کا لغت کلام اس پائے کا

۱۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد سعود احمد مطبوعہ بمبئی ۱۹۷۱ء

۲۔ عاشق رسول

لاہور ۱۱

ہے کہ انہیں طبقہ اولیٰ کے لغت گوشترا میں جگہ دی جانی چاہیے انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے انکی یہاں تصنع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے کیونکہ رسول پاک سے انہیں بچنا محبت اور عقیدت تھی ان کا لغت کلام شدت احساس کے ساتھ ساتھ خلوص جذبات کا آمیزہ وار ہے۔

میاں محمد شفیع (م. ش.)

برصغیر میں اسلامی شعور ابھارنے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی اقدار سے آگاہ کرنے میں حفیظ کی شاعری نے ایسا کردار ادا کیا جو اس صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرہ میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے لغت کلام اور تحریک رابطہ مسلم عوام کے ذریعے مسلمانوں کے سینوں میں عشق محمد کی آگ روشن کرنے میں ادا کیا تھا جس طرح برصغیر کے دور دراز دیہات میں اعلیٰ حضرت کے سلام کے ایسے فقرے مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام گذشتہ نصف صدی سے گونجتے رہے ہیں اسی طرح حفیظ کے شاہنامہ اسلام کے اشعار سجدوں اور مکتبوں سے ان کی خاص طرز میں گذشتہ ربع صدی سے زائد ہم سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں کی صدا بن کر بلند ہوتے رہے ہیں۔ ۲

### حافظ مظہر الدین

”لغت شاعری کی تاریخ میں اس اعتبار سے اعلیٰ حضرت منفرد نظر آتے ہیں کہ انہوں نے اپنے لغت کلام کو تبلیغ حق کا ذریعہ بنایا اور تبلیغ عشق کا بھی۔ مخالفین کے اعتراضات کے جواب بھی دیئے اور روحوں کو زندگی بھی عطا کی بغیر ممکن ہے کہ کسی جگہ اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھا جائے اور محفل پر انوار نہ برسے۔ محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی ثنا گسٹری نے انہیں بوضیعی کا مقام عطا کر دیا تھا اور وہ عالم بیداری میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔“ ۳

۱۔ عاشق رسول ڈاکٹر محمد سعید احمد۔ مطبوعہ لاہور ص ۲۵

۲۔ ۳۔ خیابانِ رضا۔ محمد رفیع احمد پٹی۔ مطبوعہ لاہور ص ۲۵

## سیدشان الحق حقی

”حضرت مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ عاشقانِ رسول میں ممتاز مقام رکھتے تھے ان کا خلوص و محبت میں ڈوبا ہوا لغنیہ کلام نہ صرف ان کے جذبہ صادق کا منظر ہے بلکہ بہت سے مومنین کے لئے بھی گدازِ قلب حاصل کرنے اور اپنی ارادت کو مولانا کی خوش مقالی کے سہارے ادا کرنے کا باعث ہوا اور ہوتا ہے یہ خود مولانا کے لئے بھی بڑی سعادت ہے کہ اتنے عاشقِ رسول ان کے دل سے نکلے ہوئے کلام کو اپنے دل کی آواز سمجھ کر پڑھتے سنتے اور اس پر وجد کرتے ہیں اس حقیقت سے اس کا ادبی پایہ اور بھی بلند ہو جاتا ہے۔ بہترین تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے روحانی سرور اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں۔ میرے نزدیک مولانا کا لغنیہ کلام ادبی تنقید سے بڑا ہے اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔ اس کی مقبولیت اور دل پذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال ہے اور مولانا کے شاعرانہ مرتبہ پر وال ہے

حسنِ نایشیر کو صورت سے نہ معنی سے غرض  
شعر وہ ہے کہ لگے تھوم کے گانے کوئی شخص

انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے فطری جذبے سے کہا ہے کوئی شاعرانہ ناموری مقصود نہ تھی چنانچہ ان کے قدر شناس اور ارادت مندان کو شاعر کی حیثیت سے کم اہل دل اور اہل اللہ کی حیثیت سے زیادہ جانتے ہیں۔

سید مسعود حسن شہاب و بلوی

”انہوں نے اپنے پرسوز و پر کیف اور دل گرازا و وجد آفرین لغنیہ کلام سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو جوت جھنگائی ہے اسے سرد مہری کی کوئی تارتخ تیخ بستہ لہر سے سرد نہیں کر سکتی لغت گو شعرا میں ان کا مقام ایسا ہی ہے جیسے گلہائے چمن میں گلاب خوش رنگ۔“

ما نیابانِ رونا محمد ریاض احمد چشتی مطبوعہ لاہور م ۶۸

۔۔۔۔۔

## پروفیسر محمد طاہر فاروقی

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی لغت گوئی، علمیت، نقاہت اور بلند منصب سے کسی بھی موافق یا مخالف کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ اعلیٰ حضرت عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے اور وہی جذبہ ان کی لغت گوئی کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے اسی لئے ان کے اشعار میں "از دل فیروز بردل ریزد" کا صحیح عکس نظر آتا ہے۔ حب رسول ہمارے ایمان کی بنیادی صفت ہے حضرت مولانا جیسے جلیل القدر عالم اور کامل الاوصاف درویش اس نعمتِ سرمدی سے کیوں متصف نہ ہوتے ان کی لغت میں شاعرانہ صنعت گری کے ساتھ روحانی کیفیات اور صمیمی تاثرات بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ ہر شعر ڈوب کے لکھا ہے اسی لئے ان کے اشعار میں درود اثر، کیف و وجد، سوز و ساز اور والہانہ شیفتگی زیادہ سے زیادہ ڈلتی ہے حضرت مولانا باریقیں صفت اول کے لغت گو شعرا میں شامل ہیں۔ ۱۔

### احمد ندیم قاسمی

مولانا احمد رضا بریلوی کے بارے میں کچھ عرض کرنا میرا منصب نہیں ہے میں انہیں صرف بحیثیت لغت گو جانتا ہوں اور میرا اندازہ یہ ہے کہ لغت گوئی میں ان کا مرتبہ دیگر لغت نویسوں کے مقابلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرحوم بے پناہ اور بکراں عقیدت و محبت کی برکت سے منفرد ہو جاتا ہے۔ لغت عشق رسول کے بغیر کہی ہی نہیں جا سکتی۔ رستا بھی جائے گی تو اس کا کھوکھلا پن جلد کھل جائے گا۔ چنانچہ جتنے بھی اچھے لغت گو ہیں وہ عشق رسول کے مختلف کیفیات ہی کو شاعری میں منتقل کرتے ہیں۔ مگر جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں مرحوم کے عشق کی شدت بے پناہ ہے اور اسی لئے ان کی لغت کی اثر آفرینی بھی بے پناہ ہے۔ ۲۔

۱۔ خیابانِ رضا، محمد ریڈ چپٹی، مطبوعہ لاہور ۹۶

۲۔ " " " " " " " " " " " "

## ابوزاید عابد نظامی

”ارو و نعت گوئی میں جو مقام اور مرتبہ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو حاصل ہے وہ بہت ہی کم شعرا کو حاصل ہوا ہے۔ ان کی نعت گوئی کے وہ لوگ بھی دل سے قائل ہیں جو ان کے سخت مخالف ہیں۔ مولانا کا لغتہ دیوان اگرچہ مختصر ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے اکثر بھاری بھر کم دیوانوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ عشق رسول کا جذبہ جو میر نزویک دین کی بنیاد ہے۔ آج کل دلوں سے ختم ہو رہا ہے (یا سازش کے تحت ختم کیا جا رہا ہے) اس کی بجالی اور ترقی کے لئے حضرت مولانا بریلوی کی لغتوں سے کام لیا جاسکتا ہے کاش یہ کام سلیقے سے ہو نفرت کے بجائے محبت کو شعار بنایا جائے اور اس سے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا جائے کہ یہی ہمارے مشائخ کا طریقہ ہے۔“

مقبول جہانگیر

اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ حیثیت بھی اتنی ہی وسیع اور عظیم ہے جتنی ان کی دوسری حیثیتیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں جو اچھے اچھے نعت گو شعرا گزرے ہیں ان سب کا ذکر کسی نہ کسی حیثیت سے ادب کی کتابوں میں موجود ہے مگر اعلیٰ حضرت کے بہترین شعری تخلیقات کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ شاید اس لئے کہ ان کی شاعری دوسرے علوم و فنون کے نیچے دب گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کا لغتہ کلام بڑے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان کے یہاں جذبے کی بے ساختگی، خیال کی رعنائی الفاظ کی شان و شوکت اور عشق رسول کی جھلکیاں قدم قدم پر موجود ہیں۔ ان کی لغتوں میں کیفیت و اثر کی ایک دنیا آباد ہے۔“

۱۔ خیابانِ رضا، محمدیہ چشتی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

۲۔ عاشق رسول، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ۱۹۷۷ء



## نعیم صدیقی

مولانا کی جو لغتیں پڑھنے یا سننے میں آئیں ان میں خصوصی طور پر الوہیت کی روح کا فرما ہے۔ زبان پر قدرت ان کا تخیل نئی نئی کوشلیں نکالتا ہے۔ اور تشبیہات و تلمیحات سے وہ خوب کام لیتے ہیں ان کی بہت سی لغتوں کی ایک خصوصیت ان کا عوامی انداز ہے۔ وہ ایسی لسانی اور نئی باریکیوں کی طرف نہیں جاتے جو ہمارے یہاں کے عام مسلمان کی ذہنی سطح سے بلند ہوں۔

## ڈاکٹر وحید اشرف

امام احمد رضا نے عرب کے چمنستان کی بہار، عرب کے گل وریحان، عرب کے بیابان کے خار اور عرب کے کوچوں کا ذکر کیا مگر یہ ذکر رسمی اور تیا سی نہیں بلکہ اس ذکر میں صداقت کا اجالا موجود ہے۔

## ڈاکٹر طلحہ رضوی برق

حضرت رضا نے اپنی لغت نویسی کے لئے قرآن و حدیث ہی کو شمع راہ بنایا ہے وجہ ہے کہ ان کا لغتیہ کلام افراط و تفریط کے عیب اور تخیل کی بے راہ روی سے پاک ہے۔

## حکیم آفتاب احمد قرشی

ان کی لغتیہ شاعری تو عدیم المثال ہے اس میں آمد کی کیفیت ہے وہ عشق رسول سے سرشار تھے ان کی زندگی کا سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ مسلمان عشق رسول کو اپنائیں عشق رسول ہی میں ہماری فلاح و بہبود ہے۔

۱۔ خیابانِ رضا، محمد ریڈ چپٹی، مطبوعہ لاہور ص ۱۱۶

۲۔ اقبال و احمد رضا، راجا رشید محمود، مطبوعہ کلکتہ ۲۵/۲۶

۳۔ . . . . ۲۴۔ خیابانِ رضا، محمد ریڈ چپٹی مطبوعہ لاہور ص ۳۵

حضرت رضا بریلوی کی

نعتوں کا

انگریزی زبان میں ترجمہ

سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ

# SALAM ON THE PROPHET

(Sall Allahu Alaihi wa Sallam)

By

**Imam Ahmad Raza Khan Bareilvi**

Translated By

**Professor G.D. Qureshi**

B.A. (Hons.) ; M.A. English (Sind)

LL.B. (Sind) ; M.A. English (Leeds)

Lecturer College of Art and

Technology New Cast U.K. E-4 Pon-Tyne

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## Allah's Name I begin with, the Compassionate, the Merciful

It is every Muslim's duty to pass on knowledge of Islam, and to strive to serve Islam and the Muslim Community in the best way possible. It was with these intentions that the *Raza Academy* was established in 1979. This noble task was made possible by the eminent Muslim Scholar and Wali Allah Hazrat Pir Sayed Abul Kamal Barq Qadiri Nawshahi (Rahmatullahi Alaih).

*Raza Academy* is named after one of the greatest Muslims of the modern age, Imam Ahmad Raza Khan Bareilvi (Rahmatullahi Alaih), who was born in 1856 and passed away in 1921. He was so great that he was given the title of Reviver of the Fourteenth Islamic Century. His writings and life are of the greatest importance to Muslims in the World today.

We knew this task was difficult, for we had neither support nor money, but our intention was pure and sincere, and we relied on Allah Ta'ala and hoped for His help and the Blessings of His Beloved Prophet (Sall Allahu Alaihi wa Sallam).

In 1984 we published an English translation of the Holy Quran. Then in November, 1985 we began publishing a monthly journal, *The Islamic Times*. This was extremely difficult, but with Allah Ta'ala's Blessings the journal survived, overcame all difficulties and went from strength to strength.

We have published more than two dozen books on Islam. This was only possible with Allah Ta'ala's help and the Blessings of His Beloved Prophet (Sall Allahu Alaihi wa Sallam).

We pray that Allah Ta'ala will give all those who write, translate and provide financial help for the *Raza Academy* a rich reward in This World and the Next.

We would like to express our gratitude to our spiritual guide Hazrat Pir Sayed Maroof Hussain Saheb Nawshahi Qadiri of Bradford for his Blessings and Du'as.

Finally we would like to thank Brother Muhammad Afzal Habib, Dr. Muhammad Haroon, Brother M.I. Kashmiri and others for their help. May Allah Ta'ala give them all rich reward in both Worlds.

*Professor G.D. Qureshi  
Chairman, Raza Academy*

## SALAM ON THE PROPHET

1. Blessed be Mustafa, Mercy for Mankind,  
God's Light, the right way to find.
2. Blessed be the highest of the High,  
The brightest star of Prophecy's sky.
3. Blessed be the Sovereign of Kaaba and Paradise,  
Who is Compassionate, Merciful and Wise.
4. Blessed be the hero on the night of his Ascension,  
The apple of the people's eye in Heaven.
5. Blessed be the splendour of the next World,  
The Dignity, Justice and Grandeur of this World.
6. Blessed be his noble mind,  
The most sublime of its kind.
7. Blessed be the source of Knowledge Divine,  
Outstanding and the Last in the Prophets' line.
8. Blessed be the point of Life's hidden unity,  
And also the centre of its visible diversity.
9. Blessed be Nature's privileged one,  
Who divided the Moon and called back the Sun.
10. Blessed be the blanket, rich in mystic quality,  
Under which the food did increase in quantity.
11. Blessed be the sovereign, wise and high,  
Whose rule extends from Earth to Sky.
12. Blessed be the giver of Blessings Divine,  
On whose account God created the Universe.
13. Blessed be the best of all the Prophets,  
The Last and the most kind of the Prophets.
14. Blessed be he who merged in God's Light,  
And established the rule of right over might.
15. Blessed be the Prophet, most distinguished,  
Matchless, exquisite and unparalleled.
16. Blessed be the star that brightly shone,  
And in size has gradually grown.
17. Blessed be the jewel of Nature's plenty,  
Whose knowledge extended from here to Eternity.
18. Blessed be the strong support of the helpless,

Committed to the uplift of the penniless.

19. Blessed be our Prophet's perfection,  
Which bore Divine Unity's perfection.

20. Blessed be the balm in hardship and dismay,  
Whose aim in life is justice and fair play.

21. Blessed be my strength in misery,  
My hope and wealth in poverty.

22. Blessed be the clue to the mystic signs,  
That throws a light on God's designs.

23. Blessed be the totality of most and least,  
That changes a pantheist into a monotheist.

24. Blessed be success after patience,  
How nice! If shortage is followed by abundance.

25. Blessed be our Prophet's supplications,  
Which met God Almighty's approbations.

26. Blessed be our valued patron in poverty,  
Who leads us out of adversity.

27. Blessed be his caring concern for the evil and vicious,  
And a satisfying affection for the righteous.

28. Blessed be the Prime Cause of Creation,  
The Final Medium of Human Salvation.

29. Blessed be the focal point of revelation,  
Initiating the process of God's manifestation.

30. Blessed be that gardener's noble strife,  
Who gave withering flowers a new life.

31. Blessed be that symbol of beneficence,  
Without a shadow or equal in any sense.

32. Blessed be that embodiment of grace,  
And Birds of Heaven sing his praise.

33. Blessed be that broad forehead,  
Truth on which was always read.

34. Blessed be that King of kings,  
Whose name the most instant success brings.

35. Blessed be those tresses black,  
Vision's feast and mercy's track.

36. Blessed be that stately parting,  
Day coming in and night departing.

37. Blessed be his act of combing,  
Which left the lovers' hearts throbbing.

38. Blessed be those ears that hear,

- Every sound from far and near.  
 39. Blessed be the dynasty Hashimite,  
 A dazzling wave in a flood of light.  
 40. Blessed be his head and his hair,  
 Which the crown of success does wear.  
 41. Blessed be those eyebrows,  
 For which the niche of the Kaaba bows.  
 42. Blessed be the shade benign,  
 Of his eyelashes black and fine.  
 43. Blessed be his eyes, those gems,  
 From which Mercy's fountain stems.  
 44. Blessed be that rose of nature,  
 The glorious symbol of the Creator.  
 45. Blessed be the look affectionate,  
 Generous, kind and compassionate.  
 46. Blessed be his awe and dignity,  
 Best in party and humility.  
 47. Blessed be the cheeks so radiant,  
 That they be dimmed even the moonlight.  
 48. Blessed be his suitable height,  
 To look at him was a real delight.  
 49. Blessed be that beaming complexion,  
 Which gave the onlookers satisfaction.  
 50. Blessed be that beautiful skin,  
 Which said that men are the same within.  
 51. Blessed be that fragrant sweat  
 On workers which had a great impact.  
 52. Blessed be the hair on his arm  
 Holy, clean, soft and thin.  
 53. Blessed be his beard's boom,  
 Glowing like the halo of the Moon.  
 54. Blessed be his lips, in talk or repose,  
 Which resembled the petals of a rose.  
 55. Blessed be the mouth, devoted to teach,  
 What God desired him to preach.  
 56. Blessed be the freshness of his palate,  
 Which in the desert flowers did create.  
 57. Blessed be his saliva's power,  
 Which changed the water from hard to softer.  
 58. Blessed be his tongue gifted and true,  
 Speaking words, which God wanted him to.  
 59. Blessed be his persuasive speech,  
 Evil to quell, and virtue to teach.  
 60. Blessed be his rare gift of eloquence,

- Which won the hearts of his audience.  
 61. Blessed be that moment of God's beneficence,  
 Which guaranteed his prayer's acceptance.  
 62. Blessed be that luminous galaxy,  
 Which threw God's men into ecstasy.  
 63. Blessed be his smile's influence,  
 Which could relax people, if they were tense.  
 64. Blessed be that throat's rare quality,  
 Fresh as milk, and sweet as honey.  
 65. Blessed be his shoulders, dignified,  
 In whom Dignity itself took a pride.  
 66. Blessed be the Prophet's Seal that shone,  
 And in the Kaaba shines the Black Stone.  
 67. Blessed be the strength of the nation,  
 An emblem of learning's consummation.  
 68. Blessed be that hand's generosity,  
 Which ushered in an era of prosperity.  
 69. Blessed be the strength of that arm,  
 Which bore all burdens without any alarm.  
 70. Blessed be his hands and their vigour,  
 Two pillars of our religion and culture.  
 71. Blessed be his palm, clear and bold,  
 Whose lines 'courage' foretold.  
 72. Blessed be his fingers, long and bright,  
 Which looked like fountains of light.  
 73. Blessed be his crescent-like nail,  
 Which brought health in its trail.  
 74. Blessed be his denunciation of rage,  
 And commendation of love and courage.  
 75. Blessed be his heart's sensitivity,  
 Which understood the mystery of unity.  
 76. Blessed be that millionaire's appetite,  
 Who ate only what a poor man might.  
 77. Blessed be that magnanimous mind,  
 Which sought God's Mercy for Mankind.  
 78. Blessed be his knees exalted,  
 Whose greatness Prophets acknowledged.  
 79. Blessed be the steps in the right direction,  
 Which led humanity nearest to perfection.  
 80. Blessed be those feet and the way,  
 And the Quran swore by his pathway.



81. Blessed be the moment of the Prophet's birth,  
When unsurpassed glory spread over the Earth.
82. Blessed be the prayer for man's salvation.  
Uttered by him in his first prostration.
83. Blessed be that fortunate breast,  
Which fed him at God's behest.
84. Blessed be his regard for others,  
When he used one, and left the other breast for brothers.
85. Blessed be the glory of Prophethood,  
Finest flower in the garden of Manhood.
86. Blessed be his God-beloved face,  
And his childhood charm and grace.
87. Blessed be the sweet buds blossoming,  
And the plants gradually growing.
88. Blessed be his habit of keeping away,  
As a child from meaningless play.
89. Blessed be his unpretentious style,  
His informal but very encouraging smile.
90. Blessed be his way immaculate,  
In every sense pious and great.
91. Blessed be his symbolic assertions,  
Easy solutions to most difficult situations.
92. Blessed be his simple-heartedness,  
Leading to acts of the highest selflessness.
93. Blessed be he who went to pray,  
In a cave alone by night or day.
94. Blessed be his spiritual domain,  
Of beings, celestial and mundane.
95. Blessed be his mission of Islam,  
Replacing violence by peace and calm.
96. Blessed be the nights of relaxation,  
And the nights of prayer and meditation.
97. Blessed be the drops of rain gracious,  
And rays of the morning auspicious.
98. Blessed be his love for the repentant,  
And his firmness with the insolent.
99. Blessed be his prophetic grandeur,  
Before which there bowed every Emperor.
100. Blessed be he who stood at God's Light,  
While Moses fainted just at the first sight.

101. Blessed be the face as bright as the Moon,  
Which dispelled the darkness so very soon.
102. Blessed be the Victors' Holy cry,  
Echoing on Earth and in the Sky.
103. Blessed be the brave liberators,  
Who defeated the most cruel dictators.
104. Blessed be the Prophet Mustafa's bravery,  
And Jangling swords bore his testimony.
105. Blessed be the brave Lion's Stride,  
Who won bold Hamza to his side.
106. Blessed be his habits fair,  
May God bless his every hair.
107. Blessed be his eventful life,  
And Peace motivated his strife.
108. Blessed be his devoted friends,  
Peace on whom every Muslim sends.
109. Blessed be the Prophet's family members,  
Who are like heavenly flowers.
110. Blessed be that garden of piety,  
Whose plants grew with the water of purity.
111. Blessed be their nascent purity,  
Who belong to our Prophet's family.
112. Blessed be that symbol of honour,  
Pious Batool, our Prophet's daughter.
113. Blessed be the veils of graces,  
Which from Sun and Moon hid their faces.
114. Blessed be our Prophet's beloved daughter,  
Pious, pure and the women's leader.
115. Blessed be Hassan, the generous leader,  
Who did ride on the Prophet's shoulder.
116. Blessed be his glorious magnificence,  
A Symbol of knowledge and eloquence.
117. Blessed be the sweet sermons on culture,  
Preached by the honey-tongued Messenger.
118. Blessed be the martyr, red-attired,  
In the desert of Karbala who expired.
119. Blessed be our departed leader,  
The Gem of Najaf, the Sun of Honour.
120. Blessed be those symbols of piety,

- The mothers of the Muslim community.
121. Blessed be those emblems of modesty,  
The Members of the House of dignity.
122. Blessed be the Prophet's bosom friend,  
Whose affection and loyalty knew no end.
123. Blessed be that home blissful,  
Declared by God as Peaceful.
124. Blessed be the Prophet's dynasty indeed,  
Unsurpassed in courage and in creed.
125. Blessed be that wedlock of honour,  
Between the Prophet and Siddique's daughter.
126. Blessed be that face, holy and bright,  
Which God praised in the Surah of Light.
127. Blessed be the house that was so honoured,  
That even Gabriel only by permission entered.
128. Blessed be the adjudicator of the Four Schools,  
Which interpret all the Islamic rules.
129. Blessed be the Disciples of the Messenger,  
Who stood by him in the battles of Uhad and Badar.
130. Blessed be the group of ten wise men,  
Who were assured of places in Heaven.
131. Blessed be that radiant appearance,  
Which was called by God into his presence.
132. Blessed be that pride of the Caliphate,  
The Follower of the Prophet, true and consummate.
133. Blessed be Siddique's company and self,  
Who is next to none but the Prophet himself.
134. Blessed be the man sincere and kind,  
Who advised the Prophet with heart and mind.
135. Blessed be Umar, God's true friend,  
Whose enemies awaited a bitter end.
136. Blessed be that administrator strong,  
Helper of the right, enemy of the wrong.
137. Blessed be his justice and his fair play,  
Which worked for the Prophet in every way.
138. Blessed be that spiritually rich worshipper,  
Who offered with the Prophet in poverty his prayer.

139. Blessed be the man who earned the rare honour,  
Of marrying to the Prophet his own two daughters.
140. Blessed be Usman the generous and rare,  
Who attained martyrdom while in prayer.
141. Blessed be Murtaza, the Lion of God,  
Who vanquished the cruel with an iron rod.
142. Blessed be the leader of knowledge's mystique,  
Whose heredity and virtue were unique.
143. Blessed be the man, who re-established the Caliphate,  
The renowned fourth pillar of the Islamic state.
144. Blessed be that rare marvel of Nature,  
Whose sword flashed in his victory over Khayber.
145. Blessed be that supporter of Islamic light,  
Who defeated the enemies of Islam with his might.
146. Blessed be those Muslims, fair and just,  
Who had, before and after victory, in God their trust.
147. Blessed be that Muslim's eyes and vision,  
Who even once saw the Prophet's sweet complexion.
148. Blessed be those who are loved by God,  
Whose enemies have indeed been cursed by God.
149. Blessed be the pious, whose foreheads shine,  
Who drink and distribute spiritual wine.
150. Blessed be the descendants male,  
On whom his teaching did prevail.
151. Blessed be his love of Humanity,  
The model of grace and humility.
152. Blessed be the Four Imams of Law,  
Ahmed, Malik, Shafii, and Abu Hanifa.
153. Blessed be the leaders of the Islamic way,  
Who equally excelled in the Mystic way.
154. Blessed be that marvel of nature,  
Ghaus-ul-Azam the Divine Leader.
155. Blessed be that pillar of Islam,  
Who saw this World in his palm.
156. Blessed be that man's mysticism,  
Who out-shone others in realism.
157. Blessed be that foot miraculous,  
Which stood on the neck of the virtuous.
158. Blessed be that King of graces,  
Of past and present, and of all places.

159. Blessed be that fragrant flower,  
Of Muhammad's virtuous power.
160. Blessed be the pride of the Qadri Creed,  
Hamza, God and the Prophet's Lion, indeed.
161. Blessed be the man, admittedly the best,  
In name, body and soul above the rest.
162. Blessed be my beloved benefactor,  
Descendant of God's last Messenger.
163. Blessed be that embodiment of Light,  
Helping others to attain spiritual height.
164. Blessed be Ahle-e-Sunnat till Eternity,  
Without any danger from Allah's Judgement or  
Accountability.
165. Blessed be, O God, myself in the end,  
For liking those, whom you befriend.
166. Blessed be my kind ancestors,  
Parents, brothers, sisters and teachers.
167. Blessed be our Prophet's followers,  
Who seek God's help in their prayers.
168. Blessed be his presence with grace,  
On the Judgement Day, with Divine Praise.
169. Blessed be Mustafa, Mercy for Mankind,  
May Angels sing it with Raza and his kind.

عارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء

# کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے

Ghayas D Qureshi.

## ON THE DAY OF JUDGEMENT

Utterly perplexed I am at this moment of accountability;  
O friends, how should I articulate my wish in this anxiety!

I wish the Prophet may hear my supplication and say:  
'Look! Find out why there is all this noise today;

Who is this aggrieved man? What is his woeful tale?  
What has happened to him? Why is his voice sad and frail?

Whose help in the name of Allah does he seek?  
Why is he so worried? Why does he painfully shriek?

His appeals have invoked my boundless mercy;  
someone should go and find out the cause of his agony.

The angels may submit that a criminal heart bleeds;  
He is being ordered to account for all his deeds.

The moment is critical as all his record is there;  
He shudders to think what sentence God may declare.

He implores you to intercede, O leader of the Messengers!  
He says, 'I am powerless, Pray, use your intercessionary powers'

Any moment I would face a calamity or a disaster.  
If you come, I will have nothing to fear, O Master.

On this appeal the Prophet may take pity on me;  
And order the angels to with-hold any further inquiry.

Who are you blaming and punishing for his activity.  
I will come and see him as he appeals to my mercy.

Hearing his voice I may noisily utter this exclamation:  
 "Why should I worry at all now for my salvation?"

Look! here arrives my supporter, the helper of everybody;  
 His arrival has infused a new spirit into my body.

Then, the merciful Prophet may hide me under his cloak;  
 Saying, "Leave him. Drop all the charges at a stroke."

He is my servant and I have set him free.  
 Do not ask him any question. Leave his case to me.

While releasing me the angels may respectfully say:  
 "We are your servants, O master. We dare not disobey".

All the spectators on the Day of Judgement may, then exclaim:  
 what a high status you have and what an exalted name!

I would lay down my life for this merciful intercession;  
 you have saved your servant from imminent destruction.

The Song-birds love to hear your lyrics, O Raza!  
 You are a gifted nightingale of the garden of Madinah.

عارف رضا کرامی ۱۹۹۱ء

## سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبی

### OUR PROPHET IS THE MOST SUBLIME AND THE HIGHEST

Our Prophet is the most sublime and the highest;  
Our Prophet is the most elegant and the greatest.

Our Prophet is the beloved messenger of His Creator;  
Our Prophet is the bridegroom of this world and the Hereafter.

Our Prophet is the first manifestation of God's light,  
Though he shone in this world as the last Prophet for human sight.

Our prophet holds the most distinguished status alone;  
It is worthy of him on the highest heaven to sit on God's throne.

Our Prophet brought with him such a dazzling light,  
That it outshone all others, which prior to his time were bright.

Our Prophet is that saviour, healer and seer;  
The water that washed his feet is an elixir.

Our Prophet went to see God on His highest heaven;  
For this occasion the most brightly decorated mirrors were  
chosen.

Our prophet is unique and the highest of his kind;  
The prophets are from the mystics, who are from humankind.

Our Prophet has such a beautiful complexion;  
That beauty itself takes oaths by his attraction.

Our Prophet's beauty is to humanity, what salt is to cookery;  
There can be no taste in your words until you praise his per-  
sonality.

Our Prophet is yours, theirs and that of one and all;  
Just as there is one God Almighty for one and all.

Our Prophet finally emerged from the clouds as the moon;  
Before him different prophets came to mankind as God's boon.



Our prophet is the true distributor of God's favours;  
He alone can give, because he has these powers.

Our Prophet as sun has never set, nor will it ever set;  
Innumerable stars, in the past, have shone and set.

Our Prophet is the leader of all the Prophets of God;  
While, in their own places, they prophet enjoy authority from  
God.

Our Prophet's light extends even beyond the realm of space;  
He is the essence of the light of every form of space.

Our Prophet is even nobler than that best;  
Whom you regard as the best among the noblest.

Our Prophet is even higher than that best;  
Whom you regard as the best among the highest.

Our Prophet is the Prophet of all other Prophets as well;  
Though they are all our masters but this is what they tell.

Our Prophet is the powerful beacon of God's light,  
Who divided the moon into two halves on a night.

Our prophet — shone even through the dark mirrors,  
While the others shone only through the clear mirrors.

Our Prophet is that Fountainhead of the water of life;  
Who has given to dead hearts a gift of eternal life.

Our prophet will help the helpless through his compassion;  
O Raza! give this good news to those who are grief ridden.

معارفِ رضا کراچی ۱۹۹۱ء

# واہ کیا جو دو کر مہرے شہ بطحا تیرا

## YOUR GENEROSITY IS BOUNDLESS

Translated by: Prof. G.D. Qureshi

1. Your generosity is boundless, O Allah's Messenger!  
For you always grant every wish of your seeker.  
واہ کیا جو دو کر مہرے شہ بطحا تیرا | نہیں سنسنا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
2. From your drop flow waves of magnanimity  
From your particle emerge stars of rare luminosity.  
سائے پلتے ہیں عطا کے وہ قطرہ تیرا | آتے بھکتے ہیں سخا کے وہ ذرہ تیرا
3. O master of the heavenly river! you are so kind  
The needs of the thirsty are dear to your mind.  
میس ہے یا شہ حسیم زلا تیرا | آپ پیاسوں کے تپسن میں سزا تیرا
4. People learn the art of generosity at your door  
The most virtuous walk humbly on your floor.  
اغیا پلتے ہیں وہ سے وہ ہے بانا تیرا | اصیا پلتے ہیں سرت وہ سے رستا تیرا
5. How can the earthly beings understand your grandeur  
When the heavenly beings are dazzled by your splendour?  
فرش والے تیری شرکت کا ہو کیا جانیں | عسرا عرش پر اڑنا ہے پھر برا تیرا
6. Heaven, earth and world you feed  
Who then is the host? You are, indeed.  
ماں خلائق زمین خزانہ نازہ ہاں | صاحب نازہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
7. Since you are Allah's beloved, yours is everything  
In love mine and thine does not apply to anything  
ہیں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہوا کا کعبہ | یعنی محبوب و محبوب میں نہیں میرا تیرا
8. Those at your feet hold distinguished place  
They find your feet brighter than anybody's face  
تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا بگھیں | کون نظروں پر چڑے دیکھ کے تولا تیرا
9. Not a well, but an ocean I want for a start  
But from your hand a splash contents my heart  
بوزال ہاتھوں سال نہ کنویں کا یا سام | خود تیرا جانا ہے جبار اچھینے تیرا

10. Thieves always hide away from their chief  
But under your cloak takes refuge your thief.

چور ماکر سے چھپا کرتے ہیں ان کے خلاف | تیرے دامن میں چھپے چور ان کو کھاتا تیرا

11. Grant our eyes, minds and bodies contentment  
O True Sun! Lead our hearts to enlightenment.

ہمیں فہمندی ہوں مگر تانے ہوں مابین سزا | سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

12. Why then does my heart tremble like an autumn leaf  
When your compassion can grant the weak relief?

دل جھٹ خون سے پتا سا اڑا جاتا ہے | پردہ بلا سہی ہماری ہے بھروسا تیرا

13. Who am I with all my sins insignificant  
When your word saves millions in my predicament.

ایک میں کیا برے عیساں کی حقیقت کہتی | مجھ سے سوا کھ کو کالی ہے اشارت تیرا!

14. O master! your kindness made me lazy  
Now fear of accountability drives me crazy.

سنت پاہن کا سہی کام کی عادت نپڑی | اب مل کر چیتے ہیں اے نکھاتا تیرا

15. Don't send your servants to others, O master!  
Peace is near you, elsewhere is disaster

تیرے خدوں سے ملے میری منور کر پڑ ڈال | بھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

16. I am a lowly, sinful, neglected being  
You are a righteous, forgiving, elevated being.

نزارو سیرا شعلہ دار گت کار خوں میں | رافع و نافع و شافع اقب آقا تیرا

17. Your decisions are final in every matter  
I beseech you change my fate for the better.

میری تمہاری بڑی ہو تو جلی جسے کہے | مہر و اثبات کے دست پر کھڑا تیرا

18. Allah has given you such an authority  
Pray, return my sinful heart to purity.

تو جہا ہے تو امی میں مرنے دل کے دھلیں | کہ خدا دل ناز کر تا کہی سیرا تیرا

19. No one else in the world I wish to meet  
My cherished desire is to die at your feet

کہن کا نہ تیکھے کہاں مانے کس سے کہیے | تیرے ہی قدوں پر پٹ جائے یہ پلا تیرا

20. You gave us Islam, and as muslims gave honour  
Who ever heard that you withdrew your favour.

ترنے اسلام داتنے جماعت میں لیا | تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

21. I understand the scars of painful death remain  
But your post-ablution water can cleanse this stain.

مرت شقاہوں تم تاغ ہے زہرا بے تاب | کون لائے مجھے تلوں کا غبار تیرا

22. Who knows what might be the fate of the sinner?  
Dying at your feet can make him a winner.

تو کیا جانے بدکارہ کیسی گزرے | تیرے ہی در پر مرتے ہیں تنہا تیرا

23. For me, a tiny droplet will suffice  
When the virtuous get in plenty and nice.

تیرے صدقے مجھے اک بندوبست تیری | جن ان انچوں کو بے جاں مہلکا تیرا

24. Kaabah, Medinah, Baghdad look where you may  
The radiance of your light is always at play.

مکہ طیبہ و بغداد بدھریجے نگاہ | ات پرانی جہ تری تو ہے چھٹا تیرا

25. As my supporter, before you I (Raza) bring  
My spiritual guide, who is your off-spring.

تیری سرکار میں لاتا ہے ہمتاں کو شیخ | جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا



معارفِ رضا کراچی ۱۹۸۹ء

## A "MAIRAJ" POEM

Prof. G. D. Qureshi. (England)

## وہ سرورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

A *Mairaj* Poem expressing sincere and profound feelings of immense joy on the festive occasion of the Journey to the Highest Heaven by the Most Illustrious Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be upon him).

1. When the Supreme Prophet went on his journey to the Divine Throne of Allah,  
There were very special arrangements made to welcome this unique guest from Arabia;
2. It was the spring time: there were echoes of the salutary greetings in the dales;  
The angels and the skies were singing happy songs in their own ways like the nightingales.
3. On the heavens above and the earth below there was a festive celebration;  
The dazzling lights came down smiling and the fragrant perfumes went up on this occasion.
4. The light emitted by his radiant face created a moonlight near Allah's throne;  
The night was resplendently lit through a multitude of mirrors that brightly shone.
5. The *Kaabah* dressed herself most immaculately to welcome her bridegroom with pride;  
The *blackstone* looked like a beautiful mole on her charming body's side.
6. With bashful looks the *niche* lowered her upright head in sheer delight;  
The covering black curtain gracefully moved, saturated with the Divine Light.

7. The clouds spontaneously advanced and the hearts engaged in a peacock dance;  
To honour the Prophet in a creative stance the *Kaabah* gazed at him in a lyrical trance.

8. The golden ornaments of *Meezaab* gently moved towards the ear from her forehead;  
When it drizzled, the raindrops gathered like pearls on *Hateem's* welcoming bed.

9. The bride's body-fragrance intoxicated the surrounding breeze and her own garment;  
When the perfume curtain furled, the gazelles rushed to store its unique scent.

10. The happy hills smiled and their elegant tops stood out in the space;  
Like a maiden's head-scarf the shoots of green grass rhythmically moved with grace.

11. The fresh-looking and well-clad rivers ran through the well-trimmed bowers;  
It was a rare visual feast of stormy waves, rushing waterfalls and bubbling showers.

12. The old white-floor of moonlight was removed as it was not stain-free;  
The new green-floor consisted of gardens and flowers as far as one could see.

13. More precious to us than our lives where is the Prophet's blessed path-way,  
On which our humble hearts, the heavenly demsels and wings of the angels lay.

14. That moment was indescribably exciting, when the angels, pure and wise,  
Gathered round him and dressed him as the bridegroom of paradise.

15. The light emitted by his face was distributed among the beggars with generosity.

The moon and the sun begged most eagerly for this bright charity

16. The same luminous water is still shining in their bright path,

Which the stars had gathered in their cups from his overflowing bath.

17. With his surplus soie-washed water paradise was painted bright;

Those who wore his used-clothes became flowers of the garden of light

18. The sun revealed the news that God Almighty's beloved messenger

Was soon expected to come back after meeting his Creator.

19. The wedding crown of God's light was on his head amidst a blissful prayer;

The angels stood on both sides of his way to present a salute of honour.

20. Had we been there, we would have sought for some charity;

How could that happen, when we were destined to live this life of poverty?

21. He had hardly sat on the saddle that the journey of salvation ended at a glance;

The salvation itself congratulated him and the sins engaged themselves in a dance.

22. It is understandable why the Prophet's horse startled like a frightened deer;

The rays of light dazzled its eyes and the lightning flashed too near.

23. The clouds gave alms to the beggars and made sure there was enough room;  
The angels held the reins respectfully and welcomed the bridegroom.
24. The dust of the luminous path rose up like the clouds of light;  
The space overflowed with rain and the whole way was exceptionally bright.
25. O moon! You should have brought some dust from the Prophet's way;  
You would have got rid of your spots by rubbing it on them just for a day.
26. The hoof-prints of the 'Buraq' filled the entire way with flowers;  
In no time all over the place there were fragrant orchards and bowers.
27. The divine wisdom of 'Aqsa' prayer was to unfold the secret of first and last;  
All the Prophets prayed behind him, though they had actually lived in the past.
28. The dignity of his arrival brightened up everything immaculately;  
The stars, the skies, the cups and the containers were cleaned smartly.
29. When he advanced, his unveiled sunlike face shone with glamour;  
The sky felt over-awed and the stars became dimmer and dimmer.
30. The overflowing light filled the path with luminous water;  
The stars slipped time and again and fell at the feet of Allah's messenger.



31. The ocean of Unity surged forward and washed the sands of Diversity;  
Forget the dunes of the sky, just two bubbles were "God's Arsh and Kursi".
32. His sun-like merciful face eclipsed the stars that shine;  
The moonlight and starlight looked like shadows in his sunshine.
33. When the unique bridegroom advanced even the lote tree failed to hold him back;  
In the wink of an eye he went beyond this and that range of the track
34. The angels felt that a glimpse had flashed through their sight and mind;  
The bridegroom went far ahead but his companions were left behind.
35. Gabriel's wings got tired and he could not accompany the divine guest;  
The Prophet's stirrup slipped out of his hands though he tried to hold it to his best.
36. He, who reflected on the Prophet's speed suddenly found his mind aflame;  
All the trees in the woods of intellect started burning with shame.
37. The birds of intellect flying ahead of the Prophet ended in a miserable plight;  
They could not go beyond the lote tree in their insurmountable flight.
38. The strong-winged birds of superstition flew but soon lost their breath;  
They sustained a fatal blow on their chests and fell down bleeding to death.

39. At that moment God's throne heard the angels raising a salutary uproar;  
How nice to welcome back the same auspicious feet, which graced us before.

40. On hearing this, the devotee exclaimed, "Where is my master?  
How lucky that my eyes will again kiss the soles of Allah's Messenger!"

41. Allah's throne knelt down to welcome; the angels fell into a prostration;  
It rubbed its eyes on his feet; they showed their utmost veneration.

42. Such bright lights shone that all the candles flickered;  
The lamps felt ashamed when the sun itself appeared.

43. In this atmosphere the Messenger of Mercy came respectfully to say;  
"Those ways are open for you today, which were closed for Moses one day".

44. "Move forward, O Muhammad! Come nearer, O Ahmed, my beloved",  
What a lovely call it was and what a joyful atmosphere it created!

45. O Allah, all praise be to You: You are undoubtedly carefree;  
Once Moses insisted to see You; here You became anxious to see.

46. Let intellect bow its head, because he has travelled beyond imagination;  
Direction itself is baffled and it cannot dare to imagine his destination;

47. Who could answer where or when? who could tell us what or how?

There was neither any companion nor any milestone between then and now.

48. Allah gently encouraged him though his pace was humbly slow,

Grandeur checked him but Grace inspired him steadily to go.

49. He advanced hesitantly with feelings of respect and humility;

Allah led him on this endless journey with an exceptional agility

50. The Prophet's motion was nominal: it was all done by the divine will.

Whenever he slowed down, Allah commanded him to come nearer still.

51. At last a barge emerged from the ocean of His personality;

It took him near Allah's lap and untied the anchor of mortality.

52. Who could see this ocean's shore? It was all speed and surprise.

He leapt like sight and became hidden from his own eyes.

53. When the secrets of Nearness were unveiled, who knows what the Reality was?

There was no room for otherliness: don't say he wasn't; he really was.

54. The garden so blossomed that the buds and the roses looked very charming;

The unblown and the fully-blown flowers became equally inviting.

55. To differentiate between the circumference and the centre was difficult;

The arches beowed and the circles felt giddy as a result.

56. Millions of veils disappeared revealing endless oceans of luminosity;  
It was a strange Union of Lights which symbolised diversity in Unity.

57. The waves showed their parched tongues and wriggled in search of water;  
The whirlpool fainted with thirst and its eye stared farther and farther.

58. He is the First and the Last; He lives in the Absence and in the Presence;  
His own hidden light went to see His own visible existence.

59. O dots on the arch of probability! Why do you guess the first and the last?  
Ask the track of the circumference, where did the process begin in the past?

60. Here Allah gave His beloved Messenger a gift of formal and ritual prayers,  
He also honoured him with garlands of d'arood, and' salam's regal flowers.

61. The tongue was anxious to speak and the ear was eagerly trying to go very near;  
Mysteriously and silently he said what he wanted to say and heard what he wanted to hear.

62. Then the Distinguished Guest was taken to Paradise soon;  
The stars of paradise felt honoured to see the glory of their Arabian moon.

63. The Arabian moon was accorded a glorious welcome joyfully;  
All the heavenly flowers become daffodils and the chandeliers shone more brightly;

64. The spirit of ecstasy edged him on but the sense of humility checked him modestly;  
A real conflict of emotions: "To advance or just to stay there reverently".

65. Allah's omnipotence be praised! His truthful moon shone at millions of stations on his way;  
Even then he returned home by dawn before the starlight faded away.

66. Take pity on Raza, O our intercessor and Allah's Messenger of Mercy!  
Grant him a small share from the gifts distributed during the Mairaj journey.

67. My mission is to praise the Prophet; my aim is to achieve his pleasure;  
The poetic rhymes and refrains have no value; Mustafa's Love is my real treasure.

*(concluded)*



معارفِ رضا کراچی ۱۹۹۳ء

## واہ کیا مرتبہ اے عنوث ہے بالائیرا

1. O Ghawst! you hold a place, of prominence  
Your feet are above others heads in omnience
2. Whose eyes can towards your head rise?  
Mystics kiss your feet with their eyes
3. Very brave are your protected men  
your dog frightens a lion in its den
4. Your illustrious ancestors are Hussain and Hassan  
Both traditions in your person have become one
5. With oaths Allah persuades you to eat  
To him you are so dear, so sweet!
6. He who sees your personality's halo  
Actually sees our Prophet's spiritual shadow
7. Zehra's son is blessed in your birth  
Ours enjoy your blessings on this earth
8. The art of giving is your by inheritance  
The Prophet bequeathed to you his pittance
9. Prophetic rain Alvi crop, Batooli bower  
Hussain's fragrance in Hussain's flower
10. Prophetic supervision, Alvi star, Batooli beam  
Hussain's light in Hussain's moon
11. Prophetic beauty Alvi mountain Batooli quarry  
Hussain's dazzle in Hussain's ruby
12. Ocean or land, garden or desert, city or village  
Which place does not hear your message
13. With purity of intent, one cannot cannot a vice  
I have tested your grace, not once but twice
14. Your thirsty are too weak to stand and explain  
Their eyes long for your generous rain
15. O Ghawst! very sinful and dirty I have been  
Before my death please wash me clean

16. Your holy water I need in right earnest  
It purifies more than a handful of dust
17. When time comes, the bird of my soul will fly  
Hard luck! I cannot see you until I die
18. In your fold are dogs, young and old  
Living so far away I am still in your fold
19. Dogs with this insignia are never killed, never!  
Please leave your collar on my neck for ever
20. Baghdadi dogs know my name and seal  
Though in India, in Baghdad myself I feel
21. O master! for the sake of your dignity  
Upon your servant's plight take pity
22. A thief, a criminal, a man so base  
Kind master! I am yours in any case
23. I shall still be after you named  
O Ghawst! if I stand somewhere blamed
24. Raza! do not crawl, you may be small  
But your renowned master is the best of all
25. Yet one more poem in praise of the master?  
Come, Raza, inscribe your name in the poet's register

معارف رضا کراچی ۱۹۹۲ء

## تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شدید اتیر

1. How terrible is your anger, O Ghaws, the brave!  
Your victim continues suffering even in his grave,
2. Clouds cannot stop the furious lightning  
Shields drop on seeing your sword lightning
3. Your spear moves fast in every direction  
Strikes harder when it sees its own reflection
4. While attacking you never miss your aim  
Just one stroke puts the worst enemy to shame!
5. How ironic! some foes mean by nature  
Want to lower down your high stature
6. Had they sense, against God they would not fight  
Almighty Allah has raised you to this height
7. The last Prophet is your protector and guide  
Your fame has and will spread far and wide
8. How hard ill fate enemies may undermine  
Your name is destined for ever to shine
9. Your foes will fail, even if they try  
When Allah has promised to keep you high
10. O foe! your denial is here for you a curse  
Your fate in the hereafter will be worse
11. Pretend outwardly that you are not afraid  
Your heart inwardly sinks on seeing my master's blade
12. About the Zebra your thoughts are dangerous  
How dare you hold views so blasphemous
13. If you refuse to follow the falcon's path  
You will lose your bird of faith by divine wrath
14. Do not cut the branch you are seated on  
Or the roots of your family tree will be gone!
15. Disobeying God to please men, near and far  
O I know how low your intentions are
16. O fox! in spite of your greed and cunning  
A look from the watch-dog will set you running



17. O master! I am most willingly obedient  
To your will I am fully subservient
18. Your word is law, your pen is sword, O guide!  
Your kingdom ranges far and wide
19. An angry look drives the enemy away  
Your kind word makes a friend's day
20. Control over hearts is yours from above  
Please make my heart a treasure of love
21. Rejected-thief will run away with a start  
Your name when he sees engraved on my heart
22. In life, death and hereafter, my guide!  
Under your spiritual cover I want to reside
23. On dooms day the sun's heat will be hell-bent  
Luckily I shall have the advantage of your tent
24. In "BAIJAT-UL-ISRAR" all my secrets lie  
Because you cover your disciples like the sky
25. For the world's opposition I (Raza) do not care  
I know my guide will grant my prayer
- The Religions Poetry of Inam Ahmed Raza Bareilvi

معارف رضا کراچی ۱۹۹۲ء

# لم یأت نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

1. Non like you was ever seen or created ;  
Authority stands in your person consummated.
2. Waves of stormy seas flout every rule.  
Please rescue my boat from the whirlpool.
3. On reaching Taybah, O Sun, You should pray  
His light may change my night into day.
4. Your face is as bright as the full moon ;  
Let your grace and light fall on me soon.
5. I am thirsty : you are a symbol of generosity,  
Not a shower a drop will satisfy me.
6. O pilgrims ! in Taybah prolong your stay ;  
My heart sinks at the thought of our going away.
7. In Madinah I was always glad ;  
Memory of that time now makes me sad.
8. No one will listen to my tale of woe ;  
For help I have nowhere else to go.
9. Let my soul burn in your loves flame ;  
To die in your service is my life's aim.
10. Raza ! it is not my style or norm ;  
Friends wished so I adopted this poetic form

سعارف رضا کراچی ۱۹۹۰ء

# ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا

## DUST WE ARE

Translated by : Prof. G. D. Qureshi

1. Dust we are; return to it we must  
Adam, our ancestor, was created from dust.
2. Reduce us to it in your search,  
O God ! Dust is our medal from our dear Lord.
3. That dust on which Prophet set his feet,  
For us is better than a heavenly seat.
4. Sky was hurt deeply by the sharp irony  
When Earth said, "Madinah is located on me"
5. Prophet described Ali as "dust's father"  
Who is our wise guide and brave leader
6. O seekers ! walk humbly in right earnest  
Under this earth is our Prophet's place of rest
7. Prophet's grave and Kعبah are made with dust  
So respect it always every-where we must.
8. Raza ! ﷻ Allah's eyes we will have no worth  
If we do not love Madinah on this earth.

عارف رضا کراچی ۱۹۸۹ء

# واہ کیا جو وکرم ہے شہ بطحا تیرا

## NAAT-E-RASOOL

( By: Imam Ahmed Raza Bareilvi )

Translated by: Sardar Ali Ahmed Khan

*How great is thy generosity, thou; sovereign of holy realms (Bat'hs)  
Never has a suppliant turned disappointed from the door.*

*The drop of thy bounty is like a river in spate,  
An atom of thy benevolence coruscates like stars.*

*In liberality there is none like thee,  
Thy river goes about in search of the thirsty.*

*The opulent are fed at thy door, such is thy almshouse,  
The saints treat on their foreheads: the path leading to thee.*

*We humble denizens of the earth how can we imagine thy eminence?  
The Flag Flutters on the throne of God*

*The sky and the earth are thine open table and the whole world  
thy guest,  
And who is the vexated host, thou and thou alone*

*I shall call thou Master for thou are the Master's beloved,  
In fact there is no mine and thine in love.*

*The eyes would be soothed, the heart fresh and lives brimful,  
Thou true sun of generosity such is thy heart-alluring light.*

معارف رضا کراچی ۱۹۹۲ء

# سرتابقدم ہے تن سلطانِ زمن بھول

Rendered into English by-

**Zahoor Ahsar Budaun**

From top to bottom, the body of **Sultan-e-Zaman**  
(Prophet Mohammed S. A. W ) is flower

Lips, flower, mouth flower, chin flower, body flower

For your Baka, not only gardens, forests beget flower

Permit this bud of heart too, to become a flower.

If we desire it moves not even a single atom,

If you desire, the lofty mountain of sorrow becomes a flower

By Allah, if the perpiration of my flower is made available

Never would the bride ask for Itr, nor would she desire flower

What to say of that garden of benevolence O 'Raza

Wherein 'Zohra' be a bud, 'Husain' and 'Hasan' flower.

ماہنامہ استقامت (انگریزی) کانپور پریس ۱۹۸۹ء

اج

حکیتِ لغت گو

حضرت رضا بیوی کامقام

## رضایہ لغتِ نبی نے بلندیاں بخشیں لقبِ زمینِ فلک کا ہوا سمائے فلک

گذشتہ پندرہ سولہ برسوں کے درمیان نعتیہ شاعری پر خصوصی توجہ مرکوز کی گئی ہے اس کا ثبوت وہ مقالات ہیں جو ان کی نعتیہ شاعری کے سلسلے میں قلمبند کئے گئے ہیں اس قبولِ عام میں آخر اچانک بے تیزی کیسے آئی یہ بات واقعی محلِ نظر ہے کہ اچانک مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری عوام و خواص کی توجہ کا مرکز و محور کیسے بنی۔ اس کی کسی وجوہ ہیں۔ پہلے امیر مبنائی دلغ و بلوہی اور سب سے زیادہ میلاد اکبر اور مولود سعیدی کی نعتیں عوام و خواص کو سکون و طماننت عطا کرنے کا واحد ذریعہ تھیں زندگی کے مسائل پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے چلے گئے خصوصاً بیسویں صدی کا نصفِ آخر انسانوں پر عام طور پر اور مسلمانوں پر خاص طور سے بہت گراں گذرا۔ مشرقِ ترقی و ابید اور مشرقِ وسطیٰ میں ان کی زندگی تلخ ہو گئی برصغیر کی آزادی بھی اپنے جلو میں تباہی و بربادی کا طوفان لے کر آئی اس نے دلوں کو ایسی شکستگی دی اور ایسی بالوسی دی کہ اس کا مداوا روایتی نعتیہ شاعری سے ورے اور پرے تھا یہیں سے نعت گوئی کو ایک نئے اسلوب کی طرف مجبوراً اور ضرورتاً مڑنا پڑا۔ اور سو داسے لے کر محسن کوروی تک کے نعتیہ قصائد پر لوگوں نے نگاہ کی اور نعت میں فریاد و فغاں اور التجا کا عنصر غلبہ پانے لگا۔ محسن کوروی کے بعد جس شاعر پر اہل نظر کی نظر ٹھہری وہ حضرت فاضل بریلوی کی شاعری تھی جس میں التجا اور گریہ و زاری کا عنصر غالب ہے ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ء کے بعد کی نعتیہ شاعری میں لہجہ یکا یک تبدیل ہو گیا اور اس تبدیلی کا منبع و مخرج مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی شاعری کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ جنہوں نے مختلف بحور میں ہدیہ لغت و درود پیش کیا ہے۔ چند نعتوں نے جن میں ان کے سلام کو سب پر فوقیت حاصل ہے میدانِ نعت گوئی کا یا ہی پلٹ دی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سلام کو بیسویں صدی کے نصفِ آخر میں کیوں قبولِ عام کی سند حاصل ہوئی جبکہ یہ قصیدہ بیسویں صدی کی پہلی

دہائی میں ہی لکھا جا چکا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دکھا ہوا دل اپنے درماں کے لئے رانے  
 وغیروں اور برسوں کی تلاش و جستجو از سر نو کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی کی  
 نعتیہ شاعری نگاہوں کا پہلی بار مرکزی کیونکہ اس شاعری میں ہر دکھ کا، ہر ظلم کا، ہر ستم کا رسول  
 کے عاشقوں کو مدد و نظر آیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حامیں  
 بندہ ہے تنہا شہساز تم پہ کہ وروں درود

کیوں کہوں بے کس ہوں میں کیوں کہوں بے بس ہوں میں  
 تم ہو میں تم پر خدا تم پہ کہ وروں درود

خلق کے داورس سب کے فریادرس  
 کہتے روز مصیبت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود  
 مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود  
 ہم غنیوں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں  
 اس گل پاک نسبت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا  
 اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہیں پریں  
 اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام



یہ کس کے رعب آمد نے کیا عالم ہے۔ وبالہ  
 کہ شیرازہ پریشاں ہو گیا ہر نظم باطل کا  
 کسی وحشی کی خاک اڑ کر چین میں آگئی شاید  
 بگولوں سے ہے اٹھتا شورستان سلاسل کا

اس کے بعد یہ التجایہ اشعار ملاحظہ کیجئے  
 غم ہو گئے بے شمار آقا  
 بندہ ترے شمار آقا

بگڑا جاتا ہے کھیل میرا  
 آقا آقا سوار آقا

منہ دھارے آ کے ٹوٹی ٹاؤ  
 دے دیکھ کہ ہوں پار آقا

ہلکا ہے اگر ہمارا پلہ  
 بھاری ہے نزاوت آقا

مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے  
 تم کو تو ہے اختیار آقا

میں دور ہوں تم ہو مرے پاس  
 سن لومری لپکار آقا

مجھ سا کوئی عزیز وہ نہ ہوگا  
 تم ساتھیں غمگسار آقا

گر داب میں پڑ گئی ہے کشتی  
 ڈوبا ڈوبا اتار آقا

تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے  
میں وہ کہ بدی کو عار آتا

پھر منہ نہ پڑے کبھی خسزاں کا  
وے وے ایسی بہار آتا

جس کی مرضی خدا نہ ٹالے  
میرا ہے وہ نام دار آتا

ہے ملک خدا پر جس کا قبضہ  
میرا ہے وہ کام گار آتا

سو یا کئے تا بکار بندے  
رو یا کئے زار زار آتا

یہ التجا بیہ نام طور پر سلام کی شکل میں نظر آتی ہے۔ مثلاً اس مضمون کے بہت سے بند  
یا شعر نظر آئیں گے جس میں سیغنے یا با د صبا سے کہا گیا ہے کہ جب تیرا گذر دیا رطیبہ سے ہو تو  
نبی اکرم سے رو رو کر التجا کرنا اور ہم درد مندوں کا یہ پیغام پہنچانا کہ ہم ظلمت کدہ ہند میں  
منظالم کے شکار ہیں کافر اور مشرک ہمارا جینا حرام کئے ہوئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔  
سودا نے بھی اپنے لغتیہ و قصیدے میں اسی طرح کے دکھ کا اظہار کیا تھا لیکن اسے  
لوگ بھلا چکے تھے۔ مولانا احمد رضا بریلوی نے اسے از سر نو زندہ کیا اور اس سونے منظر کو جلا  
بخشی ہے

اک غم کہ آوازہ منصور کہن شد

من از سر نو جلوہ دم دارور سن را

آج مولانا احمد رضا بریلوی تمام جدید لغت گو شعرا کے پیش رو اور امام تصور

کئے جاتے ہیں ان کی شاعری اور ان کی طرز میں ذہن جدید کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے

ہیں۔ آج کی جدید نئی شاعری میں جو تنوع جو شگفتگی ہے وہ حضرت رتنا بریلوی کے دم قدم  
سے فروغ پذیر ہے۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رتنا مسلم  
جس سمت آگے ہو سکتے بھٹا دیئے ہیں

# کتابت

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۱	اردو میں نعتیہ شاعری	ڈاکٹر سیدت الدین اشفاق	۱۹۷۶ء	اردو اکیڈمی سندھ کراچی
۲	نعتیہ شاعری کا ارتقاء	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری	۱۹۸۸ء	فائن آفیسٹ پریس الہ آباد
۳	نعتیہ اسلام کی حیثیت عظیم شاعر و ادیب	پروفیسر ڈاکٹر مجید قادری	۱۹۹۱ء	ادارہ تحقیقات امام احمد کراچی
۴	اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر طلحہ رضوی برق	۱۹۷۲ء	دانش اکیڈمی آرہ، بہار
۵	نعت کے چند شعریہ متقدمین	ڈاکٹر سید شمیم گوہر	۱۹۸۸ء	خانقاہ حلیمیہ الہوالعلائیہ الہ آباد
۶	تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ	مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی	۱۹۸۹ء	اکیڈمی قادریہ بنارس
۷	شعر امتیاز	سید عابد علی عابد	۱۹۷۷ء	بزم اقبال لاہور
۸	ہماری شاعری میاں رسال	پروفیسر مسعود حسن ادیب	۱۹۷۱ء	کتاب نگر لکھنؤ
۹	عرفانِ رضا	ڈاکٹر امی بخش اختر اعوان	۱۹۸۲ء	المجمع الاسلامی مبارکپور
۱۰	اردو میں قصیدہ نگاری	ڈاکٹر ابو محمد سکر		نسیم بک ڈپو لکھنؤ
۱۱	اردو رباعی	ڈاکٹر فرمان فتحپوری	۱۹۸۲ء	مکتبہ عالیہ لاہور
۱۲	وقتیہ مراجعہ	پروفیسر نظام الدین بیگ		بزم اہلسنت کراچی
۱۳	حدائق بخشش	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۵ء	رضوی کتاب گھر بھینڈی
۱۴	کلامِ رضا کے نئے تنقیدی زاویے	عبد النعمیم عزیز	۱۹۹۰ء	الرضا اسلامک اکیڈمی بریلی
۱۵	امام شروادب	دارش جمال لہوری	۱۹۷۸ء	حق اکیڈمی مبارکپور اعظم گڑھ
۱۶	مقدمہ شعر و شاعری	الطاف حسین حالی	۱۹۲۹ء	مکتبہ جامعہ دہلی

نمبر شمار	اسمار کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۱۷	ذوق لغت	حسن رضا خان یلوی		اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد
۱۸	اردو ادب کی ایک صدی	ڈاکٹر سید عبداللہ		چمن بکڈپو دہلی
۱۹	چند شعرا بریلی	ڈاکٹر سید طیف حسین ادب	۱۹۷۶ء	مرکز ادب شاہ گنج لکھنؤ
۲۰	سوانح اعلیٰ حضرت	مولانا بدر الدین احمد قادری	۱۹۸۲ء	پیر گلشن رضا و صبا بہار
۲۱	سرور القلوب	مفتی نقی علی خاں	۱۹۸۷ء	رضا الیڈمی سی
۲۲	سیرت اعلیٰ حضرت	حسین رضا خان قادری	۱۹۸۳ء	مکتبہ مشرق کانٹر ٹولریٹی
۲۳	حیات مولانا احمد رضا خان یلوی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۱۰ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا سی
۲۴	حیات امام اہلسنت	" " "	۱۹۸۵ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۲۵	آئینہ رضویات حصہ دوم	" " "	۱۹۹۳ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۲۶	محدث بریلوی	" " "	۱۹۹۳ء	" " " "
۲۷	حیات اعلیٰ حضرت	علامہ ظفر الدین بہاری	۱۹۹۲ء	مرکزی مجلس رضا لاہور قادری بکڈپو دہلی
۲۸	حدائق بخشش حقیقی اور ادبی جاہ	علامہ شمس بریلوی	۱۹۷۶ء	مدینہ پبلسٹک کمپنی کراچی
۲۹	نقیہ اسلام	ڈاکٹر حسن رضا خاں	۱۹۸۱ء	اسلامک پبلی کیشن سنٹر پیٹنہ
۳۰	اندھیرے سے اجلے تک	علامہ عبدالحکیم شرف قادری	۱۹۸۵ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۳۱	قرآن سائنس اور امام احمد رضا	پروفیسر مجید اللہ قادری	۱۹۸۹ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۳۲	قصیدہ نگاران اتر پردیش	علی جو اوزیدی	۱۹۸۳ء	اردو اکیڈمی اتر پردیش لکھنؤ
۳۳	مجدد اسلام	مولانا نسیم بستوی		نوری بکڈپو ہمایوں لاہور باغ کانپور
۳۴	اکرام امام احمد رضا	مفتی محمد برہان الحق	۱۹۹۰ء	مجلس العلماء مظفر پور بہار
۳۵	گناہ بے گناہی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۸۲ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۳۶	تجلیات نوری	اقبال احمد قادری	۱۹۱۰ء	بزم حامد رضا کراچی

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۳۷	عاشق رسول	ڈاکٹر محمد سعید احمد	۱۹۸۲ء	مرکزی مجلس رضالاہور
۳۸	مفتی اعظم ہند	عبد النعمیم عزیزی	۱۹۸۱ء	اختر رضا بک ڈپو بریلی
۳۹	تذکرہ رضا	علامہ محمد احمد مصباحی		حق اکیڈمی اعظم گڑھ
۴۰	مفتی اعظم اور ان کے خلفاء	شہاب الدین رضوی	۱۴۱۰ھ	رضا اکیڈمی بمبئی
۴۱	شیخ احمد رضا خاں بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ)	ڈاکٹر محمد سعید احمد	۱۹۹۱ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۴۲	الاسمء اولیٰ بیابان الارتراد	امام احمد رضا قادری	۱۴۰۸ھ	قادری بک ڈپو بریلی
۴۳	امام احمد رضا اور علمی جماعت	ڈاکٹر محمد سعید احمد	۱۹۹۰ء	رضا انٹرنیشنل اکیڈمی مہاروق آباد
۴۴	تاریخ لغت کئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب	شاعر مکھنوی	۱۹۷۹ء	مرکزی مجلس رضالاہور
۴۵	الملفوظ (امام احمد رضا)	مفتی اعظم ہند بریلوی		نورانی پریس کانپور
۴۶	نوز میں درود حرکت زمین	امام احمد رضا قادری		ماہنامہ سنی دنیا بریلی
۴۷	امام احمد رضا اور علم حدیث فائل بریلوی اور	مولانا محمد رفیع احمد	۱۹۸۰ء	مرکزی مجلس رضالاہور
۴۸	تحریک ترک سوالات	ڈاکٹر محمد سعید احمد	۱۹۷۶ء	مرکزی مجلس رضالاہور
۴۹	محاسن کنز الایمان	شیخ محمد خاں اعوان	۱۹۸۳ء	" " " "
۵۰	امام احمد رضا دینا صحائف	آربی مظہری	۱۹۸۳ء	" " " "
۵۱	فتاویٰ رضویہ کا موشوٹمانی جوازہ	پروفیسر مجید اللہ قادری	۱۹۸۸ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۵۲	معین میں بہر و درش دکون زمین	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۰ء	مرکزی مجلس رضالاہور

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۵۳	تقیدی اشارے	پروفیسر آل احمد صدیقی		مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ
۵۴	کیات اقبال	علامہ اقبال		پروڈنگڈ پو دہلی
۵۵	مذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان	محمد عبدالحکیم شرف قادری	۱۹۸۹ء	مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
۵۶	مذکرہ علماء اہلسنت	محمود احمد قادری	۱۳۹۱ھ	خانقاہ قادریہ اشرفیہ اسلام آباد مظفر پور
۵۷	انوارِ رضا	لطیف احمد چشتی	۱۳۹۷ھ	شرکت حقیقیہ لمیٹڈ لاہور
۵۸	کلامِ رضا	نظیر لدھیانوی	۱۹۸۲ء	المجمع الاسلامی مبارکپور
۵۹	فتاویٰ رضویہ ج ۶	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۱ء	سنی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڑھ
۶۰	جلد ہفتم	" " "	۱۹۸۲ء	" " "
۶۱	مدائق بخشش حصہ سوم	" " "	" " "	رضوی کتب خانہ بریلی
۶۲	امام احمد رضا ایک فاضل الہدیٰ کی نظریں	ڈاکٹر محی الدین الوانی	۱۴۰۳ھ	مرکزی مجلس رضا لاہور
۶۳	اقبال و احمد رضا	راجہ رشید محمود	۱۹۸۲ء	اعجاز بکڈ پو کلکتہ
۶۴	اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر	سید نور محمد قادری	۱۳۹۵ھ	مرکزی مجلس رضا لاہور
۶۵	سفینہ بخشش	علامہ اختر رضا ازہری		ماہنامہ سنی دنیا بریلی
۶۶	ایمان کی خوشبو	یوسف صغیر	۱۹۸۸ء	ڈاکٹر بک سنٹر کلکتہ
۶۷	والضحیٰ	بیکل الساہی		اے ون افسیٹ پریس دہلی
۶۸	خیابانِ رضا	محمد مرید احمد چشتی	۱۹۸۲ء	عظیم ملی کمیشنز لاہور
۶۹	فرش پر عرش	محدث اعظم ہند		رضوی کتب گھر بھینڈی
۷۰	انتخاب کلام لوری	محمد انور علی رضوی		مکتبہ المصطفیٰ بریلی
۷۱	عقیدت کے پھول	محمد عثمان عارف نقشبندی		بیدل اکیڈمی بیکانیر راجستان

ناظم پریس راپور مکتبہ اہلسنت فیض آباد	علامہ محمد الدین قادری شاد فیض آبادی	شرح مشکوٰۃ وراثت چین زاراہیاں	۷۲ ۷۳
--	---	----------------------------------	----------

## مجلات و رسائل

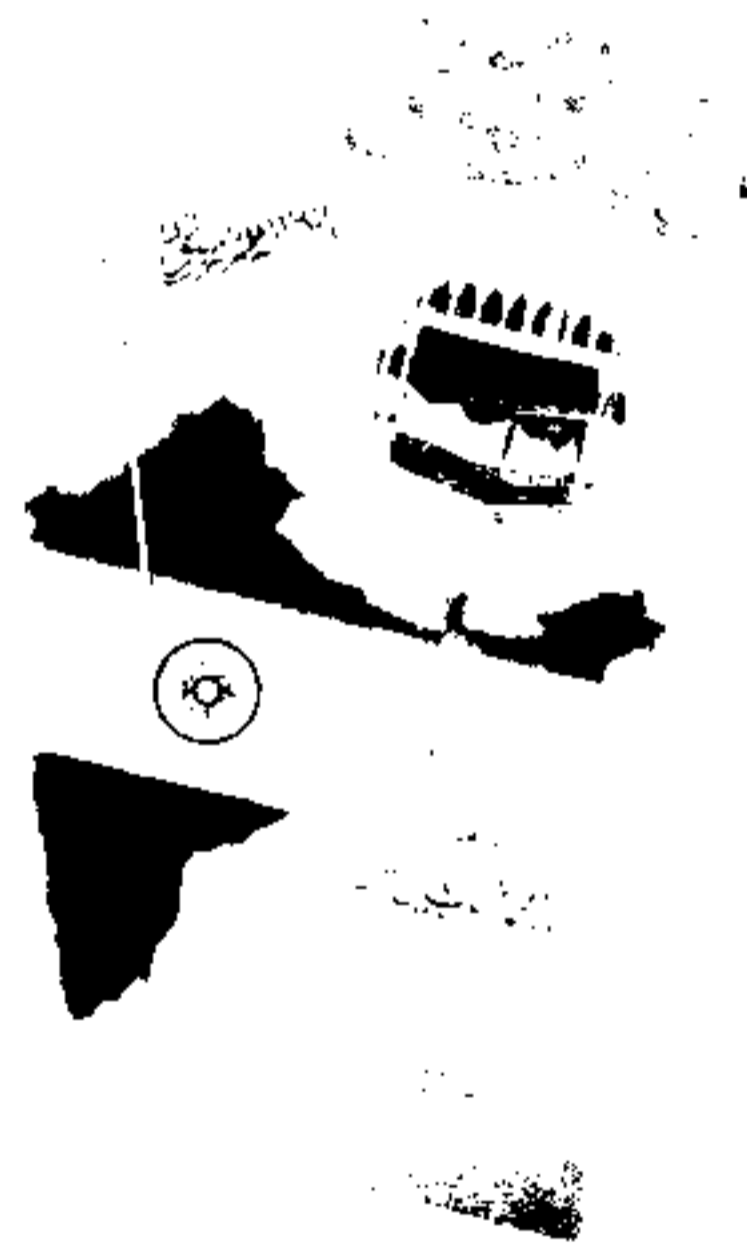
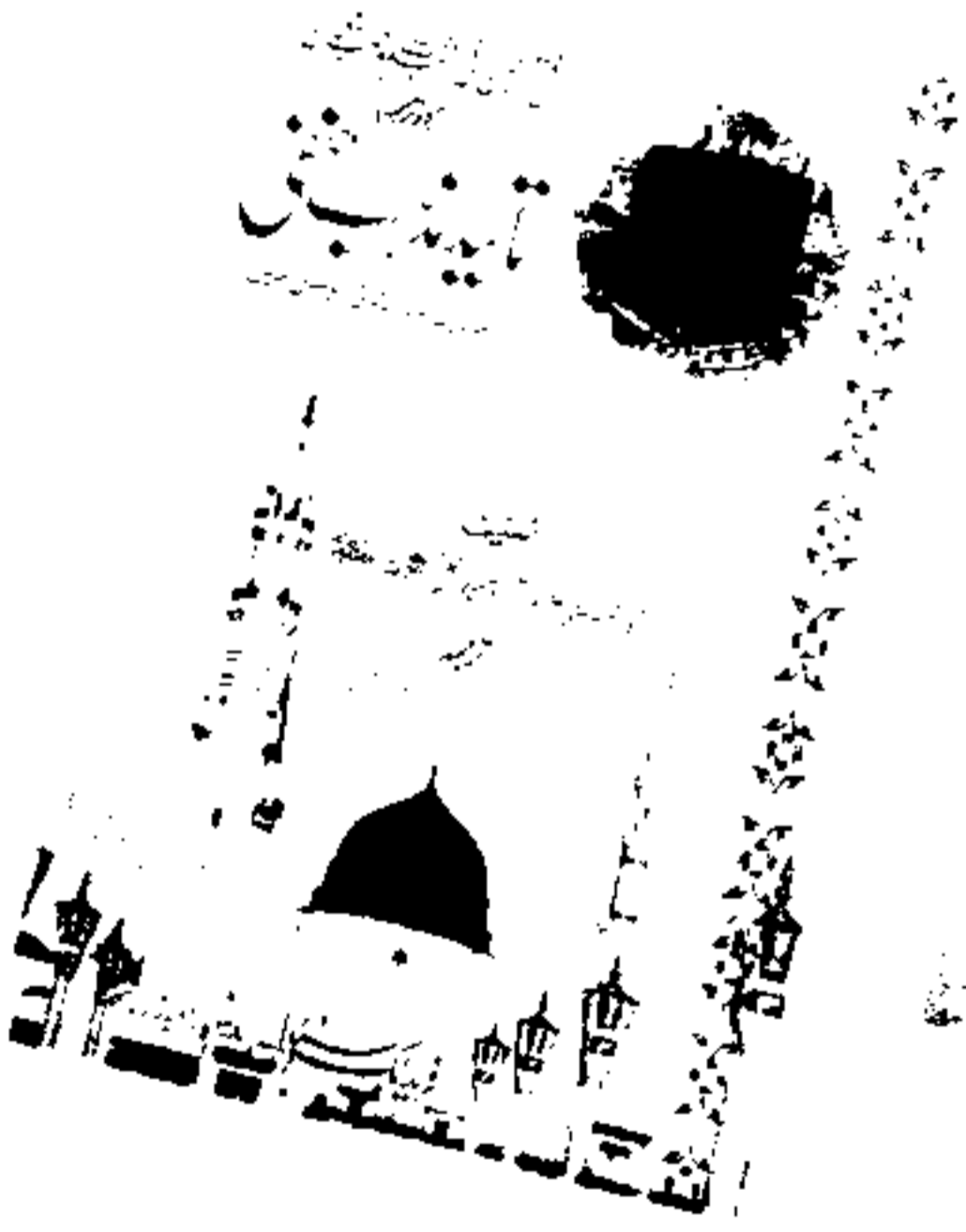
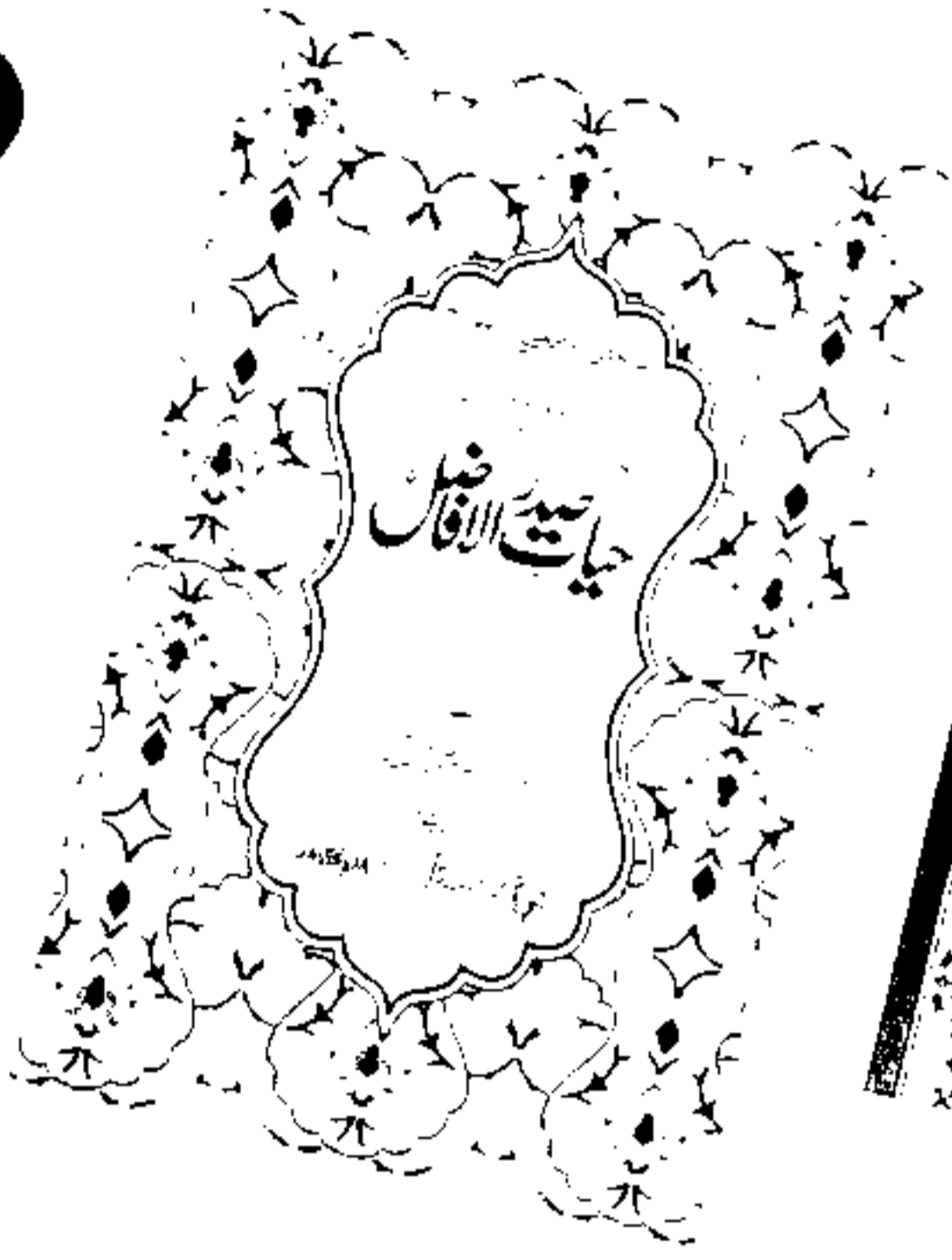
ادارہ فروغ اردو لاہور	۱۹۸۲ء	جنوری	ماہنامہ نقوش، رسول زبردہ دہم	۷۲
ماہنامہ قاری، میا محل، دہلی	۱۹۸۹ء	اپریل	ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر	۷۵
لندن	۱۹۸۸ء	مارچ	ماہنامہ حجاز (لندن)	۷۶
محلہ سوداگران، بریلی	۱۹۹۲ء	اگست	سنی دنیا	۷۷
دہلی	۱۹۹۲ء	ستمبر، اکتوبر	حجاز جدید، مفتی اعظم نمبر	۷۸
کانپور	۱۹۸۳ء	مئی	استقامت، مفتی اعظم ہند نمبر	۷۹
بریلی	۱۹۸۵ء	دسمبر	ماہنامہ اعلیٰ حضرت ریحان رضا یادگار نمبر	۸۰
لاہور	۱۹۹۰ء	ستمبر	مہر و ماہ	۸۱
بریلی	۱۹۹۰ء	جنوری	سنی دنیا	۸۲
مبارکپور	۱۹۸۵ء	اکتوبر	ماہنامہ اشرفیہ	۸۳
دہلی	۱۹۹۱ء	جولائی	ماہنامہ قاری	۸۴
مبارکپور	۱۹۷۵ء	اپریل	ماہنامہ اشرفیہ	۸۵
دہلی	۱۹۸۹ء	اگست	ماہنامہ حجاز جدید	۸۶
دہلی	۱۹۸۷ء	جون	ماہنامہ قاری	۸۷
راپور	۱۹۸۲ء	نومبر	تاجدار کائنات	۸۸



۱۹۸۲ء	فروری مارچ	کانپور	استقامت	۸۹
۱۹۷۹ء	فروری	بریلی	اعلیٰ حضرت	۹۰
۱۹۸۲ء	دسمبر	"	"	۹۱
۱۹۸۹ء	فروری	دہلی	تاری	۹۲
۱۹۷۳ء	مارچ	بریلی	اعلیٰ حضرت	۹۳
۱۹۸۸ء	جون	دہلی	تاری	۹۴
۱۹۷۵ء	دسمبر	بریلی	اعلیٰ حضرت	۹۵
۱۹۷۶ء	جون	"	"	۹۶
۱۹۹۰ء	جولائی	اسلام آباد	فکر و نظر دستاویزی	۹۷
۱۹۹۰ء	"	کراچی	مجلد کانفرنس امام احمد رضا	۹۸
۱۹۹۲ء	"	"	"	۹۹
۱۹۸۶ء	مئی	بریلی	ماہنامہ اعلیٰ حضرت	۱۰۰
۱۹۹۲ء	فروری	دہلی	حجاز جدید	۱۰۱
۱۹۸۹ء	مارچ	بریلی	اعلیٰ حضرت	۱۰۲
۱۹۹۱ء	"	"	سنی دنیا	۱۰۳
۱۹۹۱ء	اگست	"	تاریخ	۱۰۴
۱۹۹۱ء	اکتوبر	"	سنی دنیا	۱۰۵
۱۹۸۲ء	فروری	کانپور	استقامت ڈائجسٹ	۱۰۶
۱۹۹۰ء	جولائی	لاہور	مہر و ماہ	۱۰۷
۱۹۸۹ء	اپریل	کانپور	استقامت (انگریزی)	۱۰۸
۱۹۸۲ء	"	کراچی	معارفِ رضا	۱۰۹

۱۹۸۳ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا	معارفِ رضا	۱۱۰
۱۹۸۴ء	کراچی	" "	۱۱۱
۱۹۸۶ء	"	" "	۱۱۲
۱۹۸۶ء	"	" "	۱۱۳
۱۹۸۸ء	"	" "	۱۱۴
۱۹۸۹ء	"	" "	۱۱۵
۱۹۹۰ء	"	" "	۱۱۶
۱۹۹۱ء	"	" "	۱۱۷
۱۹۹۲ء	"	" "	۱۱۸
۱۹۹۳ء	"	" "	۱۱۹



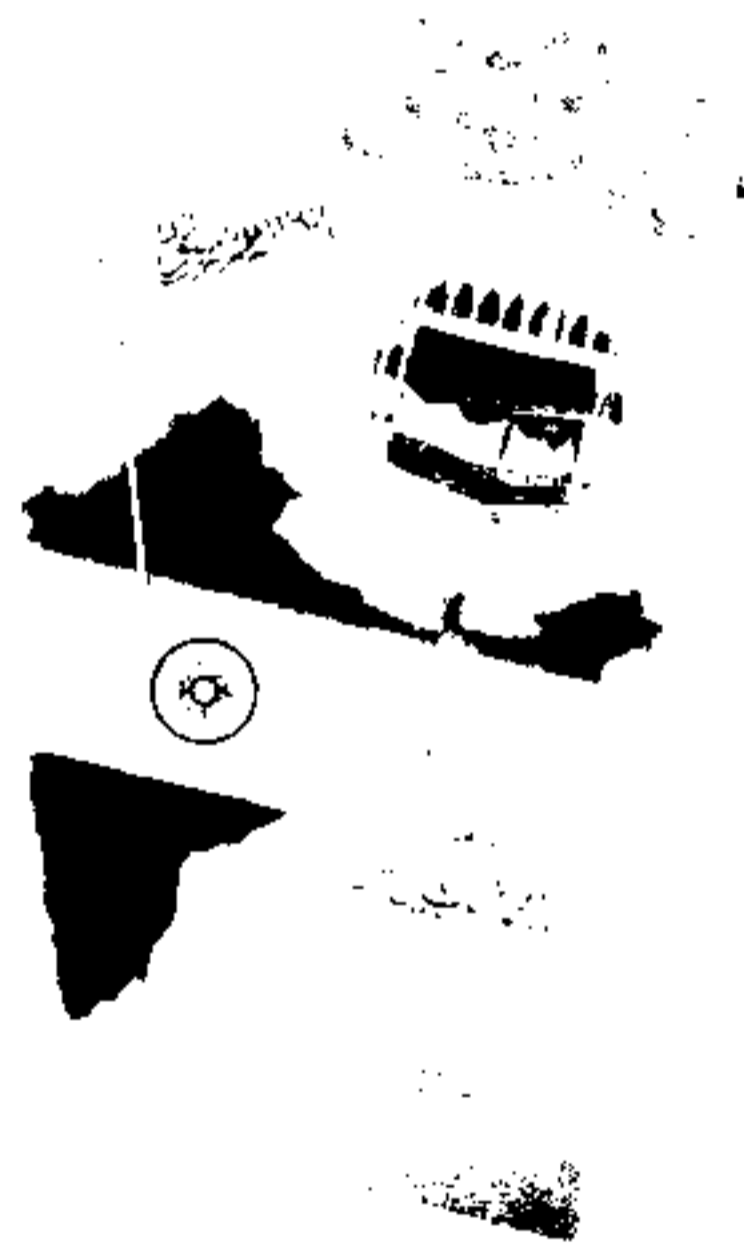
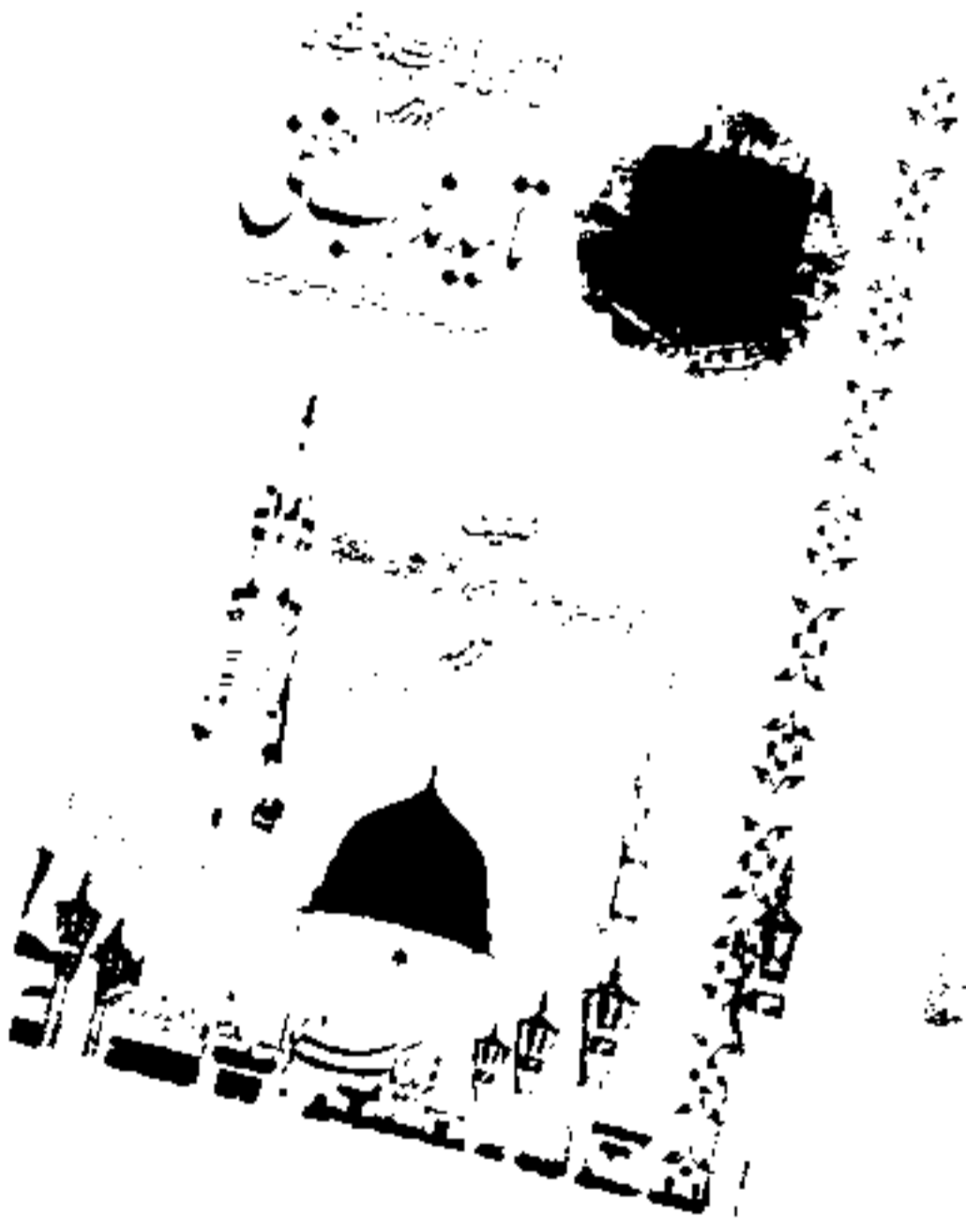


ناشری

فریدی بکسز  
طال وحیدی  
۳۸ اردو بازار لاہور



Email: faridbooks@hotmail.com



ناشری

فریدی بکسز  
طال صاحب  
۳۸ اردو بازار لاہور



Email: faridbooks@hotmail.com